

اِنَّ مِنَ الشَّعْرِ حِكْمَةً اِنَّ مِنَ الْبَيَانِ سِحْرًا

صنم خانہ

سنہ ۱۳۰۶ھ

تصنیف و طبع استاد الاساتذہ ملک اشعار منقشی امیر احمد امیر مینائی لکھنؤی

استاد نواب خلد آشتیان والی بایست رامپور

باہتمام

جناب مولوی محمود احمد صاحب انور مینائی

سنہ ۱۳۱۲ھ

امیر المظاہر حیدر آباد دکن میں طبع ہوا



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

<p>یہ آفتاب ہے گرم اسکی کبریائی کا پکارتا ہے یہ انداز دناز تو یہ شکن زانی بھر کے حسین کیون یہ جانین اُسپر دکھا کے تیغ وہ نا آشنا یہ کہتا ہے دراز غم یہ مشاطہ تصور کی فقیر اسکی گلی کا ہون میں عجب کیا ہے پسند ہے اُسے چو کھٹ پر اپنی سجدہ غم یہ کسی راہ میں کھوئے گئے کہ جسے غم حیا تو یہ کہ ہے ستر ہزار پردوں میں سمجھ رہا ہے جسے حشر و نشر تو زہد رسانی کچھ نہیں دستور باہم تک اسکے چلون جو دیر کو میں توڑ کر بستہ پیر</p>	<p>کہ ذرہ ذرہ ہے آئینہ خود سنائی کا کہ آئے وہ جسے دعویٰ ہوا پر سائی کا چلن اسی سے تو سیکھا ہو دلربائی کا یہ گھاٹ ہو مر سے دریا کی آشنائی کا مزہ وصال کا و پتا ہو غم جدائی کا جو تاج شاہ ہو کا سہ مری گدائی کا ستارہ اوج پہ ہے داغ جھبہ سائی کا طریق پوچھتے ہیں آکے رہنمائی کا اگر ہے شوق اُسے عالم آشنائی کا کہ شہ وہ بھی ہے ایک کی خوش ادائی کا لگا بین زمین جو اقرار نار سائی کا تو غل بیتوں میں ہوا اللہ کی دہائی کا</p>
---	--

<p>نیا یہ راستہ سوچا ہمیں رسانی کا مرزہ کلیم سے پوچھو برہنہ پانی کا بڑا فربہ ہے جھوٹا ہو وہ خدائی کا بہنیں وہ بندہ جسے ذوق ہو رانی کا</p>	<p>طریق عشق میں گم ہو کے پہنچے منزل پر وہ طلب میں ادب ہی سے سرفرازی ہے خدا خدا جو کرے اور خودی کا دم بھی بھر کے جو بندہ ہے تو مزہ بندگی میں پیدا کر</p>
<p>بشر سے خدا الہی امیہ کر کیا ممکن پہاڑ اٹھائے کہاں حوصلہ یہ رانی کا</p>	
<p>غفلت ساری خدائی میں خدا کا ہو گیا مصطفیٰ اُسکے ہوئے وہ مصطفیٰ کا ہو گیا ظلمتِ حیاتِ سایہ اس زلفِ رسا کا ہو گیا نامِ اطہار کا ہوا شہرہ دوا کا ہو گیا رتبہ حاصل ابتدا میں انتہا کا ہو گیا پہولوں کی ڈالی دہن دامن صبا کا ہو گیا زہرِ قاتل میں اثرِ آبِ بہت کا ہو گیا حلقہٴ خفِ تم نگینِ نقشِ پا کا ہو گیا خوب بیڑا پار اس درد آشنا کا ہو گیا قید سے آزاد وہ بندہ خدا کا ہو گیا چشمِ حورانِ جنان میں گھرِ حیا کا ہو گیا حاکمِ آب و آتش و خاک و ہوا کا ہو گیا لوشِ بہرہ پاک کا تیار خا کا ہو گیا آشنا سے آشنا جو آشنا کا ہو گیا آشیانہ اس گرفتارِ بلا کا ہو گیا</p>	<p>لہ ارجح جب سے دینِ مصطفیٰ کا ہو گیا بیا سے دل دیوانہ محبوبِ خدا کا ہو گیا شرین نیچے لوائے حرم کے پانی جب گہ وہ سازی و حقیقت کی تو نام پاک نے لِعبثت میں چشمِ الانبیا یا لالِفتب پاپے گلگشتِ باغون میں مدینہ کے چل لب میں بھرنے دی وصل کی لذتِ مجھو پتھر کو یہ اس فخرِ سلیمان نے کیا رب ویدار نے اچھی دوا دی وقتِ نزع ق دینِ مصطفیٰ کا جبکی گرون میں پڑا ایمان کہلے کیا رتبہ بڑھایا آپ نے بالش پر حکومت کی کیا جسدِ جلوس جوین کا چاند دکھلا کر یہ کہتا ہے فلک متر حق کیوں ہونا زلِ محب پر آپ کے ج نے جلوہ جو دکھایا آپ کا قندیلِ عرش</p>

خاتمہ جب ہو گیا بالآخر تو سمجھائیں التجارت پر امت عاصی کی جب آئیں کہی دونوں خسار و کی دھت میں ہوں ہون چو	ختم مجھ پیر پرف ختم الٰہ نبیا کا ہو گیا بول بالا ان غریبوں کی دعا کا ہو گیا ترجمہ شمس القضا بدر الدجی کا ہو گیا
--	---

نعت میں ہمنے جو لکھا ایک پرچہ بھی امیر
ملکسی دولت وہ نسخہ کیمیا کا ہو گیا

حسن طلق کا ازل کے دن سے میں دیوار تھا دل کا حاکم جان کا مالک غم جانا نہ تھا بے تعلق کیا ہمیں اس کے تصور نے کیا بارغ عالم کا تماشا باعث غفلت ہوا شکر صد شکر اس حسین کے نور روشن ہو دل اس قدر اس کے تصور نے ستیا ہے مجھے کیا ہوا انکار اگر اسرار موسیٰ پر ہوا گل سراپا گوش بنے کیوں نہ سننے کو لیے دار پر چڑھ کر نالختی جو کہا منصور نے ہم غلط فہمی سے سمجھے قتل کرنے کو قباب سن لیے و دروت جس نے ہو گیا مرث عشق وعظ کی مجلس میں بھی آئے تو یوں ستان عشق جگمگے لیلیٰ و دشون کے دیکھنے سے شہر میں وصل ہوتا کس طرح خلوت کہان تھی رات کو مزرع عالم میں مجھسا سوختہ قسمت کہان دیر کی تحقیق کر اتنی نہ اسے شیخ حرم	لا مکان کہتے ہیں جبکو وہ مرا کا شام تھا سیہان جبکو میں سمجھا تھا وہ صاحب خانہ تھا جب جھکا یا سر گریبان اپنا خلوت خانہ تھا دیکھنا آنکھوں کا قانون کے لیو افسانہ تھا شمع رخ پر جکے جبریل امین پروانہ تھا شبچہ ہوتا ہے کہ ہستی میں کہی تھا یا نہ تھا یہ کہاں شوق تھا وہ ناز معشوقانہ تھا چھپے بیل کے گلشن میں ترا افسانہ تھا وہ بھی اک تیرا کرم شہرہ بہت مردانہ تھا اور وہ ان اک چھپے تھی اک ناز معشوقانہ تھا چشم افنون ساز کا انسون مرا افسانہ تھا مے کی بوتل تھی نعل میں ہاتھ میں پیما نہ تھا جا کے جنگل میں بسا مجنون بڑا دیوانہ تھا پھول تھے نرگس کے رکھے شمع تھی پروانہ تھا جل گیا قسمت کا میری کھیت میں جو دانہ تھا آج کعبہ نیکیا کل تک یہی تجنا نہ تھا
--	---

آزاد دیکھا اُسے سُو بارہ مہینے اے امیر
آشنا سے آشنا بیگانے سے بیگانہ تھا

میں پرانا ست ہوں جنت مرا کاشانہ تھا
موسم گل میں چمن کیسا پری میخانہ تھا
پھول بھی تھے پھل بھی تھو اس سرزمین پر کیا تھا
ہائے کیا دن تھے کہ دور ہاؤ پیما نہ تھا
دیگئی منصور کو سولی ادب کے ترک پر
میں تڑپ کر کیوں لگانا ناز برداری میں داغ
پھول جس گھر میں چنے جاتے تھو اب تو ہیں پھول
یار اُدھر بدست میں بنو دتلف بر طرف
نہند کے جھونکے چلے آتے تھو کیوں نگام فرج
حسنِ خط سبز نے کیسا مجھے دھوکا دیا
آج جس دل کا کوئی گاک بہنیں کل کیا ہی
بیٹھے بیٹھے حکم دے بیٹھے دہشتِ عام کا
کہتے ہیں فریاد و شیریں کا سنا کل مہینے حال
گو رہیں اگر ہوا کوئی نہ غربت کا شریک
بوچھتا پھرتا ہے غم اسکا مرے سینے میں اب
عال میرا سنگے وہ بولے کہ جی دکنے لگا
ز پینے ہی میں شمعیں تیری محفل کی رہیں
ان نگاہیں تیر تیز اور یان بھینیں آہیں درخیز

حور ساقی چشمہ کوثر مرا پیما نہ تھا
پھول جو تھا وہ کسی محبوب کا پیما نہ تھا
آج ہو ویران کبھی آباد ہو ویرانہ تھا
بادشاہوں کا جلو خانہ درمیانہ تھا
تھا انا الحق حق اگر اک حرف گستاخانہ تھا
رگ کے خنجر پھیرنا تو نازِ معشوقانہ تھا
آج وہ ماتم سرا ہے کل جو عشرت خانہ تھا
ایسی صحبت میں جو آنا ہوش کیا دیوانہ تھا
تیغ قاتل کی زبان پر کون سا افسانہ تھا
میں نہ سمجھا کچھ یہ سبزہ سبزہ بیگانہ تھا
حور کا آئینہ تھا زلف پر سی کا شانہ تھا
جب کہا یہ کیا تو بولے نازِ معشوقانہ تھا
خاک چھڑھا مزہ پھیکا سا اک افسانہ تھا
جو گمانہ تھا جھپکتے ہی پاک بیگانہ تھا
کیا ہوا وہ جو بہان دل نام اک ویرانہ تھا
ہائے کس کسخت کس بید رو کا افسانہ تھا
گو پردن سے نکھیا جھلنا ہر اک پروانہ تھا
وصل کی شبِ اسطون افسون او صرافانہ تھا

جامِ حم کو دیکھتے ہی میں نے پہچانا امیر

میرے ہی میخانے کا چھوٹا سا اک پیمانہ تھا	
آنکھوں میں نور تیرا دل میں سرور تیرا جنت میں بھی ہے چچالے رشک جو تیرا تو مہر تیرے آگے سب قطراتے شبنم اے چشم شوق وہ تو ہر رنگ میں ہے ظاہر میں آئینہ ہوں تیرا تو آئینہ ہے میرا بد ہوش عشق ہو کر مبرا مہر معرفت میں ہے بیخودی ہی جس سے ہوتا ہے قرب و گل خورشید و ماہ سب میں جلوے ترے ہیں لیکن اے دل جو اسکے غم کو تجھ میں جگہ ملی ہے	دروازے سے ہو کر تک سارا ظہور تیرا شہر ہے اللہ اللہ اب دور دور تیرا انکا کہان ٹھکانا جب ہو ظہور تیرا اب بھی جو تو نہ دیکھے تو سے تصور تیرا تجھ میں ظہور میرا مجھ میں ظہور تیرا پروہ نیچ میں ہو غافل شعور تیرا غائب جو آپ سے ہو پاسے حضور تیرا ایسی کہان میں آنکھیں دیکھیں جو نور تیرا رکھا ہے نام نہنے دارا سرور تیرا
نادان امیہ سرناعی امیدوار ہے تو دل لیکے پھیر دے گا وہ آب ضرور تیرا	
نہ شوق وصل کا موقع نہ ذوقِ آشنائی کا بڑا صند شکر جو داغ اپنے سینے میں جدائیکا درازمی دھیان میں آئی ہے کب زقیامت کا بنے جو موج اپنے بحرِ خون میں حلقہ امی قاتل نوبہ وصل عاشق کے لیے جو صدمہ فرقت جلاتا کیوں ہے ایدل محکوم شوق وصل بھر کا کر الہی کون سے مجرم کی آند ہے قیامت میں ہر دِل کو بناتے ہیں جو کچھ کہیے تو کہتے ہیں پہنچ کر یا تک پہنچو ہو سے پہنچے نہ مطلب کو	میں اک ناچیز بندہ اور اُسے دعویٰ خدا کا ستارہ بنگیا آخروہ صبح آشنائیکا کہ اک پیوند ہے پیر امین روزِ جدائیکا الہی ہو وہ چھلّا تیری انکشت ستائیکا مجھ نہ نا بیٹھ جانا ہے محیط آشنائیکا اے اس آگ سے تو پھونک دے پروہ جدائیکا ہو اے حکم رحمت کو یہ کس کی پیشوائیکا سکھاتے ہیں چلن تیر کو لو اپنے دلربائیکا رسائی نے دیا کیا داغ ہر کون سا سائیکا

قدم تیرا جہاں پڑتا ہے بونہدی کی آتی ہے
شب و صلت نرا کٹ نکی شوق وصل کو بولی
وفا منظور اسکو بھی نہیں ہے اسکی فرقت میں
نہیں تم آئینہ خانے میں ہو چاروں نظرت دیکھو
لیٹ کر سیکڑوں کا لی بلائیں بوسے لیتی ہیں
سر اس کے پاؤں پر رکھیے بناؤ میں یہ بخت بنو
بہت ہی بھر گیا ہے عمر کا پیانا آب چھلکا
نفس میں ہوں مگر سارا چمن آنکھوں کے آگے ہے
نہیں ممکن ہے سونا بھر میں نیندا نہیں سکتی

ترے نقش قدم میں رنگ ہو پائے حنائیکا
تیرس کھا تجھ پر ظالم وقت ہے بیدست پائیکا
سبق پڑھنے چلی ہے عمر اس سے بیوفائیکا
کہو جی اب بھی کچھ ارمان نکلا خود نہ پائیکا
انہیں باتوں سے منہ کا لاہو شبہا ہو جدا پائیکا
مزدہ ہے خاک پتھر پائے بت پر جبہہ سائیکا
چرخ اک جھلملاتا سا ہے بزم آشنائیکا
رہائی کے برابر اب تصور ہے رہائیکا
طلایہ پھر رہا ہے آنکھ میں طوقی طلائیکا

امیر خزانہ آفت میں ہو یا حیدر صفدر
کرو ادا اسکی وقت سے مشکا کشتائی کا

ترے بندوں سے کرتے ہیں یہ بٹ عوی خدا کا
دکھایا مہر نے جلوہ جو ان کو خود نہ پائیکا
چمکتی ہے جوشاخ گل میں اس غیرت مہربان
نئی دھج آئے مقتل میں دکھائی نیم جانوں کو
نیا افسانہ کہہ وا غطا تو شاید گرم ہو مجلس
نہ پہنچے ہاے بے بال و پری سوشاخ گل تک بھی
خدا کی شان ہے ترسا کرین ہم دیکھنے ولے
رولایا حسرت پابوس میں مجکو لہو برسوں
نرا کٹ دیکھنا رنگ حنا سے وہ یہ کہتا ہے
کہا جب صل میں میں نہ آنکھوں کی ٹہنی نکھیں

نماں دیکھا ہوں تیری شان کبر پائیکا
تو بولے چور ہے تو بھی مرے رنگ طلائیکا
کہاں دیکھا لچکنا اسنے اس نازک کلا پائیکا
نگایا بالکین پر اور طہہ کج ادائیکا
قیامت تو پیرانا حال ہے روز جدا پائیکا
چمن سے لیجلی ہم بھول داغ نارسائیکا
مزدہ آئینہ ٹوٹے یار تیری خود غنائیکا
نقصور رنگ لایا کیا ترے پائے حنائیکا
کہ تجھ پر خون ہے ظالم مری نازک کلا پائیکا
تو بولے ہاں بھی ارمان باقی ہے لڑائیکا

<p>تری عصمت کے سر پر خون میری پارسائی کا بہا ہے پھیل کر کا جل مری شام جدائی کا کہ دیکھو روکنے والا دہ آیا میری آئی کا پسند آتا نہیں ہم کو یہ شیوہ خود نمائی کا ہلال آسا تیرا خن نہیں کا سہ گدائی کا پڑا ہے چہرہ نیکی پہ پردہ بد نمائی کا گر آ نکھوں میں سرے کی بدولت ہو سلائی کا کہ ہے کافر کو بھی داغ اُسکے در کی چھائی کا</p>	<p>کیا رسوا ہے عالم چھپ کے پردے میں مجھ تو کہیں کا لا تو احور شید مجھ پر بھی ہنو جائے اُسے دیکھا جو آتے نزع میں امید بول اٹھی ہزار آیتے آئین رو برو آنکھیں نہ کھولیں ہم کف بہت ہے مثل مہر دل ہے بادشاہ اپنا یہ کو دک طبع کیا جانیں کہ میں جو معلم ہوں سیہنجی نے پہنچایا ہے جگہ اہل بندش تک ہوا ظاہر ہر ہندو کی جبین پر دیکھ کر ٹیکا</p>
<p>امیر اک بات بھی واعظ نہیں کہتا خدا لگتی خدا جانے بکا کرتا ہے کی جھوٹا خدا کی کا</p>	
<p>ستارہ خوب ہی چمکا ترے رنگ طلائی کا سزا ہر دل لگان کی مزہ ہے آشنائی کا نہ راتیں وصل کی دیکھیں نہ وہ ہم جو جدائی کا خمیر انکا بنا ہے کچھکے جو ہر بیوفائی کا کوئی ٹکڑا جو ہاتھ آیا مرے دل کی گدائی کا دو ورقہ ہاتھ آیا یہ کتاب آشنائی کا تعجب کیا ہے اسے بت کا راز جو خدا کی کا فریب ان جو فروشوں سے نہ کھا گندم نمائی کا اسی زندان میں رہتا ہے گندکار آشنائی کا نہیں چھپتا ہے پڑ جاتا ہے جب لپکا گدائی کا بڑا ہکو بھر وساتھا تمہاری آشنائی کا</p>	<p>سیلے ہے آفتاب حشر بھی کا سہ گدائی کا یہ شکوہ بیوفائی کا یہ رونکچ ادا فی کا بڑا ہوتا ہے اس عمر روان کی بیوفائی کا خدا نے ان بتوں کو کچھ نئی طینت عنایت کی کتر واکر اسی کے تلج بنوائے سلاطین نے ہو اتیغ ادا سے دل دو نیم اپنا تو سمجھے ہم کرے کوئی جہان میں مجھ سے بڑا کہ بندگی تیری بخوبی جان بچ کر لے جس کی باز رہستی میں پھنسا کر حلقہ گیسو میں میرے دل کو کہتے ہیں دیابے مانگے بوسہ میں نے پھر مانگا تو وہ بوسے اکبلا ہلو تکیے میں سلا کر چل دیے یارو</p>

<p>حیا کی جان کا دشمن ہے لپکا خود سنائی کا کہ اب اٹھنا ہے اب اٹھنا ہو پردہ پار سائی کا ہوا مشاطگی پیشہ مری شامِ حُدا ئی کا ذرا ہم بھی تو دیکھیں کھیل قدرت آزمائی کا جنون کا ماتھے پر ہے آج اور دامنِ پار سائی کا بڑا یا لیکے ہو سے ہم نے رتبہ جہہ سائی کا نگاہیں طوف کرتی ہیں ترے طوقِ طلائی کا کہ فریاد ہی ہے اب تک نیل اُس نازک کلائی کا</p>	<p>ترقی پر کسی کی شوخیان ہیں خبر ہو یا رب حیا کو چھیڑتی ہیں شوخیان چلاتی جو عصمت عروسِ مرگ آئی مجھ سے ہم آغوش ہونے کو پرٹی ہیں حسرتیں مردہ جلا دی انکو اسے عیسیٰ بہار آئی ہے اب عصمت کا پردہ فاش ہوا ہے گرے سجدے میں جب چوٹ پڑی چوم لی چوٹ مجھے لے سیتے نہ ضعف سے چکر نہیں آتا یہ کس بیدار نے دستِ نگارین خواب میں چوما</p>
<p>امیر اس خرقہ و عمامہ کو تم رہیں مئے کر دو ابھی تم پر نہیں پھینکا ہے جامہ پار سائی کا</p>	
<p>کچھ اور بلا ہوتی ہے وہ دل نہیں ہوتا خوش اب تو خوشی سے بھی مراد دل نہیں ہوتا گردن سے جدا خنجر قاتل نہیں ہوتا بندوں سے وہ اپنے کبھی غافل نہیں ہوتا ٹھنڈا مرے قاتل کا مگر دل نہیں ہوتا اس خون سے تر و امن قاتل نہیں ہوتا چنگی میں مسلنے کے لیے دل نہیں ہوتا عاقل وہی ہوتا ہے جو عاقل نہیں ہوتا اچھی کہی معشوقوں کے کیا دل نہیں ہوتا پر جسکو ہو بک ایسی وہ عاقل نہیں ہوتا اتنا بھی تو تجھ سے تپشِ دل نہیں ہوتا</p>	<p>ان شوخِ حسینوں پہ جو مال نہیں ہوتا کچھ وصل کے وعدے سے بھی حاصل نہیں ہوتا گردنِ تنِ بسل سے جدا ہو گئی کب کی دنیا میں پر یزاد دیے خلد میں عورین بسل تو ہوئے سیکڑوں ہی سر و نرپ کر وہ بیا نہیں دیتا ہے لہوِ حسرتِ دل کا دل مجھ سے لیا ہے تو ذرا بولے ہنسیے دیوانہ ہے دنیا میں جو دیوانہ نہیں ہے کہتے ہیں ہم آئینے میں حسن اپنا نہ دیکھیں تکو تو میں کہتا نہیں کچھ حضرتِ ناصح پہلو میں اٹھیں غیر کے بیچ میں ہی کر دے</p>

<p>گم گشتگیوں نے وہ مزا جھکو دیا ہے عاشق کے پہل جانے کو اتنا بھی ہو کافی کہتے ہیں دم فوج دھڑک کر کوئی پوچھے فریاد کروں دل کے تانے کی اسی سے اُٹھنے کو کہے کوئی تو بجاتی سہمی پر فریاد بھی کرتا ہوں تو اللہ سے اپنے اندا کی کسی کان کی عجیبی کا اڑا لے مرنے کی بتوں پر یہ ہوئی شوق کہ مرنا دلدار یوں کو آئین حسین چاروں طرف سے جس بزم میں وہ رخ سے اُٹھاتے ہیں پردہ کہتے ہیں کہ دل دیکے ترپتے ہیں جو عاشق</p>	<p>اب مٹ بھی کبھی جانب منزل نہیں ہوتا غم دل کا تو ہوتا ہے اگر دل نہیں ہوتا اس ناز سے ناراض تو بس نہیں ہوتا راہنی مگر اسپر بھی مراد دل نہیں ہوتا اُس بزم میں جانا مجھے مشکل نہیں ہوتا اُس در کے سوا میں کہیں سائل نہیں ہوتا یہ حُسن نرپ میں تیری احوال نہیں ہوتا سب کہتے ہیں مشکل مجھے مشکل نہیں ہوتا پرہاسے تم ایک طرف دل نہیں ہوتا پروردانِ شمع پہ نائل نہیں ہوتا ہوتا ہے کہاں درد اگر دل نہیں ہوتا</p>
--	--

یہ شعر وہ فن ہے کہ امیر اسکو جو بر تو
حاصل یہی ہوتا ہے کہ حاصل نہیں ہوتا

<p>حضر رہ مقصود اگر دل نہیں ہوتا برسون سے ترپتا ہوں میں بس نہیں ہوتا جھٹکے دیے موبان کے کوڑی بھی لگائے زخموں کی ہنسی پر بھی نہیں آتی جو غیرت آتا ہے جو کچھ مین وہ کہہ جاتا ہے واعظ کیا سحر ہے اُس بت کی نظریں بھی اپنی رک بُک کے تو خود پھیرتے ہیں حلق پہ خنجر آئینے کو بھی روک دیا ہے کہ نہ آئے</p>	<p>منزل کا پست سیکردن منزل نہیں ہوتا اتنا سا مرا کام بھی متاں نہیں ہوتا گیسو سے کی طرح خدا دل نہیں ہوتا پورا کوئی وار اسے مرے قاتل نہیں ہوتا اور اُس پہ یہ طرہ ہے کہ قاتل نہیں ہوتا جب تک وہ ادھر آئے یہاں دل نہیں ہوتا اور مجھ سے نکالت ہے کہ بس نہیں ہوتا اب آپ بھی وہ اپنے مقابل نہیں ہوتا</p>
--	---

<p>ما یوس بھی کجنت مراد دل نہیں ہوتا یہاں سے الگ پردہ محمل نہیں ہوتا ہوتا ہے خارجا نے کہ ساحل نہیں ہوتا بچپن سے وہ کیا جانا داخل نہیں ہوتا عید ملی بھی کرے پیار تو حاصل نہیں ہوتا دریا سے محبت کا تو ساحل نہیں ہوتا بے موت کوئی خلد میں داخل نہیں ہوتا ہر عضو میں ہر جوڑ میں کین دل نہیں ہوتا نازک سایہ پردہ ہے کہ ساحل نہیں ہوتا اب بھی دل عاشق کے مقابل نہیں ہوتا جھوٹا ترسے دیدار کا ساحل نہیں ہوتا</p>	<p>راحت کا نکلتا نہیں اسکی کوئی پہلو اڑتا بھی ہوا سے ہے تو اڑتا ہی اُدھری دریا سے محبت سے جو پار ترین نہ جانیں تیرا سننے لگایا وہ پڑا اس کے جب گریہ جو لطف سے تدار محبت میں وہ مجھ کو بوسے پیغبر پار اترنے کو جو چھپ وہ ہم ہیں کہ زندہ ہیں اور اس کو چھپیں پیچھے جب درو محبت میں یہ لذت سے تو یارب شرم اسکی مجھے مانع دیدار نہیں ہے ٹکڑے بھی ہے گل خون میں ڈوبا بھی ہو لیکن حسرت سے ادھر اور اُدھر دیکھنا ہے</p>
<p>تم اور کوئی کام نہیں اسکو سکھاؤ مڑ پانے ترپنے کے لیے دل نہیں ہوتا</p>	<p>تم اور کوئی کام نہیں اسکو سکھاؤ مڑ پانے ترپنے کے لیے دل نہیں ہوتا</p>
<p>دل گئے تم مجھ کو سب کچھ مل گیا کہیے اب تو اضطراب دل گیا گھر تک روتا ہوا قاتل گیا جب وہ چلی وہ غنچہ دل کھل گیا کالے کوسوں سیکڑوں میں گیا مصحف عارض کا نقطہ چھل گیا لب ہائے اپنے دل ہل گیا بیٹھے بیٹھے سیکڑوں منزل گیا</p>	<p>عشقم نہیں جی توں سے نکلا دل گیا یوں لے وہ سینے پر میرے رکھ لے ہاتھ اسے نگاہ یاس تیرا ہو برا بیخ قاتل سے باوہار کوچہ گیونہ ہاتھ آیا مجھے مست گیا کاجل کا تل اصلاح میں آہنی دم پر جہان بگڑے حضور مرحمت سے بچ عورت میں کیے</p>

<p>برہمن کو بت مجھے تو اسے صنم جمع ہین سینے میں پیکان تیر کے</p>	<p>جسے جو اٹکا خدا سے مل گیا سیکڑوں دل ہین اگر اک دل گیا</p>
<p>حل مرے مشکلا کھانے کی امیر لیکے کیسی ہی کوئی مشکل گپ</p>	
<p>دارغ غنیم روز ازل ہی مل گیا کوچہ قاتل میں اپن دل گیا خواب میں آنکھیں جو تلون پو پلین اٹھکے جا بیٹھا جو اُنکے پاس میں مسکراتے میں کھلا کیا وہ دہن ہڑیوں کی چاٹ پاتے ہی تہا آئی جب صحرا میں خوش چشمو کی یاد پھونکدیتی کیون نہ پروانے کو شمع مانگنے پر بوسے کے کاٹی زبان اُس کا رخ پھرتے ہی آنکھیں پھرن کیا بلا محکوم بلا کر خاک میں</p>	<p>تن میں جان آنے سے پہلو دل گیا خاک میں ہنسنے کا دستہ مل گیا بولے اُت اُت پاؤں میرا چل گیا بولے کچھ مل بیٹھنے سے مل گیا عُشّیہ تصویر گویا کھیل گیا کیا ساگ محبوب سے بل مل گیا سامنے زگس کا تخت کھل گیا پیار کر سنے کو سر محفل گیا اب وعادینے سے بھی سائل گیا لو اُدھر قاتل ادھر بسل گیا ہاں لقب عاشق کشتی کا مل گیا</p>
<p>دامی قسمت غافل آیا میں امیر عمر میر غافل رہا غافل گیا</p>	
<p>داسون کا نہ پتا ہے نہ گریب فون کا گھر ہے اتنا گھر ہے سرد سالون کا خاطر رنج و غم درد سے فرصت ہی نہیں کب کسی اور کی جہم سکتی ہے اس پر پٹری</p>	<p>حشر کہتے ہین جسے شہر ہے عیرالون کا پاس بالون کا یہاں کام نہ دربالون کا میزبان ہو کے ہوا میں انہیں مہالون کا تو سننا ہے خود کردہ تری رالون کا</p>

گو کسری و فریدون پہ جو پونچھون پونچھون
 اُنکے حکمون کی بہت سیل کہان تک مجھ کو
 کون گل چہرہ رنگین کا نہیں دیوانہ
 تھوڑی سی یہ جہان میں ہے کہ کہتے ہیں ہندو
 کیا لکھیں یار کو نامہ کہ نقاہت سے یہاں
 دل یہ سمجھا جو ترے بالوں کا جوڑا دیکھا
 نایع بادہ کشتی محبو میں ناحق و اعظ
 سہنہ خط نے گھٹا دی ترے عارض کی بہار
 حشر میں قفل بھی رضوان نے نہ کھولا تھا ابھی
 موجیں دریا میں جو اٹھتی ہوئی دیکھیں سمجھا
 سننے والوں کے نہ کس طرح چنیں طائر دل
 عرصہ ہستی و طول شب گور و محشر
 تیر پتیر لگتا ہے کماندہ فلک
 درجہ بان سے نکل کر میں پھنسا زندان میں
 عشقِ رخسار میں اقبال سکندر پایا
 لالہ بوبان صہم گیوش بگون میں نہ ڈال
 توڑ کر بال دہرائے جو بسا یا ہے چنور
 بسلو کی دمِ حضرت ہے مدارات صہو
 آنکھ قاتل کی نہ کیونکر مرے زخموں پہ پتھر
 آدمی غیروں کی اعوانے نہ کھا ان کو
 بیخودی آٹھ پہر گم یہ مجھے رکھتی ہے

تم بیان سوتے ہو کیا حال ہے ایوانوں کا
 ڈھیر شقون کا ہے انبار ہے پروانوں کا
 باغ غنچہ ہے ترے چاک گریبا، نون کا
 رمضان خوب مہینا ہے مسلمانوں کا
 فاصلہ خامہ و کاغذ میں ہے میدانوں کا
 ہے خنکے میں یہ مجموعہ پریشانوں کا
 خرچ کیا جوتا ہے ان خلق کے دربانوں کا
 تھا جو لالے کا چہن کھیت ہوا پٹھانوں کا
 جا پڑا غلامین ڈاکا مرے ارمانوں کا
 یہ بھی جمع ہے ترے چاک گریبانوں کا
 دام صیاد کا پچھا ہے تری تانوں کا
 بعد ہے بندہ و رب میں ابھی میدانوں کا
 خانہ دل میں ہجوم آج ہے مہمانوں کا
 گرد حلقہ پئے انعام ہے دربانوں کا
 آئندہ دست نگر ہے ترے حیرانوں کا
 خون ہو جائے گا دوچار میدانوں کا
 ہے ہوا خواہ ہا تیرے گس رانوں کا
 یار بیہڑا تری تلوار میں ہو پانوں کا
 زہرہ پانی ہوا جاتا ہے ننگدانوں کا
 کھیل سارا ہے بگاڑا انہیں شیطانوں کا
 دن کو شب را نکو ہوں خواب نگہبانوں کا

میرے اعضا نے پھنسا یا ہے مجھ کو عصیانین	شکوہ آنکھوں کا کروں یا مین نگہ کا نوں کا
قدر دان چاہیے دیوان ہمارا ہے امیر	منتخب معصی و میر کے دیوانوں کا
<p>تاریخ دین کبھی دولت پہ نہ مشید ہوگا یہی کا ہش ہے تو کیسا تن لاغ کا پتا معرفت کے لیے ہے ترک تعلق لازم مرگ کے بعد ہے بیداروں کو آرام ٹکڑاؤ ٹکڑی نہیں ہو جو مرادل ساتی ہمتے اندیشہ پیری مین جوانی کا ٹی دل کو آغاز محبت مین نہ سمجھو تھوڑا یوفائی سے تہاری یہی ہر دم سے خیال یہ ہوگا کہ جگہ دوست کی خالی دیکھوں شہر کوچہ وڑکے کیوں دشت مین جوشی جائیں کیا ہوا لاش پہ میری جو وہ ہنستا آیا</p>	<p>پیر و شیر خدا کیا ساگ دنیا ہوگا آج ہے سو سے مکر کل پر غنقا ہوگا خوب سمجھے گا وہ تنہا کو جو تنہا ہوگا نہیں بھر کر وہی سوئے گا جو جاگا ہوگا کوئی شیشہ کسی میخانے مین ٹوٹا ہوگا رات بھر خوف رہا صبح کو اب کیا ہوگا بڑھتے بڑھتے یہی قطرہ کبھی دریا ہوگا تم جو اپنے ہنوسے کون کسی کا ہوگا دل بھر آئے گا تہی نئے سے جو مینا ہوگا خاک اڑاتے جہر آجائیں گے صہرا ہوگا چھپ کے اخیار سے تنہائی مین رو دیا ہوگا</p>
عشق مرگان مین کہان صورت آرام میر	نہیں اڑ جائیگی بسر پہ جو کاٹا ہوگا
<p>کی جو کچھ عشق نے تاثیر قاتل ہوگا یہی ساتی کی کدورت ہے جو میرے دل سے جہان نے دے قتل مجھے کر کے یہ غم گرفتار تو ہی مجھ گم شدہ سے چھٹ کر ہوگا نالان قیس لیلے کے تصور مین سے لیلی کیسی</p>	<p>تیری صورت پہ مری شکل کا دھوکا ہوگا جاے سے درد سے لبریز یہ مینا ہوگا خفا جو ہونا وہ ہوا رونے سے اب کیا ہوگا اے جس قافلے کا قافلہ روتا ہوگا اپنے ہی دل کا سویدا کبھی دیکھا ہوگا</p>

<p>کوئی بتیاب تیر خاک ترپیت ہوگا سبزہ زیر کعب پارِ یزدہ میت ہوگا اور آٹھ گایہ بیہار جو تنہا ہوگا بڑے آخر کو یہی طرہ لیلے ہوگا مہرِ قدون کے مقدر کا ستارا ہوگا عمرِ مفلس کی طرح صرغِ تمنا ہوگا</p>	<p>بے سبب زلزلہ عالم میں نہیں آتا ہے ہجرِ ساقی میں ہے دل چور کروں کیا گشت دیکھ اسے درِ جبدا ہونہ دلِ محزون سے جوشِ سودا کے گھٹانے کی نہ کر نکارے قیس وہ جہانِ ادج پر آیا یہ چمک اٹھتے ہیں گنجِ قارون بھی مالاخجوا سے حرص تو کیا</p>
<p>عشق آسکے لبِ شیریں میں رکھتا ہوں امیر درد بھی ہوگا مرے دل میں تو میٹھا ہوگا</p>	
<p>چار جھوٹے جب چلے ٹھنڈے چمن یاد گیا جب نہی دو چادرین دیکھیں کفن یاد آ گیا قید سے چھٹ کر مسافر کو وطن یاد گیا موت کی سختی اٹھائی کو حکم یاد آ گیا گوشہ خلوت میں لطفِ انجمن یاد آ گیا سیج بنا کیا تجھ کو اسے دزدِ کفن یاد آ گیا سوجھ سے چاک اپنا پیہر یاد آ گیا عید کے دن جب کو غربت میں طن یاد آ گیا</p>	<p>سرد آہیں جب کسی نے کین وطن یاد گیا جس جگہ دو گز زمین پائی کھدی سمجھ میں گور تن سے باہر آ کے دھیان آیا عدم کا نع کو نزع میں سنگین ولی کا حال شیریں پر کھلا گور میں بھی ہم نہ بھولے صحبتِ احباب کو کھینچ کر چادر جو پھر تربت پر میری ڈال دی جامہ صد پارہ گل جب نظر آیا مجھے رہ گیا اپنے گلے میں ڈالکر باہنیں غریب</p>
<p>شاعر دن میں بھی سخن سازی بہت پر امیر رہ گئے منہ کھول کر جب وہ دہن یاد آ گیا</p>	
<p>اتنے ایک طرف عکس بھی حیران ہوگا ساقیا روح پہ جہشید کی احسان ہوگا درد پہلو کی طرح داغ بھی پنہان ہوگا</p>	<p>درد و آسنے کے تو جو مری جان ہوگا آشنا جام سے جہن لبِ جانان ہوگا رنگِ بختاے محبت جو نمایان ہوگا</p>

عوض نامہ اعمال گریبان ہوگا
 غنچہ دل بھی الہی کبھی خندان ہوگا
 تو نہ ہوگی تو نہ یہ دل نہ یہ ارمان ہوگا
 دیکھ لینے کا تو حضرت کو بھی ارمان ہوگا
 سیکردن پر یونین کیا حال سلیمان ہوگا
 ایک جھنگے میں نہ دامن نہ گریبان ہوگا
 بیچ کچھ ایسے پڑینگے کہ پریشان ہوگا
 اور کیا تجھ سے پھر اسے دیدہ گریان ہوگا
 دل بہنیں ہے کسی عاشق کا جواران ہوگا
 اس طرح کا ہیکو خالی کبھی میدان ہوگا
 امتحان عشق و ہوس کا سہ میدان ہوگا
 خواب آنکھوں میں مری آکے پریشان ہوگا
 ملک الموت کو بھی موت کا ارمان ہوگا
 یہ وہ نعمت ہے کہ سیر اس ہونہ مہمان ہوگا

ہون وہ دیوانہ مرے ہاتھ میں روزِ محشر
 غنچہ گل کو تو سوار شگفتہ دیکھا
 اسے جوانی یہ ترسے دم کے ہیں ساری جھگڑی
 خواہش وصل تو کیونکر کہوں لیکن نا صح
 اک پر ہی رونے ہماری یہ بنائی صورت
 دستِ وحشت تو سلامت ہے رونہ ہون دو
 زلف شانے سے یہ کہتی ہونہ سرچہ اتنا
 آگ دل میں جو لگی تھی وہ بھائی نہ گئی
 جان دیکر جو ملے ہونہ جانان تو ہر صفت
 اسے اہل و دوڑ کہ غربت میں پڑا ہوں تنہا
 میرے اور غیر کے مقتل میں کھیلینگے جو ہر
 رات دن گیسو مجھ کو سب کا رہتا ہو خیال
 ہین دم و نوح جو انداز یہ جلا دی کے
 اور بڑھ جائے گا دیدار سے شوق دیدار

اپنے مرنے کا تو کچھ غم نہیں یہ غم ہے امیر
 چارہ گرفت میں جیچ رہ پشیمان ہوگا

یہ نہ تھا تو کاش دسپہر مجھے اختیار ہوتا
 وہ سیر مزار ہوتا میں تر مزار ہوتا
 مرا شہ کیون اُترتا مجھے کیون شمار ہوتا
 جو میں تو یہ توڑ سکنا تو شراب خوار ہوتا
 کہیں پا کے آسرا کچھ جو امیدوار ہوتا

مرے بس میں یا تو یارب وہ ستم شعار ہوتا
 پس مرگ کاش یون ہی مجھے وصل یار ہوتا
 ترا میکہ سلامت ترسے خم کی خیر ساقی
 مرے اتفاق کا باعث تو ہے میری ناتوانی
 میں ہون نامراد ایسا کہ ملک کے یاس و فانی

<p>دل دا غنہ دار ہوتا تو گلے کا مار ہوتا مرے دونوں پہلو وں میں دل بقرار ہوتا تو خدا کے منہ سے اتنا نہ میں سحر سار ہوتا سر راہ کو سے قاتل جو مرا مزار ہوتا دہی میر کیوں نہ مارا جو بگر کے پار ہوتا اسے کیا کروں کہ دل کو نہیں اعتبار ہوتا</p>	<p>نہیں پوچھتا ہے ملک کو کوئی پھول اس چین میں وہ مزہ دیا ترپ نے کہ یہ آرزو ہے یارب دم نزع بھی جو وہ بت مجھے آکے نہ دکھاتا نہ ملک سوال کرتے نہ لحد نثار دیتی جو نگاہ کی بھٹی ظالم تو پھر آنکھ کیوں چرائی میں زبان سے ملک کو سچا کہو لا کھ بار کہہ وں</p>
<p>میری خاک بھی لحد میں نہ رہی انہیں مرے ہی کا اب تک نہیں اعتبار ہوتا</p>	<p>میری خاک بھی لحد میں نہ رہی انہیں مرے ہی کا اب تک نہیں اعتبار ہوتا</p>
<p>کہ اوھر سے دار ہوتا تو اوھر سے پیار ہوتا تو نثار ہونے والا یہی جان نثار ہوتا کوئی دل کو پیار کرتا کوئی دل کے پار ہوتا کہ وہ کر ٹین ہی لیتے جو میں بیقرار ہوتا جگر اُس سے آگے ہوتا جو بگر کے پار ہوتا میں لپٹ کے رو تو لیتا جو کہ میں غم ہوتا نہ لپٹتین یہ بلا میں تو وہ دل کے پار ہوتا یہ جو دل سے دشمن جان یہی دوستدار ہوتا کہ کلا یون میں گجرے تو گلے میں مار ہوتا وہ دھڑکنے کیا نہ لگتا جو میں بیقرار ہوتا یہ تراشکار ہوتا وہ مرا شکار ہوتا کوئی پھول چین لیتا جو گلے میں مار ہوتا مقیم میری قسموں کا بھی نہیں اعتبار ہوتا</p>	<p>نئی چوٹیں چلتیں تال جو بھی دوچار ہوتا ترے عکس کا جو قاتل کبھی تجھ سے دار ہوتا رہی آرزو کہ دو دو ترے تیر ساتھ چلتے اثر اس قدر تو ہوتا مرے لٹنے کا اُن پر ترے ناک ادا سے کبھی باز نہ تہمت مرے دل کو یوں مٹایا کہ نشان تک نہ دکھاتا ترے تیر کی خطا کیا مری حسرتوں نے روکا میں جیون تو کس کا ہو کر نہیں کوئی دوست میرا مرے پھولوں میں جواتے تو سنے وہ گل کھلاتی ترے نصے دل کو کیونکر مرعبان میں دکھاتا مرا دل جگر جو دکھیا تو ادا سے ناز بولا سر قبر آتے ہو تم جو بڑا کے اپنا گہنا دم رخصت اٹھا کہنا کہ یہ کاہے کاہے رونا</p>

میں تراشکار ہوتا وہ تراشکار ہوتا	میں نثار تھپہ ہوتا تو رقیب جان کھوتا
شب وصل تو جو بیخود ہوا اُمید چوکا ترے آنے کا کبھی تو اُسے انتظار ہوتا	
<p>آپٹل رنگ رہا ہے عروس بہار کا اس پر ہنسا ہے صبر کسی میتہ رار کا ٹھنڈا رہا ہے چراغ الہی مزار کا تکیوں میں دیکھو رقص بھی اُنکے غبار کا غافل غبار ہے یہ رہ انتظار کا ہر شاخ گل ہے ہاؤن عروس بہار کا کیا اختیار گریہ بے اختیار کا پھر اٹھ کھڑا ہوا وہی روگ انتظار کا پردانہ ہو گئی مرے شمع مزار کا اچھا ہے جو گریہ بے اختیار کا بڑھ جاے اور طول شب انتظار کا کیا اڑ چلا ہے رنگ عروس بہار کا قابو کا دل رہا ہے نہ دل اختیار کا نوٹا وہ دل کہیں کسی اُمید دار کا</p>	<p>سُوات کھل گیا ہے کسی گلزار کا کچھ تو سبب ہے گردش لیل و نہار کا کیا دل جل رہا ہے پس مرگ ہے دعا جنگو ملا کے خاک میں خوش ہو رہے ہو تم گردن سے ہونہ کد تراش نقاب پھولوں کا قافلہ ہے کہ اُتری ہے یہ برات آئین وہ یا نہ آئین ترس کھائیں یا نہ کھائیں پھر بیٹھے بیٹھے وعدہ وصل اُسے کر لیا دسوز بیکسی سائین کوئی بعد مرگ روؤں تو اُنکو آتی ہے پیماختہ ہنسی ایسا مزہ ملا ہے تڑپ میں کہ ہے دعا پر رنگ گئے چمن کے تم اُسے جو سیر کو وہ شونخ اپنی راہ ہے یہ اپنی راہ ہے ساقی کے ہاتھ سے جو گرا جام کہہ اٹھا</p>
ہمراہ ہے جو حسرت واران کی بھیڑ بھاڑ ماہوت اٹھا اُمید غریب لہ یار کا	
نازک ہیت ہے پھول چراغ مزار کا جو بن خزان نے چھین لیا ہے بہار کا	<p>جھونکا ادھر نہ آئے سیم بہار کا عالم وہی ہے بن سے اتر کر بھی یار کا</p>

<p>ٹھٹھا نہو چراغ شب انتظار کا زور اتر رہا ہے عروس بہار کا میخانے کو ارادہ ہے کس بادہ خوار کا ممنون ہوں میں گر یہ سبے اختیار کا تو ہی پتا بنا دے دل دعا دار کا یاد آ گیا مزہ مجھے آغوشیں یار کا نالہ مراد حوان ہے سمندر کے پار کا اونچا ہوا جو ڈرہ ہمارے غبار کا منہ چومتے ہیں پھول عروس بہار کا دھاکا کبھی جو ٹوٹ گیا اُنکے ہار کا آخر پڑا ہی صبر دل بیتار کا مرحبا نہ جاے پھول کوئی میرے ہار کا</p>	<p>یارب منے نہ دل سے کبھی داغ آرزو شاخون سے برگ گل نہیں جھڑتی میں باغ بین شیشون نے ہچکیوں کی بھائی ہو ڈال کیوں سیری لگی بچھانے کو آتا ہے بار بار ہر گل سے لالہ زار میں یہ پوچھتا ہوں میں اس پیار سے فشار دیا گو ترنگ نے آنسو ادھر روان ہیں ادھر ٹپک رہا ہوں دل گردون نے لیکے اُسکو ستاروں میں رکھ لیا بلجی نہیں ہوا سے چین میں یہ ڈالیاں پھولوں سے فرش خاک پتاری جینگ گم آئینہ دیکھتے ہی وہ خود لوٹ ہو گئے لیٹا میں خواب میں بھی تو بولا لگ لگ</p>
<p>اٹھنا ہے ترع سین وہ سر ہائے سوا کر امیر مست ہے آسرا دل امیدوار کا</p>	
<p>کلیں ہوش میں آؤ ابھی کہاں دیکھا نئے لباس میں دیکھا اُسے جہاں دیکھا تو ہنسکے بولے کہ تو نے مجھ کہاں دیکھا ٹپک پڑی ہے جہاں کوئی نوجوان دیکھا اگر یہ یاد نہیں ہے تعین کہاں دیکھا جہاں میں نہ کوئی باغ بخران دیکھا کبھی چین کو کبھی سوے آشیان دیکھا</p>	<p>جمال یار کو کہتے ہو تم کہ مان دیکھا وہی چراغ وہی گل وہی تہ سہی برق دکھائی آئے نے اُنکو عکس کی تصویر نہیں ہے دفتر رسا بھی کوئی حسن پرست کہیں تو دیکھ چکے ہیں یقین ہے دل کو فنا ہے حسن کو دولت کو زندگانی کو پھنسی جو دام میں میل تو کن نگاہوں سے</p>

شبِ وصال وہ سلمان وہ روشنی وہ نشاط بہارِ مین جو کھا لا بہین تو کیس پاپا ترسے وصال کی وقت مین ہکو یا ذنی کہین گے وقت ملاقات اُن سے اتنی بات و کھائی ترکِ تعلق نے شانِ بے رنگی	ہوئی جو صبح تو اجڑا ہوا مکان دیکھا خزان مین حالِ چین تو نے باغبان دیکھا لٹا ہوا جو کہین کوئی کاروان دیکھا جو کچھ سنا تھا وہ آنکھوں سے مہربان دیکھا بڑے مکان سے آگے تو لامکان دیکھا
--	--

لیکی چو مین آنکھوں مین کیا جگہ مین چین
ایسے راجِ عجب نوک کا جوان دیکھا

وہ پاؤں تھے جوشا بد آغوشِ نقش پا سر کے وہ پاؤں ہو کے جو ہر دوشِ نقش پا کیا جانے آئی شہرِ خوشان سے کیا خبر بیدار دھانے والو کھڑے جاؤ دم تو لو حیرت کی ہے نگاہ نہ سنا نہ بولت ہم بے زبان خاک نشینوں کا عیش کیا کیا راہ چلنے والوں کا غربت مین ہرا اے دل چل اُسکے ساتھ دبے پاؤں اُطرح ڈرتے ہیں پاؤں رکھتے کہ ایسا ہو کہین نازک بہت ہیں پاؤں نہ رکھ اس طرح قدم کیا چین سے مین خواب مین آسوگانِ خاک	افس آبِ مین خوابِ فراموشِ نقش پا فریاد کر اٹھے لبِ خاموشِ نقش پا اب تک اسیطرت مین لگے گوشِ نقش پا کچھ تم سے کہتے مین لبِ خاموشِ نقش پا آنکھیں کھلی ہیں بند لب و گوشِ نقش پا نکلا اک تیر لبِ خاموشِ نقش پا جب نقش پا کو چھوڑ گئے ہوشِ نقش پا آوازِ پاؤں نہ سنے گوشِ نقش پا پچھلے سے چوم لین لبِ خاموشِ نقش پا چھالے نہ ڈالے گرمیِ آغوشِ نقش پا فیتے ہیں یہ خبر لبِ خاموشِ نقش پا
--	---

اُس گرم رو کی تو خجی رفت سے امیر
اڑتے ہیں رنگِ رخ کی طرح ہوشِ نقش پا

کیونکہ ہے نہ زارتِ دق و ششِ نقش پا	جز خاک کچھ نہیں ہے خور و نوشِ نقش پا
------------------------------------	--------------------------------------

<p>دشتِ جنون میں اب وہ کہاں جو نقشِ پا وہ نیز رو ہے زارتِ تو ششِ نقشِ پا رکھدین وہ آگے پاؤں ہر دو ششِ نقشِ پا نسبت ہو راہِ عشق سے راہِ حرم کو کب اسے مست ناز دیکھ لے رکھ راہ میں قدم رفت سے تیرے خاک نشینوں کو کام کیا بیٹھا ہے راستے میں ہدایت کی واسطے دورِ خرام ناز ہے کس مستِ حسن کا یہ تو کہاں نصیب کہ ہاتھ آئیں وہ قدم</p>	<p>سو گئے ہیں دونوں پاؤں ہم آغوشِ نقشِ پا ڈرتے ہیں کہ پس نہ جاسے کہیں دوشِ نقشِ پا اس شوق میں کشادہ ہے آغوشِ نقشِ پا یاں کثرتِ سجدہ دیاں جو ششِ نقشِ پا پھلے کہیں نہ بادہ سر جو ششِ نقشِ پا افس طلب نہیں سرِ ہمیشہ نقشِ پا کیا رہتا ہے ہر صفت کو ششِ نقشِ پا ساغر بکف ہے دستِ قریح دوشِ نقشِ پا آغوشِ حور ہے مجھے آغوشِ نقشِ پا</p>
<p>وحدت کی جلوہ گاہ ہے یہ مشتِ خاک امیر ہیں ایک چشمِ دگوش و ہر دو ششِ نقشِ پا</p>	
<p>پہلو سے تو اٹھا تھا کہ میں سر ہو گیا مہنگا مہ بھٹا سے فلک گرد ہو گیا کتر جو اپنے دستِ نگارین سے بایں مہنگا مہ سیرِ باغِ جوہرِ شمعِ ہنس پڑا دل کو ہمارے اب کسی پہلو نہیں قرار سر سے اٹھا کے ہاتھ ہوا سرِ فراز میں یکتا فی جمال کا لکھا جو میں فی وصف مجھسا کہاں ہے کوئی زانیہ غبار</p>	<p>بیدر و مریدِ کجاں کو تو درد ہو گیا نالے جو گرم میں نے کیے سر ہو گیا کاغذ کا پھولِ برگِ گلِ درد ہو گیا اتنا سا ہو کے غنچہ کا منہ زرد ہو گیا یہ درد آشنا ہمہ تن درد ہو گیا دنیا پر لات مار کے پا مر ہو گیا دیوان کا ہر ایک ورق فرد ہو گیا رخ سے مرے جو رنگ اڑا اگر ہو گیا</p>
<p>عالم کی سیر آٹھ پہر ہے نصیب امیر خلوت میں بیٹھ کر میں جہان گرد ہو گیا</p>	

آنکھ اُس نے نہ کھولی جسے سفاک نہ تھا کا
 نادان ہو دھوکا ہے تھیں زلفِ رسا کا
 غارِ ہی نہیں لوٹ ہے گا لوہہ تمہارے
 مجھ سے کو گلشن کی ہوا را س نہ آئی
 ایسا تری رحمت پہ بھروسا ہے کہ مجھ سے
 اقدار سے شبِ غم کی سیاہی کہ سحر بھی
 کیا جانیے کیا ہے ترے بیمار کی حالت
 گلزار میں پھولوں نہ بہت لالہ و گل پر
 کیا خوف ہے اندھی کی طرح آئے جو دولت
 وعدہ جو کیا وصل کا آئے وہ پے قتل
 کی آڑ سے مڑگان کی نگہ خیر ہو یارب
 دم توڑ رہا ہے ترا بیمارِ محبت
 ماتم میں جو کھل جاتا ہے اُس شوخ کا جوڑا
 پریش کو نکیرین کی جا آئینگی جو رین
 خوش ہوں کہ ترے کوچے کی میں خاک ہوں
 کیا کیا ہے شبِ وصل نگہبانی عصمت
 دل چھلنی کیسے دیتے ہیں موسے مرثیہ یار
 کچھ نیند نے کچھ نشے نے خوشی کی لک کی
 رونے لے تڑپنے لے مجھ کو دی شوق
 اندر سے اُس گل کی کلائی کی نزاکت
 شتا قون سے اپنے جو کیا کرتی ہنر سے

منہ دیکھ لے اٹھی تھی قصہ سکی ادا کا
 سایہ ہے بتوسر پہ تمہارے یہ خدا کا
 ہاتھوں پہ بھی لوٹا ہوا ہے رنگِ حنا کا
 آنکھیں نکل آئیں کوئی انگور جو تاکا
 احسان اٹھایا نہیں جاتا ہے دعا کا
 پڑھتی ہوئی آتی ہے سہل رتو بلا کا
 عینی بھی یہ کہتے ہیں کہ ہے وقت دعا کا
 مرغانِ چین یہ کوئی جھوٹا ہے ہوا کا
 رویاں بھی نہ تھپلا ہو گلیمِ قمر کا
 ہے حُسن کے مشربینِ وفا نام جفا کا
 غم سے نے جھروکے سو مجھے جھانک کر تاکا
 یہ کو سننے کا وقت ہے ظالم کہ دعا کا
 اڑ چلتا ہے رنگ اور مری بزمِ عزا کا
 گشتہ ہوں میں اک صاحبِ عصمت کی حیا کا
 بے انگے ملا کرتا ہے بوسہ کفِ پا کا
 چو کی ہے نزاکت کی تو پہرا ہے حیا کا
 ان ننھے سے تیرون میں بھی ہو توڑ بلا کا
 شکل سے شبِ وصل اٹھاپروہ حیا کا
 کیوں ساتھ چھڑاتی ہے قدیمی رُفقا کا
 بل کھا گئی جب بوجھ پڑا رنگِ حنا کا
 کیا سیکھی ہے اندازِ قصا تیری ادا کا

<p>انسان کو معلوم نہیں وقت قصا کا تقوید جو ہاتھ آئے مزار شہدا کا یہ قہر کی تلوار وہ ناوک ہے بلا کا</p>	<p>کیا جانیے آجائے گا کس روز وہ جلاد باز وہ بین اپنے دل بیمار کے باندھوں اللہ ہی اُس ابرو و مژگان سے بجائے</p>
<p>مشتاقی امیر اٹھ گئے دنیا سے ہزاروں پروہ رنج محبوب سے اٹھانے حیا کا</p>	
<p>سب تڑپنے ٹکڑے کا مزا جاتا رہا وہ اُننگین ست گئیں وہ دولا جاتا رہا ہا سے وہ غم دوست وہ درد آشنا جاتا رہا ہاں مگر اک دم غریب آتا رہا جاتا رہا اک نگاہ لطف میں سارا گلا جاتا رہا ہا سے ظالم ہا سے ظالم کا مزا جاتا رہا رہ گئے نا آشنا سب آشنا جاتا رہا واسے قسمت یاس کا بھی آسرا جاتا رہا پروہ شریلی نگاہوں کا مزا جاتا رہا دیکھ لینے سے دوا کے درد کیا جاتا رہا آج سب اندیشہ روز جزا جاتا رہا کیون میان کیا ڈھونڈتی پھر تو ہو کیا جاتا رہا خواب میں بھی دیکھنے کا آسرا جاتا رہا تم گلے سے لگتے سارا گلا جاتا رہا پھر لوگے ہاتھ پورنگب حنا جاتا رہا وہ تقدس ہو چکا وہ اٹک جاتا رہا</p>	<p>ایک دل ہر دم مرے پہلو سے کیا جاتا رہا سب کشتے تھے جوانی کے جوانی کیا گئی درد باقی غم سلامت ہے مگر اہل کہان آنے والا جانے والا بیسی مین کون تھا ہنکھ کیا ہے موہنی ہے سحر ہے اعجاز ہے مر گیا مین جب تو ظالم نے کہا افسوس آج درد باقی داغ باقی دل ہی پہلو میں نہیں چھوٹے وعدہ دن سو وہ راحت کا سہارا بھی گیا بے تکلف نشے نے تو انکو کر دیا شر بہت دیدار سے تسکین سی کچھ ہو گئی آیت لا تقنطوا اتری تو عاصی بول اٹھے نچو کلیمون مین جو دیکھا چھپ کر کہنے لگو نہید بھی فرقت میں کھا بیٹھی ہے آئینی قسم جب تک تم تھے کشیدہ دل تھا شکوہ و بھرا مرگ دشمن پر کھٹ افسوس تم ملتے تو ہو شیخ جی مین اور شب بھر دخت رز اختلاف</p>

<p>آتے آتے ہاتھ میں رنگِ حنا جاتا رہا آبِ تہمیری بیوفائی کا گلا حبا تھا رہا آپ جب آئے تو دل سے مدعا جاتا رہا ہاے اب وہ ناکنا وہ جب ناکنا جاتا رہا بوالہوسِ بدنام کن اچھا ہوا جاتا رہا ہاے وہ نازوں کا پالادل مرا جاتا رہا کیا لحاظ آنکھوں کا بھی اوجھیا جاتا رہا ڈرتوں کا اک طرف غوبِ خدا جاتا رہا</p>	<p>شوخیانِ رگِ رگ میں ہین جیتا دہان کسا ہونگ ہاے وہ صبحِ شبِ وصل انکا کہنا شرم سے بیخود می کاہو برا محسوس رکھا وصل سے دل دہی آنکھیں وہی لیکن جوانی وہ کہاں تیرے دشمن ہوگ دشمن کا کرین جانی بھی ہے میں نے بھاتی سے لگا کر جسکو رکھا عمر بھر گھورتے دیکھا جو پچھتوں میں جھنجھلا کر کہا کیا بری شے ہے جوانی را دن ہوتا ک جھانک</p>
<p>گھو گیا دل گھو گیا رہتا تو کیا ہوتا امیر جانے دو اک بیوفا جاتا رہا جاتا رہا</p>	
<p>مگر جو کیو دیا لے گیا مدا ہو کو لایا خدا لے گیا اشاروں میں دل کو اڑا لے گیا لگاؤ سے ہسکو لگا لے گیا کہا دل نے وہ لی گیا لے گیا کہ ہاتھوں سے دل کو سنبھالے گیا ٹپٹپنے کا بھی وہ مزا لے گیا کنکھوں سے وہ دیکھے بھالے گیا جنوں آکے سیکو چھڑا لے گیا بخار اپنے دل کا نکالا لے گیا</p>	<p>غنی ساتھ دنیا سے کیا لے گیا بڑی پیچ و پیچ تھی راہِ دیر تری آنکھ کا تل وہ بادی ہے چہر عجب ترکِ غم بھی چلاک تھا کیا غم نے تاراج جب صبر کو کیا سامنے یار کے میں تو یوں کیا دل تو طاقت بھی جاتی رہی بظاہر را مجھ سے غافل مگر ہبت تھے اسیرانِ زندانِ ہوش وہ جب تک رہا مجھ پر سا کیا</p>
<p>سکدیا تھا مستحق لے امیر</p>	

مرے استخوان کیوں ہمارے لے گیا

پرسش کو مری کون مرے مگر نہیں آتا
تم لاکھ قسم کھاتے ہوٹنے کی عدد سے
قاتل ہی کے کھنچنے کی شکایت نہیں ہم
مین واسطے دیتا ہوں وہ خط لے نہیں جاتا
ڈرتا رہے کہیں آپ نہ پڑ جائے بلا مین
غیروں نے برا مج کو کہا ہو تو کہا ہو
ناوک کی خطا سے نہ کما نذر کی تقصیر
جو مجھ پہ گزرتی ہے کبھی دیکھ لے ظالم
پھول اُسے کھلائے کہ بتو یہ نہ کہو تم
دودا نوں پر اشکون ہی کے دُون فاتحہ دل
کہتے ہیں یہ اچھی ہے تڑپ ل کی تہائے
بخاتی ہیں چلن رُخ روشن کی شعا عین
سُجھاتے ہیں جہن لہن تو اُلجھا تو ہیں اکدل
چوٹاُس نگہ ناز کی کھاتا نہیں ناصح
دشمن کو بھی جوتی ہے مرے حال پر رقت
غیروں سے اشارے مرے آگے سہر محفل
کہا آنکھ اٹھاتا ہوں کہ آتے نہیں تیور
غزبت سکدہ و ہر مین صدے سے مین صدے

تیور نہیں آتے ہیں کہ چپکے نہیں آتا
ایمان سے کہہ دوں مجھے باور نہیں آتا
خنجر بھی تو پہلو کے برابر نہیں آتا
قاصد کو ذرا خوف پیسہ نہیں آتا
کوچے مین ترے فتنہ محشر نہیں آتا
باور نہیں آیا ہو یہ باور نہیں آتا
اسے طائر دل وقت برابر نہیں آتا
پھسردیکھوں کہ رونائے کیونکہ نہیں آتا
افد کے گھر سے سین زیور نہیں آتا
افس ہے اتنا بھی میسر نہیں آتا
سینے سے تڑپ کر کبھی باہر نہیں آتا
آتا بھی ہے باہر تو وہ باہر نہیں آتا
نہر ق اس مین کبھی بال برابر نہیں آتا
یہ صید کبھی تیر کی نو پر نہیں آتا
پر دل یہ ترا سے کہ کبھی جس نہیں آتا
پھر آپ کہیں گے کہ مجھے شہ نہیں آتا
کب بیٹھکے اٹھتا ہوں کہ چپکے نہیں آتا
اسپر بھی کبھی یاد نہیں گھر نہیں آتا

ہم جکی ہوس مین مین امیر آپ سے باہر
وہ پردہ نشین گھر سے بھی باہر نہیں آتا

کچھ ٹھکانا ہے ناتوانی کا
 داغ دل میں جو ہے جوانی کا
 جانتا ہوں کہ خود مٹا ہوا
 اور اسے پیر چسپ کیا کوسوں
 راہ میں وہ مجھے ملے تو ہوا
 حلقہ چشم وقتِ نزع نہیں
 جوشِ فصل بہار میں اسے گل
 ناز اُنکے بھی اٹھ نہیں سکتے
 اسطرح بھی بنگاہِ لطف کبھی
 مرگ جسکو جہان میں کہتے ہیں
 مثلِ شبِ نیم ہمارے قسمت میں
 رُخ ترا کس طرح میں دیکھ سکوں
 اے غم یار میں نہیں ملتا
 چکر آیا مجھے تو یہ سمجھا
 بہر نام سکندر آئینہ
 پر چلکین مانگین کو دیتا ہے
 گُل کے سجھا یہ میں کہ دیدہ تر
 چودھوین کا بھی چاند صدقے تھا
 نہ اٹھا مفلسی میں دستِ سوال
 پورا پورا شبلیہ یوسف میں
 کیون نہ پیری میں داغِ دل ہو غم

نہ اٹھا بوجھِ زندگانی کا
 گل ہے یہ شمعِ زندگانی کا
 پردہ کب تک یہ لن ترانی کا
 صبر تجھ پر مری جوانی کا
 سامنا مرگِ ناگہانی کا
 ہے یہ چھتاڑی نشانی کا
 رنگ ہے تیری نو جوانی کا
 زور ہے اب یہ ناتوانی کا
 صدقہ اسے نو جوان جوانی کا
 نام ہے میری زندگانی کا
 ایک دانہ ہے وہ بھی پانی کا
 زلف ہے لام لن ترانی کا
 نام ملتا ہے ناتوانی کا
 اُس نے چھلا دیا نشانی کا
 چشمہ ہے اب زندگانی کا
 جو بن اُبھرا ہوا جوانی کا
 چور ہے شمعِ زندگانی کا
 ماسے عالم تری جوانی کا
 ہے یہ احسان ناتوانی کا
 رنگ ہے تیری نو جوانی کا
 پھول ہے باغِ نو جوانی کا

<p>دل بتوں سے اٹھا نہیں سکتا منتظرِ حشر میں ہے دامنِ تر رنگِ بارے ذاقِ مینِ محب کو دل تو مینِ نذرِ کرچکا اسے جان</p>	<p>شکر کرتا ہوں ناتوا فی کا مہرِ محشر کی مہرِ مانی کا آسرا مرگِ ناگہانی کا اب سبب کیا ہے مہرِ مانی کا</p>
<p>زیست کا اعتبار کیا ہے امیر آدمی بلبلا ہے پانی کا</p>	
<p>آغوشِ نوز میں کبھی سائیا نہ جائیگا اس چاند کو یہ داغِ رنگا یا نہ جائیگا ہوں ناتواں پھر آپ میں آیا نہ جائیگا ہنکھنیں یہ کہتی ہیں کہ چھپایا نہ جائیگا کیا سُرِ مہ آکھ میں بھی لگایا نہ جائیگا پھر تم سے میرے دل کو دکھایا نہ جائیگا ظالم سے دو دلوں کو ملایا نہ جائیگا جو بن اُجھار پر سے چھپایا نہ جائیگا یہیل خاک میں تو ملایا نہ جائیگا دو بھولوں سے کھن بھی بسایا نہ جائیگا مسجد کا ہے چراغِ بھجیا یا نہ جائیگا</p>	<p>گھر میں تمہارے غیر سے جایا نہ جائیگا دل کیسوں میں ہم سے پھنسیا نہ جائیگا بیخود نہ کر وصال میں اسے جلوہ صنم کہتا ہے دل چھپاؤں گا میں خوباںِ عشق سلوار اُن سے کچھ نہیں سکتی نہ کچھ سکے جب دیکھ لو گئے یاس بھری میری شکلِ ثم لاکھوں کو خاک میں تو ملا دیگا آسمان چہرہ چھپالین آکھ چرالین حیا سے وہ ملاؤں میں اُن سے دل میں کہ درختِ محال ہو پہنا سے جنکو چھو لو گئے ہمارے بعد مرگ ترکِ ادب ہے دل سے مٹاؤں جو عشق</p>
<p>وہ غمخیز اس چین میں مراد ہے امیر بادِ بہار سے بھی کھیلایا نہ جائیگا</p>	
<p>میٹھا نہ کھجڑا کا بنایا نہ جائیگا آدمی سے یہ چراغِ بھجیا یا نہ جائیگا</p>	<p>دل میں خیال اُن آنکھوں کا لایا نہ جائیگا آہوں سے سوزِ عشق مٹایا نہ جائیگا</p>

<p>اب مجھ سے پاس چکے آیا نجانیکا آڑے مری دفا سے بھی آیا نجانیکا یہ گھڑا جڑ گیا تو بسا یا نجانیکا مجھ سے تو ساتھ آپ کے آیا نجانیکا ہوں ناتوان حجام اٹھایا نجانیکا حاشق کا یہ لہو ہے چھپایا نجانیکا پھولوں کو پھر صبا سے منسایا نجانیکا مجھ سے تو یہ غریب بدلایا نجانیکا دل میں جو درد ہی وہ بٹایا نجانیکا یہ مذکب کیو مجھ سے دکھایا نجانیکا خنجر کا تیرے ناز اٹھایا نجانیکا</p>	<p>یہ تیرہ شام غم ہے کہ کہتا ہے سایہ بھی گرہین بھی جفا بین تو ظالم خزا کے دن کیون یاس توڑتی ہے مری دل کا آسرا دشت میں تھک کر مجھ سے یہ ہزاروں کہا چلو ہی سے پلاوے مجھے ساقیا تیرا دکھلا کے سب کو دست خانی وہ کہتے ہیں روؤں کا درد دل سے کبھی میں جو باغ میں دوزخ نے مج کو دیکر کے مالک سی یہ کہا سو غمگسار لاکھ ہوں غمخوار اس پاس مجھ رو سیہ کو قبر میں رہنے دے اے کریم تیرے ہزار غم سے میں قائل اٹھاؤں سکا</p>
<p>دیدار یار کا نہ اٹھے گا مزہ ایسا جب تک دُوی کا پردہ اٹھایا نجانیکا</p>	
<p>اس باغ میں سنبل کو پریشان نہیں دیکھا وہ پھول ہوں میں جس نے گریبا نہیں دیکھا دیکھو گے ابھی تم نے مریجان نہیں دیکھا آغوش میں دامن کے گریبان نہیں دیکھا اس گھر سے نکلتے ہوئے مہمان نہیں دیکھا نادان کوئی تجھ سے دل نادان نہیں دیکھا اب بھی نہیں دیکھا تو کہوں ہاں نہیں دیکھا اس فن میں تو نادان کو بھی نادان نہیں دیکھا</p>	<p>کھولے ہوئے جوڑا تجھے ایجان نہیں دیکھا وہ خار ہوں جسے کبھی دامان نہیں دیکھا کیا کہتے ہو بس دیکھ لے حال تمہارا ہاں دست جنون دیکھیں تو ہم نے کبھی اتک بیفائدہ تم کہینچے ہو تیر کو دل سے بر باد کیا مج کو ہوا آپ بھی بر باد کیا شوق ہے دکھلا کے دہ رنج پوچھیں جو تجھ سے دل لینے میں ہر طفل حسین ہوتا ہے اُستاد</p>

<p>اُجڑے سہ سے دل کا کوئی خوابان نہیں دیکھا تلوار کے منہ پر بھی ہر اسان نہیں دیکھا وہ آنکھ نہ دیکھی جسے گریبان نہیں دیکھا پر دیکھنے کی طرح مر سجان نہیں دیکھا پر دل سے نکلتے ہوئے ارمان نہیں دیکھا میں نے ابھی اے جلوہ جاناں نہیں دیکھا</p>	<p>تیس رنگہ یار نے بھی رخ نہ کیا ہائے وہ دل تھا ہمارا کہ تری تیغ نظر نے سے محفل دنیا بھی عجب درد کی محفل دیکھا تو مر سے حال کو سو مرتبہ تم نے جان آنکھوں سے دم تن سے نکلتے ہوئے دیکھے آنکھوں نے جو دیکھا اُسے تو دل یہ پھکارا</p>
<p>انصر وہ امیر اپنی تباہی سے بہتے تو کہیں کیا حوصلہ کلب علی خان نہیں دیکھا</p>	
<p>کچھ زمانہ نہیں کروٹ جو بدل جاؤنگا کہ میں اس بھول بھلیان سے نکل جاؤنگا رہ گیا تھک کے اگر آج تو کل جاؤنگا اب کچھ امید پڑی ہے کہ سنبھل جاؤنگا بنفص کو ہاتھ لگاؤں گا تو جھل جاؤنگا مثل آواز سلسل سے نکل جاؤنگا دیکھ تو آئی تو میں گھر سے نکل جاؤنگا اور بھی چھو لوں بھلون گا جو میں جل جاؤنگا عکس آئینہ صفت گھر سے نکل جاؤنگا دو گھر دی دیکھ لے چھو لوں کہ ہل جاؤنگا ساتھ لیکر میں یہی مشن عمل جاؤنگا سنبھل ہوں توڑ کے دیوار نکل جاؤنگا دل میں سمجھا تھا وہ کانہ کہ میں جل جاؤنگا</p>	<p>میں بھی وقت پر قتل سے نہ ٹل جاؤنگا لاکھ دنیا میں بھنوں چال و چسل جاؤنگا اس سرزمین میں مسافر نہیں رہنے آیا خبر آئی کہ وہ آتا ہے عیادت کے لیے سوچتا ہے مری تپ دیکھ کے فرقت میں طیب ہوں سبک رُوح کرے گا مجھے کیا قید کوئی مستی اُن آنکھوں میں آتی ہے تو کہتا ہو حجاب بارخ عالم میں ہوں گویا شجر آتش باز سامنے سے جودہ سرکین گے تو ہوگی یہ تڑپ دیکھنے دے مجھے رخسار ترا ہر ج ہے کیا مر کے بھی دل سے مٹے گا یہ حسیو کا خیال جوش و خروش میں مجھے تیری زندان نہ کرو آتش عشق مجھے ہو گئی گلزارِ حسیل</p>

	<p>قدردان مصحفی و حضرت سودا کے امیر لیکے تربت پہ انہین کی یہ غزل جاؤنگا</p>	
<p>دو قدم میں میں دو عالم سے نکل جاؤنگا تھوکر میں تو لہو لعل اگل جاؤنگا کوئی حمالا ہوں برس کر جو نکل جاؤنگا تو اٹھانا مجھے میں گر کے چسل جاؤنگا تیرے آغوش کے سانچو میں میں ڈھل جاؤنگا میں پینکے کی طرح وصل میں چل جاؤنگا ہاں اگر تونے سنبھالا تو سنبھل جاؤنگا میں سیبخت دھوان بن کے نکل جاؤنگا کچھ ترا وعدہ نہیں ہوں کہ میں تل جاؤنگا قید رہنے کا نہیں صاف نکل جاؤنگا ڈر رہا ہے کہ پونخلوں کا چھسل جاؤنگا رنگ بد میں نہیں تیرا کہ بدل جاؤنگا</p>	<p>چال و حشمت کی کسی روز جو چسل جاؤنگا جو ہری ہو کہ نہو کوئی سخن کا پس گ اب میں گریان ترے کو چمے میں جو آیا کو سے جانان میں یہ کہتا ہے مراد دل مجھے مجھے کہتا ہے شب وصل یہ جو بن اٹھا پونکے آئی ہے کیوں آتش زفت مجکو عش سنبھلے نہیں دیتا مجھے لے سوتی وصال جھونک دیگی جو مجھے آگ میں شمت میری آج بوسہ تجھے دیتے ہی بنے گا ایجان نور شمع تر فانوس ہوں میں زیر فلک چکنی چکنی تری باتیں نہیں سننا نا صح وعدہ وصل پہ چاہی جو قسم منہس کے کہا</p>	
	<p>وصل میں اس سے مراد وصل کہتا ہے میر کیا میں ارادہ ہوں کہ نکل جاؤنگا</p>	
<p>سمندر عمر سے اچھستہ سوار اتر لینا کہ مہر یہ آگ لگی ہے ذرا خبر لینا بچے جو تیغ سے تم پہ چھینوں بدھ لینا لگا دو ہاتھ جنازے کو پھر پور لینا بلا میں اسکی مجھے سچ سے تاکر لینا</p>	<p>حریم کو چھ قاتل کی راہ گر لینا جگر سے اٹھتے ہیں شعلے کہ کوا بوم یہ مجکو دیکھ کے پلکوں کو حکم ابرو ہے پڑا ہے دیر سے مٹی خراب ہوتی ہے لٹک کر کہتی ہے وہ زلف لاکھ پیچ پڑن</p>	

<p>حسین شراب جو دین سیکے توبہ کر لینا کہاں چمک کے یہ بجلی گری خبر لینا شہید فراق میں کر دے اور اور دھری لینا برائے جاتی ہے کس کی ذرا خبر لینا</p>	<p>مڑے اڑا کہ در توبہ باز ہے زائد وہ مسکرا کے مرے چھوڑنے کو کہی ہیں کبابہ سیخ کی گردش سکھ نہیں آدل شہید ناز کا تابوت اٹھا تو فرمایا</p>	
<p>امیر جاتے ہو تھانے کی زیارت کو پڑے گاراہ میں کعبہ سلام کر لینا</p>		
<p>خدا سے کام پڑا ہے بتو خبر لینا جو دیر راہ میں آئے طواف کر لینا ہے ہیں بکھیت ہماری ذرا خبر لینا کہا تھا سے کہ بڑا بکھرا خبر لینا جو دل پہ قبضہ مرا ہو تو مجھ کر لینا اگر پہنچ نہ سکوں میں مری خبر لینا ابھی نورات ہی ساری پڑی ہوں مری لینا مری طرف سے بھی خنجر کو پیار کر لینا یہ کس نے پڑے سے جھانکا ذرا خبر لینا</p>	<p>دہم اخیر سے لازم لٹ رہ کر لینا چلا تو تہے طرف کعبہ دیکھ لے حاجی پجارتے ہیں یہ کشتہ تہاے قتل میں مریغ غم کی عیادت کو جیتے وہ سوا یہ تیر غمزہ سے کہتی ہے تیغ نازاں کی ہجوم ہوگا بہت جلوہ کا و حشر ہرین بار نہ تو دشمن سے لے دل شہنشاہ میں ہم گلے تو قتل کے دن عضو عضو کہتا ہے چمک کے بار سے عالم پر گر پڑی بجلی</p>	
<p>ٹرپ کے منہ سے کلیجہ کل پڑے نہ امیر بہت جو در داسٹے دل پہ ہاتھ دھر لینا</p>		
<p>در داسٹے اٹھکے بتا ہے ٹھکانا دل کا کیا موافق تھا جوانی میں زمانا دل کا وہی جھگڑا وہی دھمکے پڑا دل کا لذت قتل گھٹا ہے بڑھانا دل کا</p>	<p>ناوک ناز سے مشکل ہے بچانا دل کا لوٹ جاتے تھے حسین دیکھ کے آنا دل کا کہتے ہیں کیا میں کر دین بن کو فنا دل کا آفرین کہنے سے رک جاتا ہے قاتل میرا</p>	

اسنے دیکھا اُسے اور اُسے اُسے دیکھ لیا
 آج اس شوق سے پریشان مری زمین آیا
 ہائے وہ پہلی ملاقات میں میرا کرنا
 عشق میں مہر کرنا ضبط کبان تاب کرنا
 بچلے بیٹھے رہو قدموں پہ پڑا ہے وہ
 قسین کلم ظرف تھا فدا و تنک حوصلہ تھا
 سینہ چھلنی کیسے دیتی ہیں نگاہیں انکی
 یوں نہ تھا آئینہ گاہی مال کبھی دروخت
 مستقل آہ کی پہلو سے صدا آتی ہے
 نگہ باز سے کہتے ہیں آزادے اسکو
 جی لگے آپ کا ایسا کہ کبھی جی نہ بھرے
 حسرت و دور کا اندازے فرقت میں ہجوم
 دل مرا لیکے دکھا دی مجھے مٹھی خالی
 ہائے وہ دیکھ کے اُبھرا ہوا جو بن اُن کا
 مشرب عشق میں کیسی ہیں یہ اُنسی باتیں
 تیر پر تیر لگا کر وہ کہا کرتے ہیں
 دل جو بن اُن سے تو ای جان یہ گہرا پردہ
 کسی پہلو پہ وہ آئین مگر آئین تو سہی
 گرمیاں کرنے کا ہے خوب سلیقہ لگو
 پھیر کر نہ بچھے تیرا پتہ ہیں اور کہتے ہیں
 جتنے ارمان تیرے جی بھر کے نکالے لیجان

اب تو شور سے پہلو میں چھپانا دل کا
 آگیا یا کسی شوق پر آنا دل کا
 اور اُس کا وہ لگا دٹ سے بڑھانا دل کا
 جان جانا نہیں ہدم یہ سے جانا دل کا
 دیکھو اچھا نہیں ایسا اُٹھانا دل کا
 دل لگی ہمتو سمجھتے ہیں لگانا دل کا
 ڈھونڈتے پھرتے ہیں تیر ٹھکانا دل کا
 سیکھ دزدیدہ گاہی سے چرانا دل کا
 اب وہ ہے درد کا گھر تھا جو ٹھکانا دل کا
 سانسے آہی گیا اب تو نشانا دل کا
 دل لگا کر جو سنیں آپ فسانا دل کا
 کہ نہیں اب کسی گوشے میں ٹھکانا دل کا
 پھر کہا دیکھ لیا ہاتھ سے جانا دل کا
 دونوں ہاتھوں سے مرا ٹکبو دبانا دل کا
 د لگے جائے کو یہ کیوں کہتے ہیں آنا دل کا
 کیوں جی تم کھیل سمجھتے تھو لگانا دل کا
 اور ردا رکھتے ہو پر دے میں بھی آنا دل کا
 نہ سنیں بات مری سن لین فسانا دل کا
 سیکھو آنکھوں کی شرارت سو جانا دل کا
 بچ بد لکھ ہم اڑاتے ہیں نشانا دل کا
 وصل میں لوٹ لیا مٹنے خزانہ دل کا

یون اڑا دیتے ہیں اُستاد نشا نادل کا	نگہ ناز سے غمزے نے کہہ ٹپا کر
ہر نگہ وصل میں اُس شوخ کی کہتی ہے امیر ہو جسے حکم اڑا دے وہ نشت نادل کا	
<p>شہر م آتی تھے فخر بھی جو عریان ہوتا ابر ہی آکے مری خاک پہ گریان ہوتا کوئی بے رحم ہی دل کا مرے خواہان ہوتا اب یہ صورت ہے کہ وہ بھی نہیں پران ہوتا جلوہ کر کفر کی آغوش میں ایمان ہوتا برہ کے دامن سے ہم آغوش گریبان ہوتا دل میں جو کچھ تھا سب نکھون سہمیان ہوتا تیرے کہنے سے نہ پتہ تو پیشیمان ہوتا اس سے احسان نہ کرتے وہ تو احسان ہوتا مفت ان اوچھون کا شرمندہ احسان ہوتا حشر کیا فتنہ ہے جس سے میں پریشان ہوتا جھونک دیتا مجھے دوزخ میں تو احسان ہوتا دل عجب گھر ہے کہ ہرگز نہیں ویران ہوتا تو نہ کا فر کوئی ہوتا نہ مسلمان ہوتا خون ناحق سے پسِ قتلِ پشیمان ہوتا</p>	<p>کیا میں اسے پروہ نشین قتل کا خواہان ہوتا رونے والا کوئی ہوتا تو کچھ آنسو پچھتے داغ ہی دیتے کو لینا کوئی لینا تو سہی دروہی تھا دل ہمار کا غمخوار تدیم حلقہ زلف میں وہ دُخ جو جھلک دکھاتا لطف تھا دوست درازی کا جب اے وحشتِ دل دیکھتے چاہ سے تم پیار سے ہم تو شہِ وصل پیکے واعظائے گلگون مرے دشمنِ چٹائین بوسہ کیا بھکدیا ہے کہ خریدا ہے غلام ہلکے زخموں نے مزہ کچھ نہ دیا خوب ہوا ایسے ہنگامے بہت دیکھے ہیں اُس کو چوہین جب وہی جو رہنہیں خلد میں تو داورِ حشر ایک ارمان نکلتا ہے تو سواستے ہیں پھوٹ پڑتی نہ اگر شیخِ دبرہن میں یہاں کہہ اٹھا اس لیے مضمورانِ حق کہ وہ شوخ</p>
کیا مزہ دیتی ہے وہ کہے کھٹک اسکی امیر دل کے بدلے بھی مرے سینے میں پیکان ہوتا	
زخم کھایا کیسے ٹانگا کبھی کھایا نہ گیا	ہر سے دل درِ محبت کا دکھایا نہ گیا

<p> عمر چلتے ہوئے گردی کہیں آیا نہ گیا رنگ کا بوجھ بھی اس گل سونگھا یا نہ گیا رات تھا کونسا جادو کہ جگیا یا نہ گیا دیکھو آئینے سے اک بال چھپا یا نہ گیا تیری رفتار کا انداز اڑا یا نہ گیا چادون پردے میں ساتی سے بٹھا یا نہ گیا پردہ محل لیلیٰ کو اٹھایا یا نہ گیا قلع زہر بھی ساتی سے پلایا نہ گیا مر گئے بھی غیر کا احسان اٹھایا نہ گیا کسا مہمان ہوا میں کہ جلایا نہ گیا نام حاتم تھا مگر میں کہ مٹایا نہ گیا </p>	<p> نبض کی چال سکھائی تپش دل و بجھے کتنا نازک تھا دل زار کہ پڑ مرد دریا کبھی کا جل کبھی آنکھوں میں لگا یا سر نہ یہ مراد دل ہے کہ ہوا میں نہاں لطف کبکٹ دلاؤس نے ہر کام پہ کھائی ٹھوکر دھب زربخ تھی مستون ہی کی صحبت میں ہی قیس کی خاک اڑانے کو ہوا آندھی تھی جام سے فروغ جانان میں پلانا کیسا لاش بے گور و کفن وادی غربت میں ہی بزم غم میں مجھے قسمت نے بنایا ہے چراغ چرخ ممسکے سٹلے میں بہت کشش کی </p>
<p> بیچ قاتل بھی ہے کیا چشمہ بے فیض امیر کوئی قطرہ کسی پیاسے کو پلایا نہ گیا </p>	
<p> قید اگر عرش کی زنجیر بین نالا ہوتا اٹھنا ناز کو چمکا کے نکالا ہوتا دیکھتے برقی بجلی کو سب بٹھا لا ہوتا تیغ کہتی ہے مجھے بیج میں ڈالا ہوتا کوئی نشتر کوئی کانٹ کوئی چھالا ہوتا کسی گرتے ہوئے بلیک کو سب بٹھا لا ہوتا ٹوٹا پیوٹا کوئی مٹی کا پیالا ہوتا کوئی ارمان مرے دل کا نکالا ہوتا </p>	<p> درو الف نے وہاں سے بھی نکالا ہوتا کان میں بکلیوں سے حسن دوبا لا ہوتا طور پر ہنسا اگر دیکھتے والا ہوتا جب میں کہتا ہوں نہ جھگڑا سرگردن کاٹا اور سامان جنون میں جین درکار نہیں نا تو ان کو گرایا تو فلک کیا پایا منھ پر غرہم ہی پہ نہیں بادہ کشی مجھ پر آنکھیں جو نکالیں تو ہوا کیا حاصل </p>

<p>شوق ہوتا مے قاتل کو جو گلابی سے ہاتھ سے یار کے مے پیتے تو ہوتا نہ گناہ حسن بے پردہ سر طور پکا را آ کر دل بیتاب پہ سبکی کی طرح گرتی تھی فکرین دور میں مجھے کھانے میں کم کو بھگا پھول نہیں نہیں کے مرے ہنم جگر بجاتے وادہی گرم محبت میں ہین کاٹنے پیاسے اوبت اللہ تو ہے آپ رگ گردن میں رگ جان آپ ہی گردوب کے اچھلی ٹوکیا پیاس سے حلق میں سہل کے پڑی ہوئی تھے کیسا بلا جھوم کے گھنگور گھٹا آئی ہے لذت داغ محبت سے جو ہوتا آگاہ</p>	<p>میں نے سر کاٹے قتل میں اچھا لہوتا کو رہے سچ جاتے اچھوتا جو پیا لہوتا بچھپتے جب ہم کہ کوئی دیکھنے والا ہوتا شرم نے وصل میں شوخی کو سنبھالا ہوتا لاکھ منہ ایک میں کس کس کا نوالا ہوتا کوئی خوش ہو کے اگر دیکھنے والا ہوتا کاش اک چھوٹی سی چھاگل لیے چھالا ہوتا ہاتھ ہی تو نے گلے میں مرے ڈالا ہوتا اُس کے ڈوبے ہوئے نشتر کو اچھا لہوتا چھیڑنے خنجر قاتل میں جو چھالا ہوتا ہاں اس وقت مرا گیسوؤں والا ہوتا ہوتی ہر پھول کو حسرت کہ میں لا ہوتا</p>
<p>لطفت حسرت کی نگا ہو سکا تو جب تھا کہ امیر ان نگا ہوں کا کوئی دیکھنے والا ہوتا</p>	
<p>اُسکے اُس محفل سے گھبراہٹ کا احسان رہ گیا قافلہ منزل پہ پہنچا ہاں سے اے دامدگی یوں تو رکھا سیکڑوں نے تیرے قتل میں قیم ہو سے کی لذت میں بھولے شکوہ و شام یار جانتے ہیں گل اُس کیو ہم اسیرانِ نفس قالب بے روح کی کیا خاک ہو عالم میں قدر دیدہ بسمل پہ حیرانی نے پٹی باندھ دی</p>	<p>وا تو جانان کے نیچے وب کے دامان رہ گیا میں پریشان صورت گردِ سیاہان رہ گیا رہ گیا جو کھیت اُسکے ہاتھ میں دان رہ گیا عیبِ منعم پر وہ ہمت میں پہن رہ گیا دلین جو داغ تماشا سے لگستان رہ گیا کوچ یوسف نے کیا خالی یہ زندان رہ گیا مرتے دم نظارہ قاتل کا ارمان رہ گیا</p>

<p>پروہ پوشی تو بہت کی زخم دامن دار نے پردہ اٹھا رخ سے اُسے سب کو دکھلایا جمال شکر کی جا ہے پڑی سینہ تنگائی کی اسید واسے حسرت مار ڈالا محبوشی قتل نے پردہ وحشت ہوا فرط نقاہت سے نہ فاش ساتھ ہی گیسو کے آیا مصحف رخ کا خیال دل جو میرا رہ گیا ہو کر ہو تو یہ گسیا کو بچ رہے درپیش سب کو ایا بادشاہ</p>	<p>خجستہ قاتل مگر عربان کا عسکران رہ گیا رہ گیا تو اک مری آنکھوں سے پہنان رہ گیا جذبِ دل سے ٹوٹ کر قاتل کا پیکان رہ گیا ذبح کرنے کا مرے قاتل کو ارمان رہ گیا ہاتھ دامن سے جو پہنچا تا گریبان رہ گیا غیر گزری جا چکا تھا آج ایمان رہ گیا شکر ہے اُسکی جگہ پہلو میں پیکان رہ گیا آگیا اس گھسین جو دورِ زمہان رہ گیا</p>
--	--

آئے بیٹھے اٹھ گئے کتنے حسین لیکن امیر
 شکل آئینہ میں اس محفل میں میان رہ گیا

<p>مصور میں زلفون کے رویا کی وہ ہنس ہنس کے نشتر چھو یا کی دہان و لکڑ کو دکھا کر رہت عجب قدرت حق کے اے بت میں کھیل برا خواب غفلت کا ہو وقت کو تاج ہو واجب سے وہ گل طرفدارِ غیر تصورِ قرہ کا تری راست عبور تڑپنے کی پہل کے دیکھی نہ سیر را خواب میں اُن سے شب بھر وصال خط ہنر کے غم نے خوشی دیے جوانی میں بھی یان نہ آئی ہنسی</p>	<p>میں بالون میں موٹی پرو یا کی میں ردو کے دامن جھگو یا کی مجھے دونوں عالم سے کھو یا کی کہ مٹی کے پتلے کو گویا کی گئے میرے ساتھی میں سویا کی مرے حق میں کانٹے ہی بویا کی رگ جان میں نشتر چھو یا کی لہو سے وہ تلوار دھو یا کی مرے بخت جاگے میں سویا کی حقیر میری کشتی ڈبو یا کی میں اپنے لڑکھن کو رویا کی</p>
---	--

مزدہ وصل کی شب کا یون بڑھ گیا	کہ کچھ دن چڑھتے تک وہ سو یا کی
پس مرگ مٹی بھی اُس نے نہ دی	امیر ابرو مفت کھو یا کی
<p>ہر جام میں ہے جلوہ مستانہ کسی کا جس آنکھ کو دیکھا ہے جلوخانہ کسی کا جب دیکھتے ہیں ابرسیہ کہتے ہیں بہت بوڑھ لٹ کی لائی جو صبا میں ذیہ جانا بدلی ہے کہ میخانہ بجلی ہو کہ مے ہو پہل بچے اُس قاتل عالم کی گلی میں ساقی نہ دکھا بہر خدا سا غر خالی یہ حُسن کے بازار میں کیا لوٹ پڑی ہے لے طالع بیدار میں سوتا ہوں خبردار کیا تم سے کہوں دل کی خرابی کا میں اچھا ساقی ہے حیا موجد مے ہے نگہ شرم فریاد پہ کیا گزری جو مجھ پر نہیں گزری کچھ اور بڑھادیتی ہے اُس حُسن کی مستی آواز پری صورت کی آواز کو سمجھا نادان سمجھتے ہیں کہ بڑا رہا ہے مستون میں کسی کے دل پرست کو دھندل ہوتی ہے جگہ گنج کی دیرانہ ہمیشہ نکلا ہے کسی شمع جہاں سوز کی دھن میں</p>	<p>میخانہ ہمارا ہے جلوخانہ کسی کا جس دل پہ نظر کی وہ ہو کاشانہ کسی کا جاتا ہے یہ اڑتا ہو ایہ خانہ کسی کا دل لینے کو آیا ہے یہ بیعانہ کسی کا یہ رعد ہے یا نعرہ مستانہ کسی کا کچھ کام کراسے بہت مردانہ کسی کا سیریز ہوا جاتا ہے پیانہ کسی کا سودتے ہیں پھر تاہنیں بیعانہ کسی کا پہلو سے مرے ہو نہ جدا شانہ کسی کا بر باد ہوا لہ گھر ایسا نہ کسی کا وہ جھپی ہوئی آنکھ ہے پیانہ کسی کا میں اپنے سو کیوں کہوں افسانہ کسی کا یہ آرسی چوٹا سا ہے پیانہ کسی کا محشر میں ہے مست اور بھی دیوانہ کسی کا کیا جانے کس دھن میں ہو دیوانہ کسی کا ہو گا انہیں دیوانوں میں دیوانہ کسی کا جو دل ہے شکستہ وہ ہو کاشانہ کسی کا خورشید قیامت بھی ہو پر دانہ کسی کا</p>

<p>کیونکر نہ سنین شوق سے گل کاں لگا کر وہ حسن ہے اللہ کی قدرت کا تماشا</p>	<p>مرغان چن کتے ہیں افسانہ کسی کا رنگ اور بتوں سے ہی جڑا گناہ کسی کا</p>
<p>بیکار میرا اپنے دل و دیدہ نہیں ہیں ہمینہ کسی کا ہے یہ وہ شہ نہ کسی کا</p>	
<p>مٹا دو نگہ میں چلبلا پن کسی کا کہ احسان لین میرے دشمن کسی کا کہ مجھ سے نہ سنبھلے گا دامن کسی کا کسی سے بے گناہ جو بن کسی کا برا کہنے میں کیوں ہوں دشمن کسی کا دنکا ہے پرشے سے دامن کسی کا جوانی سے روٹھا ہے جو بن کسی کا ترستا ہے پھولوں کو مدفن کسی کا یہ چلین چپائے ہے جو بن کسی کا مجھے اس سے رنگنا ہے دامن کسی کا ابھی کھیلتا ہے راکپن کسی کا انڑچھ اٹھاس کے شیون کسی کا وہ نازوں کا پالا راکپن کسی کا</p>	<p>حیا پولی ابھرا جو بن کسی کا کہا میں نے حاضر ہے دل تو وہ بولے خزا مان ہوئے وہ تو بولی نرا کست میر چارہ ہو کہ خورشید مجھ شہ رقیبوں سے وہ خوش قیاس نہ تھی چمکتی نہیں ابر سے برق تابان ہمیں پہلو گل میں دل تنگ غنچہ او صبر بھی کریم اسے نسیم بہاری نظر جاتے ڈرتی ہے چین چین سے نہ کر خشک لے سوزِ غم خون میرا وہ کیا جانے ہوتی ہے کیسی جوانی کچھ اس درد سے عشق میں کوئی رویا جوانی کی آمد ہے ہوتا ہے خصت</p>
<p>شباب آچکا اب کسے دیکھتا ہے میرا لٹکے ہر باب جو بن کسی کا</p>	
<p>خاموشی کہتے ہیں جسکو جو سخن تصویر کا پیر میں تصویر کا ہو گا کفن تصویر کا</p>	<p>تاب گویائی نہیں رکھتا وہن تصویر کا ساتھ جا بیگا عدم تک پیر میں تصویر کا</p>

<p>صدر مہ فرقت نے یہ صورت بدل گئی مری حسن ٹھکنا ہے حسینوں کا جسے جتنی گاہ فکر رنگین کب ہوا کرتی ہے پری میں دیکھ جو کچھ سامنے آجائے نہ سوچے بولی اور سب من ان گون میں میں لیکر نہیں صلیہ قدرت کی ہو عالم میں صنعت نمود غیر ممکن ہے کہ فیض صلی کے نقل میں کم نگاہی سے وہ دیکھے جس پری کی شبیہ ہو جلوہ گاہ یار میں ہر اک جو حیرت کے دو چار ہو کشتہ حیرت ہوں مجھ میں م نہیں کی تیغ نا جب سے پھولا ایک بھی گل کا م جھپٹا نہیں</p>	<p>بھیجیوں تو متھکین اہل وطن تصویر کا جس قدر دیکھو بھرتا ہے بدن تصویر کا خشک ہوتا ہے کہیں گل کہیں تصویر کا آنکھ آئینے کی پسیدار دہن تصویر کا رنگ لاکھوں بو نہیں رکھتا چمن تصویر کا بالکین نقاش کا ہے ہاں کین تصویر کا نافہ کرتا ہے کہاں پیدا ہرن تصویر کا ایک کا غنڈ بھرتا ہے بدن تصویر کا کرتی ہے نگارہ ساری انجمن تصویر کا زخم کھا کر کیا لہو دے گا بدن تصویر کا کیا دل پردہ میرا ہے چمن تصویر کا</p>
<p>ہوں وہ وحشی کھینچتا ہے جب مرا نقشہ میرا چاک کر دیتا ہے مانی پسیر ہن تصویر کا</p>	
<p>شوق خلوت میں بھی ہوا انجمن آدائی کا پاؤں پر ترے جو سر ہے ترو شیا کی کا پاؤں صحرا میں کجا کب ترے سودائی کا خاک پر خون جو ٹپکا ترے سوائی کا ہم ترے حسن کے بازار سے پھر جانیں کہاں بے ثباتی چمن حیرت نرگس سے کھلی شعقی شام نہیں ہے یہ مرے ماتم میں لا مکان پر طلب احمد کو خدا نے بھی کیا</p>	<p>آئندہ خانہ ہو گوشہ مری تنہائی کا بوسہ مقصود ہے پروہ ہے جین سائی کا دل میں لالے کے رہا داغ ہی تنہائی کا داغ اچھلک رہا ہوا لالہ صحرائی کا طور بھٹکا ہو جو موٹی سے تماشائی کا ملکیا کر سے سر نہ جین مینائی کا مٹہ کو آیا ہے کلیجہا شب تنہائی کا متعل ہو بشر کیا غم تنہائی کا</p>

<p>رو سفیدی مجھے حاصل ہے سیکاری پرین شوق دیدار میں اٹھتی ہے جو ہر وقت نگاہ دل کھارسی سے کیے اللہ نے خلق اُس رخ صاف کو دیکھو تو بڑھو اور فروغ ٹال جاتے ہیں مجھ کو دیکھ کے وہ خلق کہاں دست گستر سے کردار میں یوسف کو نہ چکا کوئی آتا نہیں مجھ تک جو بجز یا حشر تیغِ مرقان کا غضب ہاتھ لگا بائستے عینِ سجدے میں ہر سیر ہے نظارہ اُسکا صحبتِ مردم میں بہتا نہیں دل شوق سے تیغ لگاؤ مجھے لیکن ہیرو ڈر</p>	<p>میں بھی کیا خطِ عمل ہوں کسی سودا کی کا مانا تو ان میں انہیں بشہ ہے توانائی کا بچ رہا کچھ جواندہ سیرِ شبِ تنہائی کا سرِ مہر ہو کر و نظر آنکھ کی بینائی کا رنگ ہو غفلت و منم کی شناسائی کا لے زلیخا ہے یہ کوچہ ترسی رسوائی کا لامکان گوشہ ہے شاید مری تنہائی کا کٹ گیا پاس نگہ چشم تماشا کی کا چشمِ مینا ہے کدواغ اپنی جبین سائی کا لاکھ تصویریں ہوں پر رنج ہو تنہائی کا خندہ زخمِ طعنت ڈور نہ ہو رسوائی کا</p>
--	--

پایا اس کی جو بھیجے گی تو مے کو ترسے
 ظرفِ عالی ہے امیر احمد بنیانی کا

<p>داغ دیکھا تجھے یہ شوق خود آرائی کا جسے دیکھا ہے تجھے دیکھو میں سلب کو آنکھ دیکھ کے آئے ہیں مرے میں ایسے راستی قلمِ الفت میں رہی ہر کو پسند جو پھولوں کے اٹھا جی نہ چڑا اس بلبل تو بھی آئے تو نہ وہ آنکھ اٹھا کر دیکھے بیچ اٹھا لٹک گیا تو نے اٹھا دی جو نقاب لے اہل جلد خیر لے کہ ڈراتا رہی مجھے</p>	<p>دیکھ آنکھ ہے دامن ترسی بکیتی ہی خلق ہے جمع تماشا ہے تماشا کی کا خود وہ منہ چومتے ہیں اپنے تماشا کی کا جب کیا قصد کیا شیر کی پیرائی کا مگر میں صیاد کے ہے محکمہ گیرائی کا اور ہی رنگ ہو اب تیرے تماشا کی کا آج جی چھوٹ گیا تیرے تماشا کی کا دیو بن بن کے اندھیرا شیشیائی کا</p>
--	--

<p>دل مرا سینہ میں کیا اب تو دو عالم میں نہیں تنہا بھی جلوہ گز نامین رو کا تھا پھر ہی تھے حسرت پاؤں دو عالم میں تباہ اپنی جلوے کو وہ خود دیکھ کر کہہ اٹھتے ہیں دشت میں لالہ ہو گلزار میں گل بزم میں شمع دوڑ کر برق بجلی نے سنبھالا اُس کو</p>	<p>جلد یا بنگے خیال اُس بیت ہر جانی کا حوصلہ دیکھ لیا اپنے تماشا کی کا اک جگہ پاؤں ٹھہرتا نہیں ہر جانی کا واہ کیا آنکھ ہے کیا دل ہو تماشا کی کا ہر جگہ رنگ نیا ہو مرے ہر جانی کا لڑکھڑایا جو تدم تیرے تماشا کی کا</p>
<p>سہر شب دروز جو وحشت سے ہو چکرین امیر</p>	
<p>یہ بھی شاید ہے قدم اُس بیت ہر جانی کا</p>	
<p>موقوف بیخودی پہ ہے جلوہ حبیب کا صیاد کچھ تو پاس جو لازم غریب کا اللہ سے پاس عشق میں مجھ کو حبیب کا ہوں وہ مرین غم کہ بدلتا ہو روز رنگ کا عشاق کی خزان سے ہو معشوق کی بہا کسے دہن یہ غنچہ کو یارب دکھا دیا سمجھے جسے تجلی نور خدا کلیم کا ہر سرور پناہ ہوں ہر گل پہ سینہ چاک مارے خوشی کے جانے سے باہر ہو آئینہ کا</p>	<p>اپنی خودی پہ ہے مجھے جلوہ کا قریب کا لشکا دے شاخ گل سے وقف عند لبیب کا آئینہ ٹپک پڑے جو دکھا دل قریب کا ٹھہر رہا مرا مزاج بھی نہ طیب کا غارہ سے گل کو لہو عند لبیب کا اتنا سا ہو گیا ہے جو منہ اس عزیز کا در پردہ تھا جمال خدا کے حبیب کا قری کا دل ملا ہے جگر عند لبیب کا منہ دیکھ کر اٹھا تھا یہ کس خوش نصیب کا</p>
<p>اتنا ایک ہی ہے سچہ زنگار کا امیر</p>	
<p>اسلام و کفر میں بھی ہے رشتہ قریب کا</p>	
<p>سنبھو گُل کو جو پہننے سے ہوتے دیکھا کبھی موتی نہ ہوے یار کے دانتوں سے سفید</p>	<p>تو اسے چاک گریبان اُسے روتے دیکھا آبر و معنی میں جھوٹوں کو ڈھوتے دیکھا</p>

<p>گل کو ہنست نہ یہاں شمع کو روتے دیکھا جاگ اُٹھے جنت مرے اُسکو جوتے دیکھا شمع کو محفل شادی میں بھی روتے دیکھا کسے گل غنچہ بر تصویر کو ہوتے دیکھا شمع کو اشک سے دامن جو بھگوتے دیکھا سیکڑوں جھلون میں پرل سے پوتے دیکھا جان کو مال کو ایمان کو کھوتے دیکھا</p>	<p>گھر مرا گویہ غریبان سے بھی بڑھکر خراب بن پڑی کیسی کہ غفلت میں لیا بوسہ رُخ عیش میں سوختہ بختوں کو سے اندر نصیب دل تر سے عاشق حیران کا شگفتہ کیا ہو ہوں وہ عاشق کہ جلا وہم رقابت سے جگر فتنہ ہے سارے زمانے کا ترا داندہ خال کیا برا عشق کا کوچہ ہے کہ اس میں سبکو</p>
--	---

ہے مرض تنگو تو روئے کا ہریدہ سے میر
یوں ہی رومال پہ رومال بھگوتے دیکھا

<p>منہ پھیر لیا دیکھ کے رُخ ہم نے پری کا لو جلد خبر وقت بہنیں بے خبری کا چونکو کہ زمانہ نہ رہا بے خبری کا منہ دیکھ رہا ہوں میں چراغ سحری کا پروہ بہنیں اٹھتا ہے گزرجنبہری کا بہکا ہوا پڑتا ہے قدم کبکبوری کا چہرہ ہے اگر حور کا جو بن ہے پری کا را ندر کے اکھاڑے میں یہ جو دھس پری کا آئنا وہ بے پاؤں نسیم سحری کا اچھا بہنیں چرچامری بے مال و پری کا بے موسم گل لطف بہنیں جام وری کا منہ تکتے ہیں پروانے چراغ سحری کا</p>	<p>تھا دھیان میں نقشہ جو تری جلوہ گری کا آخ ہوں میں عالم ہے چراغ سحری کا ہر صبح کو یہ شور ہے مرغ سحری کا دفعہ بہنیں آب بزم سے ہوتا ہے یہ خفت دیتا ہے خبر پر خبر احباب کا اٹھنا مستی میں کہیں دیکھ لی اُس کی رفتاری اللہ کی قدرت کا تماشا وہ منہم ہے سیخانے میں دورے گلزنگ بہنیں ہے یاد آتا ہے گلزار میں اُس گل کا وہ سونا ڈرتے یہ خبر اڑ کے نہ صیاد کو پہنچے کچھ روز ابھی صبر کر لے پنجہ جشت احباب و دم نزع بچھے دیکھ رہے ہیں</p>
--	---

گھبرا کے چلے آئے مرے گھر وہ امیر آج
احسان ہوا مجھ پر مری بے خبری کا

کتنی بے اعتبار ہے دنیا
کیا کوئی لالہ زار ہے دنیا
عرصہ کار زار ہے دنیا
کہہ دیا پانچار ہے دنیا
یار لوگوں کی یار ہے دنیا
بڑی پرہیزگار ہے دنیا
سخت ناپائدار ہے دنیا
کس قدر ہوشیار ہے دنیا
چاروں کی بہار ہے دنیا
محبوب نوردنار ہے دنیا

عمر برق و شرار ہے دنیا
داغ سے کوئی دل نہیں خالی
ہر جگہ جنگ ہر جگہ ہے نزاع
نشہ عیش یان نصیب کسے
یار باشی کا شوق ہے اسکو
اہل رغبت سے کرتی ہے نفرت
آنے جانے پر سانس کے ہے مدار
اپنے مستوں سے بھانگی ہے دھام
ایک چھوٹے مین ہے اور دوسرے اوہر
کوئی کا ذکر کوئی مسلمان ہے

بدتر از اسکو سمجھہ خزان سے امیر
دیکھنے کو بہار ہے دنیا

مجاہد کھاجا بیگامہان میرا
زندگی بھر ہے نگہبان میرا
تنگ ہے مجھ سے گریبان میرا
گور دیکھے تن عسکران میرا
نام رکھا ہے سلیمان میرا
نجن کے دانہ ہو جو خندان میرا
واسن گل ہے گریبان میرا

جی ہی لے گا غم جان میرا
کاک الموت جسے کہتے ہیں
تجھ سے دامن ہے تراچین چین
شرم کی بات ہے لے در د کفن
چھیڑ ہے یہ بھی پریرا دون کی
ہون وہ غم درست جلون میں بڑا گل
زنگ لائی ہے یہ خونبار سی چشم

<p>دل جو ہو جا سے پریشان میرا دفتِ حزن ہے دیوان میرا دھو گیا نامہ عصیان میرا اور وودن ہے یہ مہرِ سمان میرا کیا کرے گی صفتِ فرکان میرا پاؤں پڑتا ہے گریبان میرا کیون خفا مجھ سے ہے مہمان میرا</p>	<p>دفتِ رہبر پریشان ہوا بھی بیٹ ابرو کے لکھے ہیں مصنون چار آنسو جو زدامت سے بہے پھر کہاں میں غمِ محبوب کہاں صفت سے ہوں صفتِ تارِ نظر رحم کر رحم کر اے دستِ جنون کیون اٹھا درد مرے پہلو سے</p>
<p>کیا دورنگی ہے زمانے کی میرا میں حزنِ زخم ہے خندان میرا</p>	
<p>درد کی طرح چمک جائیے گا عمدِ رفتہ کو بھی بلوائیے گا دیکھیے دل سے اُتر جائیے گا کیا جازہ ہے جو اٹھو ایسے گا کبھی کبھی کو بھی ہو آئیے گا کون سمجھے گا جو سمجھائیے گا آپ مرقدِ ہندو آئیے گا کیا میں شربت ہوں جو پی جائیے گا بوجھ بیمار سے اٹھو آئیے گا کیا اندھیرے میں نہ لکھیرائیے گا کوئی دم بٹھکے اٹھ جائیے گا مٹنے سے کچھ اور فخر آئیے گا</p>	<p>میرے دل میں اگر آپ آئیے گا میری تربت پر اگر آئیے گا سبکی نظروں پہ نہ چڑھیے رات آپ کے در سے میں اٹھنے کا نہیں دیر کو چلیے ابھی حضرتِ دل میں تو ہوں حضرتِ ناصحِ مدہوش زندگی میں تو نہ آئے اک دن شیخِ سادہ کین تو کہے خدمتِ رز اس قدر کیون ہے دل زار سے ناز حکم ہے شمعِ مجھِ دو شبِ وصل آئیے نزعِ میں بالین پہ مری وصل میں ہوسِ لب دیکھے کہا</p>

<p>زرق برق آپ کی مویہ بہنیں ہاتھ میں نے جو بڑایا تو کہا زہر رکھانے کو کہا تو بولے حسرتیں نزع میں بولیں مجھ سے رنگ گل ہو کے چمن میں رہیے دل مرا لے تو چلے بن سرکار آپ سنیے تو کہانی دل کی آنکھ میں پھیل نہ جائے کابل</p>	<p>درو دل کو مرے چکائیے گا بس بہت پاؤں نہ پھیلائیے گا ہم چلا لیں گے جو مر جائیے گا چھوڑ کر ہم کو کہاں جائیے گا بوسے گل ہو کے نہ اڑ جائیے گا کہیں ناز اس سحر نہ اٹھوایے گا تسکند آجائے گی سو جائیے گا دیکھیے بن کے بگڑ جائیے گا</p>
---	--

سطح عمر گزرتی ہے میر

آپ بھی یوں ہی گزر جائیے گا

<p>ہو چکا وعدہ کہ کل آئیے گا آئندہ دیکھ کے پچھائیے گا رنگ اب حضرت دل لائیے گا وعدہ آنے کا جو فرمائیے گا دل کو قابو میں اگر لائیے گا اتنی گھر جانے کی جلدی کیا ہے دماغ پر دماغ وہ دے کر بولے واور جھڑپ سے مین ڈرتا ہوں کہتے ہیں کہہ تو دیا آئین گے ڈھڑبائے مرے آئو تو کہا ہاں کیا دیکھ کے دل سے کوئی</p>	<p>دیکھیے اب نہ بدل جائیے گا دیکھیے دیکھیے سٹرا جائیے گا کسی مہندی میں جو پس جائیے گا جیسے آج آئے تھے کل آئیے گا شوخی ہے خواب سے تڑپائیے گا بیٹھیے جائیے گا جا جائیے گا دل کو ان پھولوں سے بہلائیے گا وہ زبردست ہے چھین چلیئے گا اب یہ کیا چڑھے کہ کب آئیے گا روسیئے گا تو ہنسے جائیے گا آنکھ کی طرح بدل جائیے گا</p>
---	---

<p>لاکھ پردوں میں وہ میں حضرت دل سے شب وصل حیا شام سے کیوں مگر سے چلیے مرے تابوت کو ساتھ بولے وہ آئے دکھلانے پر بیخودی کہتی ہے غش میں مجھ سے رات اپنی سے ٹھہریے تو ذرا کہتے ہیں عجیب کارونا کیا ہے گرمیاں دیکھیے کہتی ہے وہ تیغ</p>	<p>کہیں دھوکا نہ کوئی کھائیے گا جان من صبح کو شرمائیے گا کہیں کترا کے نکل جائیے گا کیا بھی سے مجھے لڑوائیے گا آپ میں آب نہ کبھی آئیے گا آئیے بیٹھیے گلہ جائیے گا میں نہ آؤں گا تو آپ آئیے گا ٹھنڈے ہو لیجیے پھر جائیے گا</p>
--	---

گرمی شوق یہی ہے تو ایسر
 آپ اسی آگ میں جل جائیے گا

<p>کہا مژہ نے ہوا جب مقابلہ دل کا اٹھو گلے سے رگا لو سے گلہ دل کا دم آ کے آنکھوں میں آنکے تو کچھ نہیں کھٹکا مری بعل میں رہ بیٹھا تو غیر کو سیکر کڑی نگاہ کی اور سنگدل ٹھیکری نہ چوت تھامے غمزدن نے کھو دیں ہوش و ہر قوا خدا ہی ہے جو کڑی چوٹوں کو جان بچے تم اپنی آنکھیں جوانی کی شوخیان دیکھو بیت گئے مرے سینے سے اٹھکے دل کی بدل کے یار نے چوٹ مٹا دیے جھگڑا ہوئی رسائی تو ظالم نے کھول دی چوٹی</p>	<p>کہ اتنے بیشتر اور ایک آبلہ دل کا ذرا سی بات میں ہوتا ہے فیصلہ دل کا ایک نہ جابے الہی معاملہ دل کا دبا کے توڑ دیا سسٹے آبلہ دل کا کہ شیشے سے کہیں نازک ہو لہ دل کا دھنیں لیڑوں نے ٹوٹا ہوا قلعہ دل کا ہے آج دلتکڑ دینا سے مقابلہ دل کا ابھرا بھر کے بڑا ہائی بنے لولہ دل کا انھیں بھی آج مژہ دگیا رگہ دل کا نہ میں رہا نہ ردا دل نہ وہ گلہ دل کا کہاں پہنچے ہوا تلخ سلسلہ دل کا</p>
---	---

<p>مڑپ ہے اُسکو جو نازک کی اسکو پیکا مکی پڑی نگاہ جو دل سپر تو حسرتوں نے کہا جس پکار رہا ہے کہ خیر ہو یا رعب میں کا روان میں لڑاؤ نکلا نکلو یوسف سے وہ دن کہاں ہیں جو رہتا تھا دل سے نکوہ یار لگا کے یار کی تصویر اپنے سینے سے عجب بہار جنوں خیر ہے کہ خنجر بھی نہ سیر برزش ہے شکل نہ قطع راہ حرم تعلیٰان دل سوزان کی عشق میں دیکھو یہ جھک کر کہتی ہیں کانون میں بھلیان مکی</p>	<p>وہ شغلہ ہے جگر کا یہ شغلہ دل کا کہ تیر بھر کا ہے دلبر سے فاصلہ دل کا چلا ہے راہ محبت میں محافلہ دل کا جس سے نالوں میں ہو گا مقابلہ دل کا اب اُس سو جا کے میں کر ڈنگا گلہ دل کا نکال لیتے ہیں فرقت میں حوصلہ دل کا چٹک چٹک کے دکھاؤ میں دولہ دل کا خدا کرے کہ میں طے ہو یہ مرحلہ دل کا بنا ہے عرش کی تسدیل اکہ دل کا مڑپ میں ہو گا نہ مجھے مقابلہ دل کا</p>
<p>ایسے بھول بھلیان ہے کو چھ لگیو تباہ کیوں نہ پھرے اس میں قافلہ دل کا</p>	
<p>پر تو نہیں کب امین کسی خوش جمال کا ہر ذرہ آفتاب سے کرتا ہے ہمہری سمجھے ہیں جسکو اہل زمین چرخ آگنوں روشن دلوں کا عیب بھی ڈی شبہ ہے ہنر اسے چشم بابر بھاگ نہ مجھ تیرہ جنت سے تیر نگہ جب کا چلا ہے سو فلک کس زلف مشکفام کا عکس امین پڑ گیا ہل ہل کے ایسی امن کیو ذودی ہوا کیا کام آئی تری گردش بھیر آفتاب</p>	<p>بزم پر ہی ہے آنہ اپنے خیال کا اقدے دماغ ترے پایمال کا اک شیشہ ہے مرے عرقِ افعال کا کیونکہ نہ بڑھ کے بدر ہو ناخن ہلال کا ہمراہ ہے غزال کے سایہ غزال کا چلے اڑا دیا ہے کس بن ہلال کا عالم ہے اسی میں جو ناف غزال کا شعلہ بھڑک گیا ترے حسن و جمال کا فرقت کی شب سے روز بدلے جو جمال کا</p>

مجھ تک کب آسکیگی سپاہِ سنہرا ہے جہم
 اچھڑ جو تھے رجم نہ تھا سایہ اسیلے
 دریا ہے بیچ میں عرقِ انفعال کا
 دل پس نہ جاے زیر قدم پائیل کا

ستونِ جوابِ خط سے دم نزع بھی امیر
 ہوں منتظر میں قاصدِ فرخندہ فال کا

گور میں تم نے جولا شے کو اتارا ہوتا
 مرغِ جاناں کا میسر جو نکل رہا ہوتا
 دیکھتے پھر سے کو اپنے اگر آئینے میں
 دل کو اُس زلف کا لازم تھا تصور اتنا
 ہم وہ میکش ہیں کہ ہوا اپنی نگاہوں میں
 وعدہ قتل میں منظور تھا ایسا جو خلاف
 چاہی فرعون نے موسیٰ سے مدد جو ک کیا
 کیا نگہ بھی نہیں اٹھاسکتی تھی خنجر کی طرح
 نزع کے وقت چھپائی تھیں نگاہیں ملک میں
 خط درالیکہ کیو تر چھپچھپاتا اُس تک
 غیر کے ساتھ پلاستے تو نہ پتیا میں شرب
 اے بوقلمانیہ بالخیبر ہمارا ہوتا
 مہرِ تابانِ مری قسمت کا ستارا ہوتا
 حال جو کچھ ہے ہمارا وہ تمہارا ہوتا
 کہ دھواں آہ کا بھی غبر سارا ہوتا
 سر کیل دوڑتے شیشے جواں رہا ہوتا
 ہاتھ پر ہاتھ نہ جلا دے مارا ہوتا
 غرق ہوتا نہ اگر تلو کو پکارا ہوتا
 تاک کر تم نے کوئی تیر ہی مارا ہوتا
 ڈوبتے وقت تو تنکے کا سپا ہوتا
 سنسلا زمر سے طالع کا ستارا ہوتا
 ننگ کیونکر یہ میرے دل کو گوارا ہوتا

برخلاف ایسی ہوا بارغِ جہان کی ہے امیر
 پھول کو ہاتھ لگاتا تو سحر ارا ہوتا

میری طرح نہ اک دن ابر بہارِ رویا
 مجنوں ہو میں نے پوچھا کل حالِ بخودی کا
 کیا بیکسی کا عالم میرے مزار پر ہے
 آواز دے رہو ہیں مقتل میں زخمِ پہل
 وہ ایک بار رویا میں لاکھ بار رویا
 کچھ کہہ سکا نہ منہ سے پر زرارِ رویا
 جو آگیا وہ بسترِ شمعِ مزارِ رویا
 خندان ہوا جو پہلے انجامِ کارِ رویا

<p>پوچھی امیر سے کل میں نے جودل کی حالت پسینے پہ ہاتھ رکھ کر بے اختیار رو دیا</p>	
<p>یہ گرم اپنا داغ جگر ہو گیا سفیر سے حق میں حاضر ہو گیا غضب اشکباری سے عقدی پٹے دکھائی مرو عشق نے شانِ حسن غضب بہن تری چنگیان اور فلک دیا مژدہ آبرو اشک کو گیا اڑ کے اُس سوخ کے ہاتھ تک ملے ہیں شر کے مجھے بال و پر کہان ہم کہان در ترا شاہِ حسن</p>	<p>پسینے میں خورشید تیز ہو گیا جہان تھک کر بیٹھا میں گھر ہو گیا کہ کوتاہ تارِ نظر ہو گیا تنِ زار مٹے کر ہو گیا کلیجہ کل نیلوفر ہو گیا جو پانی کا قطرہ گھر ہو گیا مر نامہ خود نامہ بر ہو گیا اڑا اور بے بال و پر ہو گیا فقیرانہ بیان بھی گزر ہو گیا</p>
<p>دہان پر زے پر زے ہوا حظ امیر یہاں چاک میرا جگر ہو گیا</p>	
<p>موقوف جرم ہی پر کم کا ظہور تھا میرے سیاہ خازنِ خبکو وہ حور تھا اسے برقِ حسنِ بادیہ اچھا ظہور تھا واعظِ دلی زبان سے کرنا تھا ذکرِ حور بانٹا تمام خلق کو افتد نے وہی اسے شوقِ شہر تہر کیا کیون چکا دیا ہم کیا کہ میکدے میں تری جاہِ چشم سے آیا بڑا مزہ مجھے مجلس میں وعظ کی</p>	<p>ہند سے اگر قصور نہ کرتے قصور تھا پتیلی کی طرح پردہ غلامت میں نور تھا دیدار کو کلیم تھے جلنے کو طور تھا اتنا لحاظ و مستہرز کا منور تھا جو کچھ بچا ہوا تری خلعت سو نور تھا گوشتِ مزار کا مجھے آغوشِ حور تھا جو شیشہ تھا وہ نقشہ مستی سو چور تھا واعظ تھا مست ذکر شرابِ ظہور تھا</p>

<p>دہ شغیان کہاں گئیں جن پر غرور تھا جتنے تھے ہم قریب وہ آٹنا ہی دور تھا کرتا جو وہ نہ رحم تو رحمت سے دور تھا یہ دوسری خطا ہے وہ پہلا قصور تھا اور جان بقیار تھی دل نا صبور تھا پورا مگر جواب دل نا صبور تھا جھکتا میں کیا نظر میں تہا را غرور تھا کیا دونوں پہلوؤں میں دل نا صبور تھا</p>	<p>اتھا بس میں وہ تو کہوں میں شہ جہاں عجز و نیاز اور تو اُدھر تھا غرور و فہاں میرے عمل تو قابلِ دوزخ ہی تھے مگر لپٹا میں بوسہ لیکے تو بولے کہ دیکھئے کس کس کو روکتا شبِ فرقت میں تو ایک تھا انکی شوخیوں سے مقلد جا بھی تھا نیچی رقیب سے ہونی آنکھ عمر بھر فرقت میں کیوں تھا کسی کوٹ جھجھ قرار</p>
---	--

کیا بات ہے جس جوشِ نشاطِ شباب کی
 غم آتے آتے دل میں ہمارے سرور تھا

<p>پہر یوں میں تھا پری تو وہ جو زمینِ جور تھا جن بامِ پرنگاہ پڑی کوہِ طور تھا ساقیِ مگر یہ جامِ شرابِ طہور تھا آنکھوں کا کچھ گناہ نہ دل کا قصور تھا ایک آدھ ہاتھ اور لگانا منور تھا دل کو غمِ فراق میں بھی کیا سرور تھا راتنی سی بات پر تھیں اتنا غرور تھا ہر ایک جامِ بامِ شرابِ طہور تھا آنکھیں تھیں مسبتِ نازِ نظر میں غرور تھا اُن سے نہ تھا بعید مگر تم سو دور تھا خجبر کیا نہ تیرے کس کا قصور تھا</p>	<p>آستا و میل جول میں اُس کا ظہور تھا جب تک کہ چشمِ شوق میں وحدت کا نور تھا ہم سے گناہگار جو محسوس رہ گئے صورتِ تری دکھا کے کہو نگاہِ روزِ حشر قائل نہ چھوڑنا تھا عزیزوں کو نیم جان وہ لطفِ انتظار وہ سامانِ وصل ہائے مہمانِ ایک آن کی بھی آنِ حسن کی پیتے تھے ہم ادبِ وضو کر کے جن دنوں اس شان سے وہ آئے کہ ہم کر سکتے نہ بات دشمنِ مرے بُرائی کریں اور تم سُو تر پاؤ وقتِ فوج تو میری تھی یہ خط</p>
---	---

<p>پہلے ہی تجھ سے صبر دلِ ناصبور تھا یہ شیشہ چوٹ کہاڑ سے پہلوی چھوٹا تھا ستر بزار پر دون میں پہنان جو نور تھا سب کا جواب ایک دلِ ناصبور تھا سایہ بھی میرا منہ سے بہت دور دور تھا</p>	<p>آغازِ عشق ہی سے سب آثار تھے بُرے شکوہ کسی سے دل شکنی کا کرون میں کیا اُس جوڑنے نقاب اٹھا کر دکھا دیا وہ شوخ آنکھ شوخ نگہ شوخ تھی مگر ہمزاد کا پتا تو کہاں دشتِ عشق میں</p>
<p>اک نیچان کا کام نہ پورا ہوا میرا تِل کو تیغِ ناز پہ ناحق غزور تھا</p>	<p>پہلو میں میرے بیٹھ کے بھی مجھ سے دور تھا جنت تھا جسمِ روح میں اندازِ حور تھا اُس جوڑنے جو ہاتھ سے اپنے پلا دیا جتنی تھی عاجزی وہ مجھی کو عطا ہوئی جو حق تمام وعظ کی مجلس میں مچ گئی سمجھے تھے جسکو مردِ چشیم یا ہر دم شاہوں سے پوچھتی ہے تہِ خاکِ عاجزی وحدت میں قرب و بعد کی گنجائش کہاں صبحِ شب وصال وہ بولے کہ واہ واہ جب تاک وہ آئین آئین تڑپ کر یہ چلے یا اُسکی کڑی نظر کی اٹھائی گئی نہ چوٹ کیا کہیے تھا وصال میں کس کو اضطراب تھے خال رخ پہ رخ تھا تہ گیسو سیاہ پہلو میں وہ جو آئے تو کیا ٹھہر گیا</p>
<p>تصویر کی طرح وہ سراپا غزور تھا بتھے نہ ہم یہ فہم کا اپنے تصور تھا پانی میں بھی سرورِ شرابِ طہور تھا بختِ خدا نے آپکو جتنا غزور تھا چو کھی شراب ذکرِ شرابِ طہور تھا دستِ پری میں دامنِ گیسو جو تھا کیسی یہ تکنت تھی یہ کیسا غزور تھا کیون کر کہوں قریب کہ وہ مجھ سے دور تھا کیا سستے چھوٹے کہکے کہ میرا قصور تھا کیا جلد باز ماسے دلِ ناصبور تھا لگتے ہی ٹھیس شیشہ دل چو چوٹ تھا رگِ گم میں میری رنگِ دلِ ناصبور تھا ظلمت وہ نور میں تھی ظلمت میں نور تھا بگڑا ہوا مجھی سے دلِ ناصبور تھا</p>	<p>پہلو میں میرے بیٹھ کے بھی مجھ سے دور تھا جنت تھا جسمِ روح میں اندازِ حور تھا اُس جوڑنے جو ہاتھ سے اپنے پلا دیا جتنی تھی عاجزی وہ مجھی کو عطا ہوئی جو حق تمام وعظ کی مجلس میں مچ گئی سمجھے تھے جسکو مردِ چشیم یا ہر دم شاہوں سے پوچھتی ہے تہِ خاکِ عاجزی وحدت میں قرب و بعد کی گنجائش کہاں صبحِ شب وصال وہ بولے کہ واہ واہ جب تاک وہ آئین آئین تڑپ کر یہ چلے یا اُسکی کڑی نظر کی اٹھائی گئی نہ چوٹ کیا کہیے تھا وصال میں کس کو اضطراب تھے خال رخ پہ رخ تھا تہ گیسو سیاہ پہلو میں وہ جو آئے تو کیا ٹھہر گیا</p>

<p>مطلب کے وقت دیکھیے کیا شور تھا تم مین سے یہ کسی کا دل نا صبور تھا</p>	<p>آئی جو شام وعدہ تو منہ ہی طلب ہوئی بجلی چمک گئی تو یہ عشاق سے کہا</p>
<p>سو شراک جلسے مین کہتے تھے ہم امیر جب تک نہ شکر کہنے مین ہماو شور تھا</p>	
<p>سوگ رکھے ہوئے ہو زلف پریشان کسکا میر بان کون ہے میرا مین ہون مہمان کسکا منہ چھپائے ہوئی بیٹھا ہے یہ ارمان کسکا کہ اسے کہنے بلایا یہ ہے مہمان کسکا ذکر رہتا ہے بدی سے یہ میرجان کسکا دیکھ بھر حال زیادہ ہے پریشان کسکا ڈھونڈنے نکلے ہیں آنسو مرے دلمان کسکا پس کوہو تم چپڑالائے ہو پیکان کسکا پٹ آیا یہ مرے تیر سے ارمان کسکا بولے وہ معن کا ایسا ہے نکدان کسکا آگیا کفر کی مٹی مین یہ ایمان کسکا ہٹ مرے پاس سڑاب تو ہے نگہبان کسکا</p>	<p>غیر تو زندہ ہے پھر غم ہے میرجان کس کا غم گزری مجھے اس بزم مین لیکن نہ کھلا وصل مین بھی جو نکلتا ہین دل سے باہر دیکھ کر محکمو وہ انداز واداسے بولے منہ ترا چومتی ہے روز شکایت کسکی مین بھی ہوں تم بھی ہو آئیتہ بھی ہو محفل مین رو رہا ہوں مین یہ کس پردہ نشین کو غم مین بان تو ہے دل مین کھنگا دودہ فراتے ہین خون مین بھر کے جو نکلا مرے دل سے تو کہا جب کہا روز نک زخم پہ چھڑ کے کوئی بوسہ جوڑے کو دیا مین نے تو ہنس کر بولے لٹ گیا وہل مین جو بن تو یہ غم سے کہا</p>
<p>سوچ تو کسکے کھلنے کی یہ حسرت ہے امیر بیمروت یہ ترے دل مین ہے ارمان کسکا</p>	
<p>اسے دم بھی مرا ہوا نہوا ہو گیا ایک سب ہوا نہوا دل پہ تو گر منا نہوا</p>	<p>پر وہ اس چہرے سے جدا نہوا جب ہوا وعدہ اور دمنہوا کام جان حسب درعا نہوا</p>

ہاے بیدار کیا مزہ ہوتا
 یارِ ثابت قدم تھا شوقِ صال
 دھوم تھی اُن کی کُن ترائی کی
 ہاے رے شرم اُس پر یہو کی
 خاموشی میں بھی کیا جلالت ہے
 تیس دن سے پلائی ساقی نے
 فتنے کہتے ہیں اُن نکاحوں سے
 کیوں نہ منظور دار پر کچھت
 داغ دسوز تو ہوا اے درد
 اُمّہ دل کا بے مثال دہا
 شکر کر اس نمک نشانی کا
 کمیت لاکھوں ہے مگر تال
 پتلیاں بھی بدل گئیں دم نزع
 شرم عصیان سے جو بہا آئو
 مجبور و آشنا کی لیکن
 اسے نوسخہ طرح کلا گھونٹ
 دل ہوا خون پر دنا ہے وہی
 بیوفائی کو تیری لگتا داغ
 کہتے ہیں اب تو رُف ہو شکون کی
 کوئی دم رکھے ہاتھ سے خود بین
 کنگھی کیسی جو پھول کنگھی کا

تیرے پہلو میں دل مرا ہوا
 کہ شبِ حیرت بھی جدا ہوا
 کیا کہیں ہم سے سامنا ہوا
 اُٹھ صورت آشنا ہوا
 کہ کبھی لب سے لب جدا ہوا
 ایک روزہ مراقبہ ہوا
 چشم بد دور تم سے کیا ہوا
 رازداری کا حق ادا ہوا
 تو کسی درد کی دوا ہوا
 کسی صورت سے آشنا ہوا
 منہ تو زخموں کا بے مزا ہوا
 سبزہ شمشیر کا ہرا ہوا
 وقت پر کوئی آشنا ہوا
 اُسکی رحمت کو اک بہانہ ہوا
 درد خود درد آشنا ہوا
 خوف سے دم مرا خفا ہوا
 رنگ اس پھول سے جدا ہوا
 وعدہ اچھا ہوا وفا ہوا
 چڑھ بھاری ہوئی گلا ہوا
 آرسی ٹھہری آست ہوا
 چھو لیا اُس نے دردِ شانہ ہوا

صورتِ لالہ اس چین میں امیر
داغ دل سے مرے جدا نہوا

اب تو راتیں بھر کی کالی گھٹ	اے فلک یہ رت یہ متوالی گھٹ
کچھ مزہ دیتی نہیں خالی گھٹ	لائے ساتی کو بھی متوالی گھٹ
بال کھولے گیروں والی گھٹ	تم بھی جوڑا کھو لو وہ آگئی
میکشون کی نذر کو ڈالی گھٹ	گل نہیں پھولے چین میں لائی ہے
جیت لیگی برق سے پالی گھٹ	چونک دینگی اسکی ٹھنڈی گریبان
مستی پر قربان ہے کالی گھٹ	پان کی لالی پہ ہے بجلی نثار
خوب برسی بلیوں والی گھٹ	جان پر تو یہ کی ٹوٹیں بجلیاں
دیکھ کر اُس کان کی بالی گھٹ	حلقہ گیسو نہیں پھرتی ہے گرد
آئی ہے لینے کو متوالی گھٹ	پھول چکر باغ میں مستویو
دیکھ لے اُس لب کی گرالی گھٹ	زنگ پھیکا آئے بجلی کا نطر
رعدا نہیں گھر گڑو دے کالی گھٹ	ہے سیہ مستون سے ایسا ہل چل
کیسی ہے اسال جنجالی گھٹ	کچھ تو ہوا ہے چرخ بر سے یا کھلے
کھول کر آغوش متوالی گھٹ	کیا گلے ملتی ہے متوالون سے آج
کرتی ہے رورو کو دل خالی گھٹ	ہجر ساتی میں برستی یہ نہیں
چھانسنے کو لائی ہے جالی گھٹ	ساقیا مے چھان کر اس میں پلا
کالی کالی کاکلین کالی گھٹ	گورے گورے گال تیرے بجلیاں

لوٹتے ہیں سانپ سینے پر امیر
دیکھ کر فرقت کی شب کالی گھٹ

دیکھے ان کا نون کی گرالی گھٹا	اپنی بجلی پھینک دے کالی گھٹ
-------------------------------	-----------------------------

<p>دخت رز کو لاتی ہے مستونکے پس رات دن لگتے ہیں موتی ہر طرف ایسی ہے سرکار ساقی کی بلبند مست تجکو دیکھ کر پیتے ہیں مے جان کو مستوں کی بھٹی تو بہ عذاب دل پہ غم چھایا ہے بدلی کی طرح اگلیں پھر واعظوں کی شمتیں ساقیا کرتی ہے مستوں کو نہال تا کہ مین تیری ہو اسنو اور مست</p>	<p>کرتی ہے درپردہ دلائی گھٹ کیا تری سرکار ہے عالی گھٹ اعد ہے گھڑیاں گھڑیاں گھٹ ہے بڑی تیری خوش اقبالی گھٹ یہ بڑی تو نے بلا ٹالی گھٹ لے مرے مولیٰ مرحولی گھٹ آج پھر آئی وہ کل والی گھٹ تیری پھلوا رہی کی ہومالی گھٹ کس سے ہوگی تیری کھوالی گھٹ</p>
<p>آپ اچھے وقت پر آئے ہیں خوب میخانے پہ جب چھالی گھٹ</p>	
<p>سنا کرتی ہے چاند سامنے کسی کا ہنسی آنے میں کیوں لجاؤں انگلیں لڑاتی ہے آنکھ اُس سے ڈرتی ہیں یہ کیا ہے کہ جب مانگیے اُن کو بوسہ دباے تو لاکھا ہی شاید دباے چڑھاتی ہے منہ جب وہ تو ہین مستی دم رقص باغ تو نکواست نہ پیو ہنساکس ہنسنے پر اُنکے تو بولے نہ غیروں کی حسرت برائی نہ میری جھلک اُسکے ہونٹوں پہ دکھلا کے چلدی</p>	<p>ستارہ ہے چمکا ہوا آرسی کا تبسم یہ منہ جو متا ہے کسی کا درا دیدہ دیکھے کوئی آرسی کا تو منہ دیکھنے لگتے ہیں آرسی کا بہت شوخ ہو رنگ اُن کی مٹی کا مین پاؤں تو منہ توڑ دون آرسی کا کہیں یار دل پس نہ جائے کسی کا کہ میرے ترے واسطہ کیا ہنسی کا کبھی کام تم سے نہ نکلا کسی کا لجنا ذرا کوئی دیکھے ہنسی کا</p>

<p>کہ یاد آگیا مجھ کو غم نہ کسی کا ٹھہرنا نہیں پاؤں میں نہ کسی کا کہ اران آب اس میں رہے گا کسی کا کہ روزا ہے انجام ایسی ہنسی کا کہ دنیا سے وارث اٹھا بیکیسی کا کبھی وقت آجائے گا بے بسی کا کہ اصلی وطن ہے یہی بیکیسی کا وہ کہتے ہیں یہ کام تو ہے اسی کا ہو حال کیا جانے کیا بیکیسی کا وہ پھولوں میں لے یہ پھل ہو اسی کا وہ کہتے ہیں لو ہو گیا میں اسی کا دنان جو گیا ہو رہا وہ اسی کا</p>	<p>قصا نے کچھ اس ناز سے جان مانگی کبھی اسکے لب پر کبھی اسکے لب پر کیا دل نے یہ کہنے سینے کو خالی یہ اوجھانے اسے زخم اچھا نہیں ہے مجھے موت آئی تو حسرت پکاری یہی ہے نزاکت جو انکی تو اس دل یہ گوہر غریبان میں کہتی ہو حسرت کوئی انکو چھوڑے رہے بدگمانی مرے ساتھ تربت میں حسرت تو آئی نہال محبت مرا زنگ لایا کوئی بوسہ مانگے کوئی وصل چاہے نہ پلٹا کہوتر نہ قاصد ہی آیا</p>
--	--

ایسراک مرتع ہے یہ دارفانی
 غم و کلفت و حسرت و بیکیسی کا

<p>نہ اتنا بھی بے درد ہو دل کسی کا یہ کیا وقت ہے آئے آرسی کا تری بے بسی کا مری بیکیسی کا کہ مٹے چوم لیتے ہیں وہ آرسی کا اتر جائے گا زنگ میری سی کا ترے پاس کیا کام ہے آرسی کا سلامت ہے جوڑے مری کا</p>	<p>مرے پھولوں میں کیا ہو موقع نہیں کا اٹھانے کو رکھا ہے لاشہ کسی کا نہیں وصل و ہجر اک مرتع کچا ہے دکھاتی ہے ہر صبح انکو وہ عالم وہ کہتے ہیں ہونٹوں کا بوسہ نہ دنگا مری چشم حیران میں دیکھ اپنا جلاوہ بہم لیتی جلتی ہے دونوں کی رنگت</p>
--	---

<p> نہ مہندی ملین وہ نہ لاکھ اجائین ترے لب جو نازک مین ڈرتی جوتے گھٹا کالی کالی جوتی مین سمجھ تبسم ہے غنچون مین پھولون مین خندہ مناسب ہے ارمان دل سے نکلے لب زخم ہفتل مین کیسا تبسم یہ بے چہرے ہی روئے دیتی پڑاتی ترس کھا کے کی اُسے بیکس نوازی بندھی ہے خنایا تھون پادن مین انکے شب غم اہل کو بلایا تو بولی بناوٹ سمجھتے ہو رونے کو میرے شب غم کہو دو اٹھے اٹھ نکلے وہ کہتے ہیں دو اور جب کو دعائین دکھا کر اُسے روزِ محشر کہو تنکا نہ بھولون گا جب تک مر و دم مین مہر غنی ہے مراد دل یہ کیا کم ہے دولت نگہ بر چھپیان غمزہ چھریان لگائے </p>	<p> وہان رنگ جتنا ہنسن ہے کسی کا جھپکائی ہے پڑتا ہنسن مہنسی کا کھلا ہوگا اس وقت جوڑا کسی کا چمن مین کوئی رنگ دیکھے ہنسی کا اکیلے مین گھبراے گا غم کسی کا بھلا یہ بھی موقع ہے کوئی ہنسی کا مرزہ و خیر تر سے کیا ہے ہنسی کا مرے سر پر احسان ہے بیکسی کا ابھی چھیڑ لوں وقت ہے ڈوبی کا مجھے دل دکھانا ہنسن بیکسی کا مجھے تو ہے ایجان رونا اسی کا مرزہ آج جی بھگے ہو بیکسی کا یہ سب گالیاں مین نتیجہ اُسی کا کہ سرکار مین ناشی ہون اسی کا دم نزع بھی دم بھر روگا اُسی کا نگہ میرے دشمن کرین مفلسی کا مرا ایک دل ہو گیا وہ اسی کا </p>
<p> شب غم نہ دیکھا کوئی ساعتہ میرا اسیرا ہے تو کچھ بیکسی کا </p>	
<p> دھیان آیا جو دل مین اس ہنسی کا اُن جونٹوں پر کھیلنا ہنسی کا </p>	<p> غم کو موقع لا خوشی کا کھیلنا دکھ لگایا کلی کا </p>

<p> کچھ تو حق چھوڑ دآرسی کا اُس کا جو بن کلی کلی کا وارث ہنہیں کوئی بی کسی کا درپردہ ہین رشتہ دل لگی کا مرنے میں مزہ ہے زندگی کا کیا مٹے لٹا تھا آرسی کا اک خور پیسا یہ ہے پرسی کا رہتا ہے مزہ حبلی کٹی کا نقشہ جو چھپے تری ہنسی کا اٹھا ہے دھوان تری سی کا عقدہ کھولا کلی کلی کا آنچل لٹا کسی پرسی کا جل جاے نہ کھیت چاندنی کا دیہی ہین پت کسی کسی کا ساغر کسی چشم نگہ کسی کا سینہ چھلنی ہے بانسلی کا </p>	<p> گھوڑا ہنہیں بہت تو بولے کین دست درازیاں صبا نے مرنے ہنہیں دیتی محبکہ یہ کوفت دُور سے نشے کے دھت رز سے جان بخش لبو پنہ ان بتوں کے تھا عکس حریت کیون نہ رد کا ہے تازہ طلسم رخ پہ وہ زلفت گلگیر ہون میں وہ شمع محفل بجلی کی پڑے نقاب اسپر کا جیل یہ ہنہیں ہے انگڑوں میں ہنس ہنس کے چن ہین میر جو گل نے بجلی چمکی تو میں یہ سمجھا بجلی شب میں ہین وہ آنکھیں تکیوں میں مٹی ہوئی کبھی قبرین آج سے ادھر بھی دور کرتا آتی ہے صدا سے دُرد چھین کر </p>
<p>کیا سنا دیا امیر میرا</p>	<p>قتل ہون میں صنہ بی کسی کا</p>
<p>رویف بابے مودہ</p>	
<p>چلتا ہوں اپو کو چھ قاتل کو یا نصیب</p>	<p>پوری مراد دل ہو کہ پھوٹے مر نصیب</p>

<p>ان روزوں آئے کاہی چکا ہوا نصیب ایسا بہان جو غم تو پکارا خوشا نصیب دیکھے نہیں زمانے میں ایسے بلا نصیب اچھا کسی کا ہے تو کسی کا بُرا نصیب اُس جنگو سے صلح ہوئی لڑ گیا نصیب وہ دروہوں میں جیسا کہ نہیں ہے وہ نصیب دریاں یا جاگ اٹھا سو گیا نصیب مجھ سے کہا کہ لے لگا آگے ترا نصیب دروازے میکدون لکھ لکھ گیا نصیب</p>	<p>اُس رشک مہر کو ہے خود آرایوں کا شوق وہ دل مجھے خدا نے دیا ہے کہ عشق میں چاہہ ذوق سے چھٹ کے پھنسا گیہ و نینل دیکھنا ایک رنگ جہان و رنگ میں مقتل میں دیکھ کر مجھے بیکس ہوا وہ نرم وہ داغ ہوں نہیں ہے جو مریم سے آشنا جا ہی چکا تھا گھس میں دیوار پھانڈ کر ساتی نے دے کے جام کفِ عشق دار میں گدرا مرصیام وہی پھر ہے میکشی</p>
	<p>یہ بچے ہیں محنتوں سے دریا تاک امیر دیکھیں اب آگے بہکودکھانا ہو گیا نصیب</p>
<p>ہر دم کو جانتا ہے دم واپسین حباب دریا میں موتیوں سے ہوا بالائین حباب جام جہان مٹا ہے ہین کم نہیں حباب کر لے تمام بحر کو زیرِ نمکین حباب دنیا ہے نقشِ آب سپہرِ برین حباب دیکھے نہ تم کو آنکھ بچ کر کہیں حباب رکھتا ہے طرف دیدہ انجامِ بین حباب گھبرا کے پائے موج پہ رکھ دین حباب</p>	<p>حالِ فنا سے دہر سے غافل نہیں حباب اعلیٰ پر اسفلوں کو ہے بحرِ جہان میں فوق دیتا ہے بے ثباتیِ افلاک کی خبر تقلید میرے دیدہ ترکی اگر کرے پہچانتے ہیں خوب جو ہیں معنی آشنا ساحل پہ پہرِ غسل اتار دے پسین دروازہ رُوسے خلق پہ گھر کا کیا ہے بند چشمِ غضب سے تم کبھی دیکھو تو کیا عجب</p>
	<p>ہے پانی پانی آنکھ اٹھا نہیں امیر کیا میری چشم تو ہے ہوا شریکین حباب</p>

<p>اور دامن کچھ نہ تھا مطلب دوسرا ہے نہ تیسرا مطلب جان من سن تو لو ذرا مطلب بیچ سے وہ اڑا گیا مطلب جو مری چڑھ وہ آپ کا مطلب بے عارف ادا ہوا مطلب ایک دل اور ہزارا مطلب بات سمجھے نہ بات کا مطلب لے چکے دل نکل گیا مطلب دل سے لب تک نہ آسکا مطلب</p>	<p>عشقی بت سے بھی تھا خدا مطلب ایک دیدار ہے مرا مطلب ماننے کو تو میں نہیں کہتا خط مرا کچھ ادھر ادھر سے پڑا وصل کے نام پر کب کیا خوب اُس سے آنکھوں میں ہو گئیں باتیں ایک جان اور حسرتیں لاکھوں میتے لگے کون روزِ ناصح کے کیون لائیں وہ آنکھ اب ہم سے یہ ادب کا لحاظ تھا شب وصل</p>
<p>عیش ہو اور امیہ سر کا آقا ہے یہ بندے کا یا خدا مطلب</p>	
<p>ردیف باے فارسی</p>	
<p>اسوقت کہان جاؤ گے پرتی ہو کر ٹری دھوپ میدان قیامت میں پیٹلی جو کر ٹری دھوپ آپس میں رقابت ہوئی سائی سو ٹری دھوپ ہے شام قریب اور ہے دو چار گھری دھوپ گرمی کا یہ موسم ہے بڑی دن میں بھی دھوپ زرگس نہ کہیں غش ہو کہ لکائی ہو کر ٹری دھوپ ظاہر ہے کہ برسات میں ہو تو ہو کر ٹری دھوپ شبنم کے عوض رات کو پتوں کو بھی ٹری دھوپ</p>	<p>کہتا ہوں بہین سو ہو دیکھو ہے بڑی دھوپ ہو جائے گالے شیخ مراد میں تر خشک دونوں کو بڑا عشق یہ اس گیسو ورنج کا اسے دل نہ شب وصل کی آمد میں ہو بیتاب موقوف کرو قصد سفر آنے دو جاڑے اے ابر کرم باغ میں ہو سایہ ننگن جہلہ امتبہ بچا ہے جو حلیم آئے غضب میں نالوں سے ہو اگر مہ گلشن جو ہے محل</p>

<p>کائنات کی طرح آبلہ دل میں گڑھی دھوپ جب فرشتہ کو جھاڑا غرض گرد و غباری دھوپ دو چار گڑھی سایہ ہو دو چار گڑھی دھوپ</p>	<p>سختی سے دن اُس گل کی جدائی میں ہوا ختم کیا نور ہے فراش نے اُس مہر کے گھر میں برسات میں دکھلاؤ کبھی رُخ کبھی گیسو</p>
<p>اُس گھر میں اسی سرائی ہے لیکر مجھے تقدیر ہے شب کو جہان اداس ہے دن کو گڑھی دھوپ</p>	
<p>حشر تک خواب پریشان مجھ کو دکھلائیں گے آپ چاندنی چھٹکے گی خود تار سے نکل آئیں گے آپ اور کیا جنت میں رکھا ہے جو دکھلائیں گے آپ کیا اسی دامن سے دلی آگ بھڑکائیں گے آپ حضرت دل بھر میں کیا رنگ دکھلائیں گے آپ دیکھ کر دیا تری حشر کے لہرائیں گے آپ جب نہ ہو گا کوئی تو کس طرح پیش آئیں گے آپ پر میں بے سامان بہت ہوں کہ کیا پائیں گے آپ</p>	<p>میری تربت پر کھلے بانوں اگر آئیں گے آپ چرخ کے نشان چاند سا چہرہ جو دکھلائیں گے آپ کہہ درضوان سے یہی چل پھول بن رہا ہوں بھی دیکھ کر زلف اُن سے کہتے ہیں ہوا خواہان عشق وصل میں جب رنگ چہرے کا جو نہ دکھائیں گے آپ کیا ذامت کی ہے حاجت میں ہوں مجرم تو کریم مجھ سے ہچکچاہٹ میں تو سر کار کا یہ حال ہے حضرت غم دل مرا گھر آپ کا ہے آئیے</p>
<p>کوئی ایذا آج ہی چھوڑی نہیں بہرا میسر کل جو وہ آئے گا تو کس طرح تڑپائیں گے آپ</p>	
<p>وہ یہ پوچھے گا کب ملین گے آپ مثل سباز طرب ملین گے آپ میں یہ سمجھا کہ اب ملین گے آپ مثل بنت العنب ملین گے آپ یہ ملے اب تو کب ملین گے آپ نہ جدا ہونگے جب ملین گے آپ</p>	<p>مجھ کو کیا جسکو جب ملین گے آپ آنے پائے جو بزم عیش میں ہم ہاتھ پھیلا کے لی جو انگریزانی ہوش عاشق کے کھوکھو کی شب خاک میں بھی ملا چکے مسم کو حرف مدغم کی طرح وصل کی شب</p>

<p>ہے تعلق مزاج عالی میں ق رفتہ رفتہ جناب یوسف سے خاصہ آپ میں ہے دولت کا جان دینے کا تب ملے گا مژدہ آئیے دو وزن وقت ملتے ہیں ہجر ہے کون آپ میں آئیے آنکھ سے آنکھ دل سے دل بچا ہے پیش دل کا میری ہو گا علاج ڈھونڈتا ہے عہد امیر سب</p>	<p>اور خوبوں میں کب ملین گے آپ جا کے مثل نسب ملین گے آپ بخت چکین گے جب ملین گے آپ دل کے مانند جب ملین گے آپ رکھ رہے اب تو کب ملین گے آپ مل رہوں گا میں جب ملین گے آپ کہیے اس طرح کب ملین گے آپ نبض کی طرح جب ملین گے آپ ایک دن بے سبب ملین گے آپ</p>
---	--

روایت نامہ سے قرینیت

<p>ہیں تری سے عاجز دیکھو سے معجز دن رات تیری شمشیر اداس ہے زمانہ بھی دنیہم یہ بھی شاید تری بیدار کے فریادی میں میری آہوں کے دھوین سے یہ زمانہ ہو سیاہ منزل کو چہ جانان کی ہے کیا انکو تلاش یوں مرے دل کو ہے عشق رخ دیکھو کیسا اک زمانہ انہیں کرتا ہے رقم نامہ شوق کیا پسید و سیر دہر سے ہے کالم انہیں کم نہیں صورت ازل سے نالے میرے سوئے ہیں دن کو عوض شب کو ملاقات کہاں</p>	<p>پیر یہ حیرت ہے کہ یک جا ہو کر کیوں نہ رات ہیں اسی وجہ سے دو ٹکڑے برابر دن رات ماہ و خورشید جو پھرتے ہیں کھلے سروں رات کہ نظر آتے ہیں اب چرخ پر خستہ دن رات ہے خاک پر جو مہر کو مپکے دن رات جیسے نوروز میں ہوتے ہیں بڑے دن رات بیٹھے رہتے ہیں لب لبام کہوتہ دن رات ہیں سے عشق سے بخود جو قلندر دن رات آنگے کو چہ میں ہی منہ کا مہ محشر دن رات رات دن ہے انہیں لے دلو مقدر دن رات</p>
---	---

مہراں یار ہے اب ہجر کا کیا ذکر امیر

	شکر صد شکر کہ ہوتے صہل میر دن رات	
<p>قیامت تک آئینگی جائے گی رات سیاہی کی صورت دباؤ گی رات سحر ایک دن ہوگی جائے گی رات مرے کام بگڑے بنائے گی رات یہ کس کو نشانہ بنائے گی رات نہ دن ہوگا ایسا نہ آئے گی رات خدا جانے اب کیا دکھائے گی رات غریبوں سے آنکھیں چراؤ گی رات اڑا دین گے نالو جو آئے گی رات تو دن کو بھی گھر سے نچاؤ گی رات جو بھیگی تو طوفان لائے گی رات ستارے ابھی تو ٹولائے گی رات</p>		<p>اُسے میرے گھر تک لائے گی رات بلا ہجر جہان میں لائے گی رات سپیدی ہے انجم ہو سے سیاہ یقین ہے وہ چھپ کر چلے آئینگے کمان کہکشان تیر تیر شہاب چلو بل کے بیٹھو غنیمت ہے وصل تر پتے تر پتے ہوا دن تمام نہ آئین گے فرقت میں تارے نظر مداو اسے غم ہوگا فرقت میں غم جو فرقت میں ہے تیرہ روزی یہی رکاتی ہے ہمو سر شاہم ہر وہ گیسو جو انسان کے طالب ہوئے</p>
	<p>ازل سے ہے بیان تیرہ جہتی امیر بھلا ہم کو کیا آزمائے گی رات</p>	
<p>شگفتہ دل ہوگی نو بہار کی صورت منو و عمر ہے برق و شہد ار کی صورت ہے ایک اپنی خزان و بہار کی صورت میں پھر رہا ہوں پریشان غبار کی صورت جلا کیا میں چراغ مزار کی صورت تری کمر کی مرے جسم زار کی صورت</p>		<p>خدا دکھائے کسی گلف زار کی صورت کہان ہے دار فنا میں قرار کی صورت برنگ سرو و ہین آزاد باغ عالم میں ہزار حیف کہ منزل پہ قافلہ پہنچا شریک درد نہ کوئی تمام عمر ہوا کیا حیف یہ غم نے مجھے کہ ایک ہوئی</p>

ہماری آنکھ سے یارب کہ چشم قربانی نہ راستی کا نشان سرو میں نگل میں سے ہو اس اشتیاق میں مائع وہ ہم دکھائے ہیں گل فراق یار نے مرده بنا دیا یا نہ چھیرے دل انھیں گالیان میں منہ پہ دھری شکستہ کہوں نہ ہوں بارش کا تار دیکھتے مست	مرے پہ بھی ہے دہی انتظار کی صورت بدل گئی چمن روزگار کی صورت پڑیں کسی کے گلے میں یہ ہار کی صورت مکان بھی نظر آیا مزار کی صورت ہیں پڑیں گے وہ ابر بہار کی صورت ہندھی تہے بڑے کے شکار کی صورت
---	---

خوشامیہ مرده منعم کہ ہوس کے دو لہند

جھکائے سر شجر میوہ دار کی صورت

ردیف تاسے شقیلہ

سے میل جو آغاز میں کب سے یہ نئی چوٹ چین اب کسی پہلو کسی کر دٹ نہیں آتا کیا اُس نگہ ناز کی چوٹوں میں مرہ تھا اشد ری محبت میں نزاکت سے دل کی تم ناز سے چلتے ہو چمن میں مجھے ڈر ہے آیا یہ کس نے بھرے ہوئے جو بن کا نقور آسان نہیں صدہ الفت کا شعل اشد ہمارے دل نازک کو بچ پائے مر کر بھی محبت کی گنگ دل سے نہ نکلی کیا درو محبت کا مرہ خب کو بتاؤں مجرور ہوا جلوہ دیدار سے عاشق نکلی نہ مرے پہ بھی گئی تہہ میں ہمراہ	ہے تو کھلاڑی تری مت کی بندھی چوٹ سج ہے کہ لگی دل کی بھی ہوتی جو بڑی چوٹ دیکھا کیے آنکھوں سے بچائی نہ گئی چوٹ دیکھا جو کر ٹی آنکھ سے ایسے تو پڑی چوٹ کھا جاے نہ ٹھوکر سے کہیں کبک رہی چوٹ گھون مری چھاتی پو نگا دل پہ لگی چوٹ دل تھا یہ ہاما ہی کہ ہم نے یہ سہی چوٹ آتی ہے لگانے کو تری عشوہ گری چوٹ بیشے مرے پہلو میں تو کیا خوب جمی چوٹ کھائی نہیں بید و تر سے دل نہ کھی چوٹ مارا نگہ ناز نے چتون نے بھی کی چوٹ پڑ کر دل عاشق پہ مصیبت میں پڑی چوٹ
--	--

	<p>کہتی ہے امیر اُسکی ادا تیغ قناسے دعویٰ ہے پھکیتی کا تو لے روک می چوٹ</p>	
<p>دوتا جو زلفت ہوئی چوٹ پر لگائی چوٹ یہی سبب ہے جو دیتی بہنیں دکھائی چوٹ کڑی نگاہ جو دیکھی تو کیا سچائی چوٹ جھکا کے سر کو کمر کی عبث لگائی چوٹ اُبھر رہی آئیگی پھپھلی دلی دبائی چوٹ بلاپ جوڑ ہے یار دلی آشنائی چوٹ زمین سے اٹھ نہ سکے ہم اگر اٹھائی چوٹ اُبھر کے غنچے کے مانند سکرائی چوٹ</p>	<p>پچک گئی کمر اُسکی تو دل نے کھائی چوٹ کمر کے عشق میں ہم نے جگر پہ کھائی چوٹ مقابل آئے آیا تو منہ کو پھیر لیا بڑا کہے رتبہ گھٹایا غضب کیا قاتل فسرہ دل ہوں مگر فصل گل تو آنے دو اُمید کیا ہو کسی سے کہ اس زمانے میں نشانِ زخم ہو ابوجھبہ نا توانی سے جو وقتِ قتل اٹھا ہاتھ کھل گئی وہ گات</p>	
	<p>امیر دردِ دل سنگ کو کہن سمجھا لگا کے سر پہ جو تیشے کی آزمائی چوٹ</p>	
<p>بھلا ہو رسم کا اپنی ہوئی پرانی چوٹ ہو ایہ رشک مجھے پہلین نے کھائی چوٹ چھپت دیتی ہے دلوں میں سے پرانی چوٹ خفیف اُسکو کیا تو نے کیوں سچائی چوٹ نہ کی زبان سے اُت دل فی لاکھ کھائی چوٹ جگر پہ بیٹھے چھائے عبث اٹھائی چوٹ ہو ایہ صدمہ کہ چپکری ہم نے کھائی چوٹ ہزار بار اٹھائی زک اور کھائی چوٹ سمت کے غنچے کی صورت بہت چھپائی چوٹ</p>	<p>کسی پہ زخم پڑا یاں جگر پہ آئی چوٹ رقیب پر اگر اُس ترک نے لگائی چوٹ پڑا ہوں رنج میں مین اپنے رحم کے ہاتھوں یہ مجھ سے کہتی ہے غیرت کہ اسے مرنے گیا مصلحتیں تو خیر ہزار باجھیں لیں حزور کیا تھا کسی سنگدل کو دل دینا جو پھول پھینک کے اُس نے رقیب کو مارا مٹانے دید کا لہکا نہ تاک جھانک گئی عیان ہو زخم جو گل کی طرح ہے دل مجبور</p>	

کہ دل لگانے کے بدلے کڑی لگائی پوچھ	جہان میں کوئی نہیں اُس صنم سانگین دل
	یہ کیلے سامنے فریاد کر رہا ہے امیر کیلے دل کو لگی ہے کہین پرانی چوٹ
	ر دلف ثنائے مثلثہ
<p>بادۂ جالف زاعبت نقمہ دلکش عبت کھولے ہوئے ہر منہ کی صورت از دہشت کون ترا ہے وادرس چچ نہ اسے ورا عبت تنکے چیتے تمام عمر صورت کبریا عبت ہوتی ہے عرش کو روان روزمری دعا عبت گریہ بے اثر فضول نالہ نارسا عبت بیٹھے ہیں جم کے ہم بیان صورت نقش پاعتبت کرتے ہیں حسن آشتا غیر سے التجا عبت</p>	<p>ہجر میں ہے فضا عبت ابر عبت ہوا عبت پوچھو نہ لا عسری کی حد نقمہ مور ہے جسد خافہ لب ہو پیش دیں پر نہیں کوئی ہم نفس آئی نہ اپنے کام عمر غم میں کٹی دمام عمر دل بھی خدا کا ہے مکان کیون نہیں آتی پر بیان ہرتے ہیں لاکھ ہم بول کب ہے دان معاقل نسرل یل ہے جہان ہو گئے گئے بوشان ہوتی ہیں حاجتیں روا کس سے کریم کے سوا</p>
	طرفہ امیر غم ہوئے پھر نہ کبھی ہم ہوئے اُس گل تر سے ہم ہوئے صورت یو عبت
<p>عمر کی جب خزان ہوئی باغ میں ہوا عبت محکومہ ہے درد کا کرتے ہیں یہ دو عبت آئی ہے روز ڈھونڈنے محکومہ قضا عبت گرگ سے ماہ مصر کا پوچھتے ہو پتا عبت صرف کیے ہیں تیر میں تم نے پیر ہما عبت مثل میں جو پاس راہروا نکھ میں ہوا عبت پھیل رہی ہے شہر میں ساکون کی صدا عبت</p>	<p>سبزہ مرے مزار پر بعد فنا کا عبت ہستے ہیں میرے چارہ ساز فکر میں مبتلا عبت زار ہوا ہوں اس قدر جسم نہان ہے مثل جان عیش کا دہر میں نشان دیکھا کبھی نہ آسمان دولت دہر کی نہیں زخمیوں کو کچھ آرزو توت فہم اگر نہیں علم پتکیہ ہے فضل گوش کریم تک بھی چاہیے یہ سہت کو جا سے</p>

<p>پکے ہمارے اتھوان ہو گئے سر نہ سماعبت ناخن سخی خلق ہیچ منکر گشت عبت</p>	<p>سرے سے کام اب نہیں چنچہ سیا و یار کو عقدہ دل مرا کھلے اسی اسید ہی نہیں</p>
<p>مال تلف ہوا ہوا قمر نہ بہاؤ اشک امیر خاک میں اب ملا تے ہو گو ہر بے بہا عبت</p>	
<p>رد لیت بیسم تازی</p>	
<p>گلنار دھوپے سے بھی اڑتے ہیں شر آج وہ قتل پہ مین مرگ پہ باند سے ہوں کمر آج بہکی ہوئی پھرتی ہے محبت کی نظر آج دوڑی ہوئی جاتی ہے خوشی غیر کے گھر آج بیعت انہیں ساقی سے ہوئی زیر شجر آج آب پھر مین کوئی نہ اُدھر ہے نہ اُدھر آج اڑتی ہوئی دی ہے یہ بگولون نے خبر آج لے ابر کرم خواہ غضب کچھ تو اُدھر آج بے پر کی اڑاتا ہے عبت مرغ سحر آج بوسے تھے جو کل نخل لے اُن کے خمر آج درون مین مین خورشید چکرون مین قمر آج ہو مہر دہن منہ کو کہیں آ کے جگر آج ہم عیب کے مابند چھپاتے ہیں ہنر آج آنکھیں جو پھر مین بھر گئی عالم کی نظر آج</p>	<p>اس شان سے وہ برق و شاتہا ہوا دھر آج ہوتا ہی تو ہے فیصلہ گردن و سر آج غیروں سے کبھی ہے کبھی مجھ سے ہے لگاؤٹ گو جاتے ہیں آہستہ نزاکت سے وہ مسکن گلزار مین میکش ہو سے بے شب پھر ہستی ڈر ڈر کے ملاک بھی ہو سے کا ندھون و گزیران غربت مین مین آیا تو اڑی خاک طن مین بابان نہیں پتھر ہی گرا کشت پہ میری گزرے گی شب پھر نہ تا روز قیامت جنت مین کریوں سے کہیں گے یہ فرشتے کس شان سے بیٹھے ہیں سر برم وہ آکر شیخے کی طرح جو غش سے عشق ہے دلیں عالم مین رواج اب یہ ہوا بے ہنری کا ہیگانے ہو سے نزع مین جتنے تھو گیا نے</p>
<p>شاہد کی دلیر پراسیہ را ہی گیا دل کیون ناخون سے تھامی ہو پھر تے ہو جگر آج</p>	

پر دے سے جو اس حور نے دکھایا اور آج
 شوخی سے ہے بے چین وہ بجلی سی نظر آج
 اتنے رے چیا وصل میں اُٹھتی ہی نہیں آنکھ
 اُس ماہ سے ہے وصل تو اندھیرا دیکھو
 کس لطف سے جھنجلا کے وہ کہتے ہیں تڑپ
 دیدار طلب تو بھی ہے اور میں بھی جون آباد
 سب لچھے بڑے حشر میں ہیں حاضر دربار
 یا د آتی ہے رہ رہ کے یہ کسکی مرے دل میں
 قاصد کمر بار کے مصنون ہیں حظ میں
 آنکھیں مری شے سے نہیں سرخ ہیں اب
 اسے طول جدائی یہ نیا ہے ترا اندھیر
 دوزخ کے بھی جنت کے بھی دروازے کھلے ہیں
 کہتی ہے نصفا طول اہل دیکھ کے مجھ سے
 اک عمر ہوئی ہم میں تری یاد سے بیہوش
 مانگی ہے دعا کس نے الہی کہ کھلا ہے
 پر یان بھی ہیں یوانی اسی رشکِ پری کی
 کل کو ج ہے کچھ لیتے ہوئے بن نہ پڑیگی
 عسکی یاں جن امیدوں سے بڑا نے لگی ہیں
 رہ رہ کے دکھاتے ہیں وہ تیس بنگہ تار
 حور شید قیامت کا بہت گرم ہے بازار
 ہوتے ہیں وہ رخصت میں یہاں کی گردن کیا

آنکھوں کو مری پوستی سے میری نظر آج
 کہتی ہے جیا دیکھو کرتی ہے کدھر آج
 کیا شکے دہن میٹھی ہے پردی میں نظر آج
 شام آئی ہے لیتی ہوئی ساتھ اپنے سحر آج
 عالم تری آنکھوں سے گئی نیند کدھر آج
 لیکن ترے گھر کل ہے وہ دن اور مرگھر آج
 دیکھیں نظر لطف و عنایت ہو کدھر آج
 اُٹھ اُٹھ کے بھٹاتے کسے در و جگر آج
 ڈرتا ہوں کہ تیری بھی نہ غائب ہو کمر آج
 کچھ کچھ چھپاک آیا ہے ادھر خون جگر آج
 دن سارے زانے میں ہو اور شب کو کمر آج
 اسے شانِ کرم نکلو ہے کیا بد نظر آج
 سامان توکل زادِ سفر کا ہے سفر آج
 اے بیخبری تجھ کو ہوئی ہے خیبر آج
 آغوشِ تنہا کی طرح با لب اثر آج
 آئی ہے پرستان سے اُٹ کر یہ خبر آج
 لینا ہے مسافر کو تو لے زاہد سفر آج
 ٹوٹی ہوئی شاخیں سمجھے دیتی ہیں شمر آج
 ڈرتا ہوں کہ منہ سے نکل آئے نہ جگر آج
 دے اُسکو بھی چھینٹا کوئی اسے دامن تر آج
 ساتھ اپنے لیے چل مجھے اے شمع سحر آج

کچھ کچھ جو شریک آنسوؤں میں خونِ جگر ہے	یا قوت سے رنگت میں نخلتے ہیں گہر آج
کس غیرتِ خورشید سے ہوتی ہے جِدائی	اوڑھے ہوئے کیوں شام کی کلی جو سحر آج

بیٹھا ہے امیر اسکی نعل میں مراد نمن	رہ رہ کے جو اٹھتا ہے مرادِ جگر آج
-------------------------------------	-----------------------------------

جو تجھ سے رُخ ملائیں چاند سورج	ابھی تو منہ کی کھائیں چاند سورج
سحر کو شام کو بھی یاد رکھیں	نہ اتنا سر اٹھائیں چاند سورج
ترے رخساروں میں ایسی چمک ہے	کہ لیتے ہیں بلائیں چاند سورج
گزارن کا جوتیری راہ میں ہو	ابھی آنکھیں بچھائیں چاند سورج
ترے نقش قدم کا پائین رہتہ	یہ کرتے ہیں دعائیں چاند سورج
فردغ اپنا جو اس سے بڑھکے چاہیں	تری چوٹی میں آئیں چاند سورج
ترے چہرے سے اٹھ جائے جو گیسو	گہن میں منہ چھپائیں چاند سورج
وہ غازہ ملتے ہیں آبت منہ پہ کہرو	کہ خیر ابی سنائیں چاند سورج
سپید و زرد ہیں اُس رخ کے آگے	ذرا آنکھیں لائیں چاند سورج
خدا کے نور ہیں سبطین احمد	کہاں یہ نور پائیں چاند سورج

امیر اس عارضِ روشن کے آگے	بگڑ کر کیا سنائیں چاند سورج
---------------------------	-----------------------------

ردیفِ بیمِ فارسی	
------------------	--

عاشقِ ابرو کی یونِ تصویر کھینچ	اے مصوِعاتِ پشیم کھینچ
اُس کمر سے موقتِ مانی بنا	نا تو ان ہون یونِ مری تصویر کھینچ
مدعا سے دل ہے ترکِ مدعا	جتنی آہیں کھینچ بے تاثیر کھینچ
میں کہاں عشقِ اسکی منزگان کہاں	دیکھ کاٹوں میں نہ اسے تقدیر کھینچ

<p>تو بھی نالے صورتِ زنجیر کھینچ لے قلمِ عطر گلِ تصویر کھینچ ابکے ایسا نالہ شہگیر کھینچ یوں شکتے ہیں نہ اسے تقدیر کھینچ میری اسکی ایک جا تصویر کھینچ زنگِ صحبت سے مری تصویر کھینچ بھر تک قاتلِ جودل سے تیر کھینچ پاکے موقعِ عکس کی تصویر کھینچ اک ذرا بڑھ دامنِ شمشیر کھینچ کھینچنی دولت جو ہو تصویر کھینچ کھینچ پردہ رُخ پہ جب تصویر کھینچ</p>	<p>قید میں اسے دل کہاں تک ضبطِ غم اس عرقِ آلودہ رُخ کے لکھ صفات بڑھکے آئے ہاتھ میں اس دل وہ زلف اُس دامنِ ننگ پر عاشق نہ کر جلوہ گر مانی ہو رنگِ اکاد عاشقِ اجاب ہوں بہرِ نوا میں راہِ پاکِ زخم سے نکلے نہ چور اے مصور جب وہ دیکھے آئندہ قتل کی حسرت ہے تو احوالِ مشتاق اے مصور ہے ترقی پر وہ حسن کیا حیا ہے کہتے ہیں مانی سے وہ</p>
<p>دستِ دل سے دامنِ شمشیر کھینچ</p>	<p>دولتِ عجبے اگر چاہے امیر</p>
<p>ہاتھ سے اپنے گلے پر آپ ہی شمشیر کھینچ سر جھکا کر نازِ قاتل کے یہ شمشیر کھینچ میں تری تصویر کھینچوں تو مری تصویر کھینچ یار اجمی کھل جائیں گے جو ہر ذرا شمشیر کھینچ اے دل پر دُرجب کھینچ آدہ پڑتا شمشیر کھینچ ہاتھ دیا سے پہنکر پاؤں میں زنجیر کھینچ روکتی ہے شرم کہتی ہے اد شمشیر کھینچ خطِ رو تو پہلے بالائے خطِ لطف کھینچ</p>	<p>منتِ قاتل نہ احسانِ کمانِ تیر کھینچ یہ تر کا کر شکر کر نالے نہ اونچ کھینچ مجھ کو ہو تیرا تصور تجھ کو ہو میرا خیال جانِ شادون میں ہے سچا کون جھوٹا کون ہے سامنا بیدار دے ہے دیکھنا خفت ہو ہو کے پابندِ محبت بندِ غم سے چھوٹ جا قتل گد میں کچھ مرے قاتل کو بن پڑتا ہیند چارہ گردِ تیر درو عشق پیچھے سوچتا</p>

ایک دن تیری بھی یون ہی کھال کھینچ جائیگی
 ہاتھ میں اس مست کے تلوار سے پھر سیر دیکھ
 سبز خط اسکا دکھلا کر نہ دیوانہ بس
 باوہ خواروں پر عنایت چاہیے پیر معاف
 ہندگی مولیٰ کی کیسو ہو کے کرنا چاہیے
 تو کیسو کی درازی کا ٹھکانا ہے کہیں
 جھیل کر ٹیان سلسلہ گیسو سے رکھنا ہے اگر
 تیر پڑتے ہیں جگر پر پر چھیان دل پر مرے
 کشمکش مزرگان ہوں مانی ہاتھ سو رکھ دے قلم
 ساتھ پیکان کے پست کر دل نہ کچھ آئے کہیں

پوست آہو کا نہ اسے صیاد آہو گیر کھینچ
 چشم بیگون میں ذرا سرے کی بھی تحریر کھینچ
 بیگنہ ہوں کجگو کا نٹون میں نہ اسے تقدیر کھینچ
 ان مریدوں کو بھی اپنے رنگ میں ای پیر کھینچ
 اسے مصلیٰ ہاتھ دینا سے دم کیسے کھینچ
 اس کشش سے ابجو ہاتھ کا کتب تقدیر کھینچ
 قید زندان سے نہ گھر اصد نہ زنجیر کھینچ
 بار بار آہیں نہ اسے قاصد دم تقدیر کھینچ
 کچھ سکے تو نوک بنجر سے مرے قصہ کھینچ
 دیکھ اوطالم ذرا آہستگی سے تیر کھینچ

روئے اپنے حال پر جاتی جوانی میں امیر
 رات تھوڑی رہ گئی ہے نالہ شبگیر کھینچ

روایت حاکم حلی

چلتے ہی گردی بہین دم کی طرح
 غلط لسان سے ہوں میں مشہور خلق
 قصہ سقران کا ہوا سب کو مرگ
 زاریہ اسے ترک ہوں میں سخت جان
 دیکھیے جب میکہ میں سے بلند
 عشق میں مر کر مرے ہوگی نمود
 سر ہی علم عشق میں پٹیا کیے
 ہوں وہ سیر روز چلون جھڑن

ٹھہرے کہان نقش قدم کی طرح
 نطق خوشی ہے تسلیم کی طرح
 گھر سے وہ نکلے مرے دم کی طرح
 خون نکلتا نہیں دم کی طرح
 دست بپو دست کرم کی طرح
 نام نکل جائے گا دم کی طرح
 ہاتھ رہا سر پہ علم کی طرح
 شام ہے ساتھ تسلیم کی طرح

<p>سایہ مرا نقشِ قدم کی طرح صاحبِ حرمت ہو حرم کی طرح لطف وہ کرتے ہیں ستم کی طرح برقِ غضب ابرِ کرم کی طرح سجدہ کُنان چلیے قدم کی طرح چھوڑ گئے نقشِ قدم کی طرح ہے یہ ہوا سینے میں دم کی طرح</p>	<p>صنعت ہے ایسا کہ زمین گیر ہے دیر میں ٹھہر دو تم اگر دم کے دم پان بھی بھیجے ہیں تو غیر دیکھے مانتے ہوں میں وہ دم دوست ہے جسکو عزیز راہ ہے کعبے کی رہ کو سے یار حیف کہ رستے میں مجھے ہم سفر نزدہ محبت سے ہوں میں ناتوان</p>
<p>بیٹھے امیر اسکی گلی میں جو ہم میٹ کے اٹھے نقشِ قدم کی طرح</p>	
<p>ستم ہو تیر بھی کھینے لگو کمان کی طرح زبان تیغ کو چوسون ترمی زبان کی طرح ٹرپ بھی ساتھ چلے عمر جادو انکی طرح بہار لوٹتی ہے باغ کو خزان کی طرح جو آئے پیر کی صورت گئے جوان کی طرح لپٹ گیا وہیں معشوق مہربان کی طرح کچے ہیں خود بھی شمشیر امتیاز کی طرح میں اٹھکے بیٹھ گیا کرو کاروان کی طرح</p>	<p>مژہ بھی کرتی ہے بل ابرو بتان کی طرح مژہ فیہ دق شہادت کا جو کہ اسے قاتل یہ لطف مقتلِ الفت میں ہے شہادت کا نویز وصلِ مثنائی ہے دیکھے داغوں کو یہ سیکدہ ہے کہ کوئی طلسم ہے ساقی فراقِ یار میں رویا جو میں تو غم اس کا بل ابرو دن پہ ہے اللہ آبرو رکھ لے جو تیر دھتے مسافر وہ پھنچے منزل پر</p>
<p>گلا یہ ضبطائے گھونٹا کہ تنگ آ کے امیر نکل گیا مرے سینے سے دم فغان کی طرح</p>	
<p>سمجھاؤں گا ایسا کہ سمجھ جائے گا نا صبح میری جو نہ مانے گا تو پچھائے گا نا صبح</p>	<p>ہے دل میں ٹھنی آب کہ اگر آئے گا نا صبح میں اسکی نہ مانوں گا تو نقصان مرا کیا</p>

<p>آتا ہے مرے پاس تو آنے دو نہ رو کو پہلے اُسے دیکھ آئے یہ کہنا مرا مانے کہدو کہ نہ باتوں میں مری شاخ نکالے سُکریں نصیحت ہنیں لانا جو حشر ارہ رونا جو میں چھوڑ دیکھا تو سڑ پون کا کھٹور</p>	<p>دو چار گھڑی بیٹھ کے اُٹھ جائے گا ناصح پھر میرے سر آنکھوں پہ جو فرمے گا ناصح کہدو نکال پتے کی مین تو پتے لے گا ناصح اتنا ہے مجھے دھیان کہ جل جائے گا ناصح بیکار تو مجھے نہ رہا جائے گا ناصح</p>
<p>آیا ہے اگر صحبتِ رندان میں تو بیٹھے گھبرا کے امیر آپ ہی اُٹھ جائے گا ناصح</p>	
<p>روایتِ خاصے مجھ</p>	
<p>ہے جس قدر کہ وہ صنم شوخ و شنگ شوخ آئینہ دیکھو جاتے ہو کیسے سیرِ بانگ کو مانگا جو بوسہ میں نے جلیسون سے یہ کہا ساقی شرابِ سرخ وہ مجھ مست کو پلا مصنوع جو سو جھنے لگے اڑنے لگا فلم گھروالوں پر بھی ہوتی ہیں ہر وقت چھٹیاں ہے رنگ باندھنا تو ڈبو اس میں انگلیاں معتوق وہ ہے جسکی طبیعت بھی شوخ ہو بیش پہ نازِ شیخ کو عینک سے ہے عیش</p>	<p>ایسے کبھی نہ ہونگے بتانِ فرنگ شوخ پھیکا گلون کا رنگ تہا را ہو رنگ شوخ دیکھو تو کس قدر ہے یہ بے نام و رنگ شوخ یا قوتِ آبدار سے جبکا ہو رنگ شوخ میدانِ پاکے اور ہوا یہ سُرنگ شوخ کشائے مزاج ہے اسے خانہ جنگ شوخ مسخدی سے تیری میری لہو کا ہے رنگ شوخ کیا فائدہ فقط ہو جو چہرے کا رنگ شوخ کیا وصف ہے جو کہ تیور رنگ شوخ</p>
<p>کہنے کی یہ غزل تو نہ تھی لیکن اسے امیر میں کیا کردن ہے میری طبیعت کا رنگ شوخ</p>	
<p>روایتِ والِ مہملہ</p>	
<p>عالموں کو رہے آبادی کا شانہ پسند</p>	<p>ہم ہیں وحشی ہمیں سُنسان ہے ویرانہ پسند</p>

<p>قصہ گو یوں سے جو سن لی ہے کہانی میری جان دی شمع پر پروانوں نے گر کر سر بزم سجد و ظرف و صنوبر کو مبارک زاد بتگئے سانسے اُس شوخ کے جتنے تھیں دل کو کیا لطف جو معشوق بنو گر ماگرم آبلے پاؤں کے کافی ہیں مجھے دشت میں دونوں گھر اُس کے میں تمیز کہاں وعدت میں آئندہ جان کے زانو پہ جگہ دی اُس نے مر گیا میں تو حسینوں نے بھی کی زینت ترک</p>	<p>انگلیاں کا لون میں اب تیرے ہیں افسانہ پسند ایسی آتی ہے ہمیں بہت مردانہ پسند ہم کو ہے بزمِ مے و شیشہ و پیما پسند حسنِ پروں کا کرے اب کوئی دیوانہ پسند شمع خاموش کو کرتا نہیں پروانہ پسند تاج سلطان کو رہتے گھر رکھتا پسند ہم کو کبے ہی کی مانند ہے تنہا پسند جاننا دل جو مرا تو کبھی کرتا پسند رخ کو آئینہ نہ اب زلف کو ستشاندہ پسند</p>
---	--

اپنے مصنون تو پسند آتے ہیں عالم کو امیر
ہے وہ شاعر جو کرے عسنی بیگانہ پسند

<p>سچ کہہ پسند کسی ہے اسے خوب پسند سب کو تری پسند ہے اے ماہر پسند اللہ سے جوشِ ناز و ادب بزمِ یار میں خیر و کھا کے کہتے ہیں وہ بات بات پر آؤ جو میرے قتل کو اتار ہے لحاظ رحمت ہی رحمت اُسکی ہے کرو اگر قبول دیکھو کہ میرے یار کے کیوں نہ کرنا ہو زینت کے وقت بھی ہے جو تمام کا خیال احسان کسی کا کب ہو گوارا بزرگ گل زادہ نگاہ کم سے کسی زند کو نہ دیکھ</p>	<p>تج کو عدد پسند ہے مجھ کو ہے تو پسند عالم پسند وہ ہے کرے جس کو تو پسند پس پس گیا ہے آج دل آرزو پسند ہم کو تو اس زبان سے ہے گفتگو پسند نادک جگر پسند ہو غم گلو پسند میری نازاں ہے نہ میرا و صنوبر پسند وہ دشمن آبرو کا ہے میں آبرو پسند مٹی کے عطر کی ہیں آتی ہے بو پسند ہے چاک پیر ہیں نہیں لیکن بو پسند کیا جانے اُس کریم کو وہ ہو کہ تو پسند</p>
---	--

<p>آجائے جیسے دل ہو وہی جان سے عزیز کھل کر کہو کہ بوسہ کیسوں دینگے ہم بلبلِ نثار گل پہ ہے پروانہ شمع پر پیدا کیا ہے حق نے دولت کا خاصہ سب آفتون سے چھوٹ گیا کر کے ترکِ حرص</p>	<p>بیوقوف کو ہے جامہ یوسف کی بوسہ یہ الجھی الجھی ہو کو نہیں گفتگو پسند دڑے کو مہر ہو کہ ہے وہ ماہر و پسند وہ کون ہے جہان میں نہیں جیکو تو پسند کیونکر ہو مجھے دل بے آرزو پسند</p>
<p>دن رات ذکرِ شعر و سخن سے ہے کام میر باتیں یہی پسند یہی گفتگو پسند</p>	
<p>جسدن سے اُس غریب کو آیا ہے تو پسند ساقی ہے دھرتی زریں سے زیادہ عروس کن عاشق کو فوج کر کے وہ خنجر ہو کیون مست منہ دیکھے کاہے اُس فقط شکل آئینہ بیچھک پڑا جہان و بہن دریا بہا دیا کہتے ہیں کوئی جم کے نہ بیٹھے ہمارے پاس کیا محوِ سب زباں دکھاتا ہے آسمان دل ہے ترا جگر ہے ترا جان ہے تری بحرِ جہان میں گو ہر کیا ہے میری ذات اندھے سے پاس خاطرِ اغیار کو لے دل خدا کے واسطے اب میر جان چھوڑ ہم چاہیں دل ملے وہ ملائین ہیں آنکھ سوا آفتین ہزار بلا میں قبول ہیں ہم بے زبان یا ہمارا زبان دراز</p>	<p>ہے کس غضب میں جانِ دل آرزو پسند کیا بھیننی بھیننی اُسکی ہے مستو کو بوسہ پسند خونخوار کو ہے مے سے زیادہ لہو پسند کرتے ہیں دل مرادہ مے رو بہ پسند ساقی مجھے ہے بہت دستِ بہو پسند اُٹھڑی ہوئی یہ ہو کو نہیں گفتگو پسند مشتاق مے ہوں میں نہیں خالی سبو پسند ہرگز نہیں دروغ کرے جسکو تو پسند اس تھوڑی سی بساط پہ ہے آبرو پسند لایا ہے قتل و دست کو خنجرِ عدو پسند انجکونہ میں پسند نہ محکو ہے تو پسند وان جام سے دروغ نہاں ہی سبو پسند منہ یاس کا نہ دیکھے دل آرزو پسند یانِ خاموشی پسند ہے وان گفتگو پسند</p>

<p>خالی قدح پسند نہ خالی سبب پسند اللہ کو نماز نہیں ہے و صلو پسند ہے اس نماز کے لیے ایسا و صلو پسند</p>	<p>بے ذوق عشق دیدہ دل دون پسند راہ کو گریہ و قہر عبادت ضرور ہے جھکیے جو پیش یار تو آنسو بہا ہے</p>
<p>سے لکھنؤ کی جان تو کلکتے میں آئی خاک آئے میری آنکھ کو اب لکھنؤ پسند</p>	
<p>آئینہ کو کرے نہ کبھی رشتہ رو پسند مجاہد ہے ورو آئیہ لاقتضو پسند وہ بھی پسند مجاہد ہے جبکو ہے تو پسند کا لڑن کو میرے ہے تو وہی گفتگو پسند مستون کی طرح ہکو نہیں ہا و ہو پسند میکش ہوں مجکو خم کی طرح ہے سبب پسند ہے جبکو طول قصہ تیغ و گلو پسند مرنے کے بعد بھی ہے تری جستجو پسند منہدی کے بدلے انگو ہے میرا ہو پسند کیون سجدہ مثل کعبہ ہنو چار سو پسند ساغر ہے مہر کا نہ فلک کا سبب پسند لڑنا ہوا کسی کو نہیں ہے سبب پسند لیٹے آئے پسند ہے ہکو ہے تو پسند</p>	<p>میرا کلام صاف ہو کیونکر عدد پسند نکلے امید جس سے وہ ہے گفتگو پسند کرنا ہوں پیار غیر کو بھی میں تری طرح آنکھوں کو میری بد نظر ہے تو رو سے یار افشا ہو راز عشق تو کا میں زبان رسم چھوٹے بڑے پہ کچھ نہیں موقوف سا قیا دو ہاتھ میں کر گیا وہ کیا خاک فصیل خاک لحد ہے ریگ روان کی طرح روان شکر خدا کہ اب ہوئی امید قتل کی ہے تو ہی مشرق و مغرب و جنوب و شمال میں میکش وہ ہیں کہ اور ہے اپنا دل و دماغ و دن میں دل شکستہ توڑ کر کہے دہست نادان ہے قہیں سے جو میں نے مناسبت</p>
<p>تعریف دوستوں کی نہیں معتبر آئی اچھا ہے وہ کلام کرے جو عدد پسند</p>	
<p>اگلی سونو کہہ سکتے ہیں وان داد خواہ بند</p>	<p>چاؤ و قہر میں دل کو کیا ہی گناہ بند</p>

لے اشارہ ہے
و اصل شاہ
نواز کے اور
کی طرف ۱۲

<p>یارب پرٹھی ہے کس رخ پر نور پر نظر اچھا بندہ نہ ایک بھی مضمون زلف کا اے چشم تر ٹھہر بھی کہ خط یار کو لکھوں راہی ہیں صبح و شام مسافر سو عدم اُس شاہ حسن کا کوئی دربار کیا کرے باد بہار نے یہ لپیٹے ہیں برگ گل</p>	<p>ہوئے نہیں جو دیدہ خورشید ماہ بند لکھ کر کیے قلم نے ہزاروں سیاہ بند بارش میں ٹانہ برکی ہے پہرہ ہوا راہ بند ہوتی نہیں ہے شب کو بھی یہ شاہراہ بند جب جا کے دیکھے ہے دربار گاہ بند رنگین تری قبا کے ہیں کیا واہ واہ بند</p>
<p>زاد بھی میکدے کی طرف کیا چلے گئے دلت سے ہے امیر درخشاں بند</p>	
<p>مشاطہ کیا ہے آئنے کا بھی سلام بند کرتا ہے غیر لایہ سے بدگوئی ان مری گھبرا کے رہد جانبِ دوزخ چلے گئے دہ در شود کشادہ اگر بستہ شد در سے مسجد میں جا کے بیٹھ رہا سے فروش کیا چھوٹے جو ایک غم سے بھنے اور غم میں ہم لازم ہے بہر گریہ بھی دل کی کشادگی ساتی کے ہجر میں ہے اذیت خار کی اے ابر چشم کچھ تو جیسے میں کر کسی</p>	<p>سرکار جس کا نظر آتا ہو کام بند کچھ دُور تو متہ حرمیں کا ہو لا کلام بند پایا جو بابِ روضہ دار السلام بند رہتا نہیں کید کا رانے میں کام بند کیا دھ کیوں دکان ہے ٹوکی دام بند جیسے قفس میں ہوتے ہیں مرغِ نام بند آئے عرق کہاں سے اگر ہوں سام بند دل کیا کہ ڈھٹے ہیں بدن کے تمام بند ہے کار و بار سلقِ خدا کا تمام بند</p>
<p>ساتی بہرِ عیش ہے سن لے امیر کی ہو شام سے نہ صبح ملکِ دورِ جام بند</p>	
<p>روایتِ والِ قصید</p>	
<p>چو کے اُس برد کو ہے جگو بھی شایان گمشد</p>	<p>کرتے ہیں شیر زن جہیت کے میدان گمنام</p>

تو ہے سلامت تو کیا صبح قیامت کا ڈر کہتے ہیں آیتے ہیں دیکھ کے زلفون کا بل بہر کو بھی ہے کُوف ماہ کو بھی ہے خُوف عشق فہن گر سے ہے آج ترا سنا ایک بین کس کے نازِ حشر کے دن اٹھ سکین نوک کی ہم سے لین حبا ئین جو گلزار کو وحشیوں کے غول ابھی آنکھ سے گزری نہیں	تیری درازی پہ ہے لے شبِ ہجران گھمنڈ ہم سے بھی کرتے ہیں اب گیسو بیچان گھمنڈ حُسنِ پوزیا نہیں لے بُت نادان گھمنڈ پڑھ لے جن انہوں پہ ہو تجکو پر سِخوان گھمنڈ اکھپتی ہے مجھ سے صراط کرتی ہے میزان گھمنڈ گل سے گریبان کرے خار سے دامن گھمنڈ کرتا ہے دست پہ کیا حشر کا میدان گھمنڈ
--	--

ہے جو امیر اس قدر حشر کے دن بظہر

تیری حمایت پہ ہے لے شہِ مردان گھمنڈ

روینفِ ذال

چشمِ بد و رکھلا خوب ہی سر کا تعوید مہر و مچا ہے تہن دیکھ کے بازو تیرے ولع دنیا کے منظورِ نظری صاحب چاند کہتے ہیں کسے عقدِ ثریا کیا ہے آنکھ دکھلاتے ہیں وہ دیکھ کے جگرِ مٹیاب پھر بگائی گئی مشاطہ کہ باندھے کسکر چشمِ بد و درتتی یہ ہے جو بن اُن کا مر گئے عشق میں ہر رنج سے راحت پائی	باندہ دون لکھ کے میں باندہ نظر کا تعوید ایک دھڑکا تو بنے ایک اُنھر کا تعوید ہاتھ میں کیوں ہے یہ طلاؤں کر کا تعوید یہ گلے کی ترے پہیل ہے وہ سر کا تعوید یہ نکالا ہے نیا درد و جگر کا تعوید اک ذرا بھی کہیں بازو سے جو سر کا تعوید چاہیے روزِ نیا ایک نظر کا تعوید دارِ غل بڑھ کے ہوا در و جگر کا تعوید
--	--

جتنی تاثیر ہے انسان کے دل میں جو امیر

نقشِ کامل ہے نہ کوئی نہ اثر کا تعوید

ہنہیں ہے غنچہ عروسِ بہار کا تعوید	یہ کھل پڑا ہے کسی گلزار کا تعوید
-----------------------------------	----------------------------------

<p>لوں نہ آنکھوں کیوں آنکھوں کو اوجھا پیون جو مے مرض غم ہو دور سے ساقی اثر دکھائے گی الفت پس فنا تو حضور کبھی تو فاتحہ پڑھئے اور بھی وہ آجائیں چمن میں جاؤ تو ترنس لگاؤ آنکھوں سے خطا کا آیا ہے رکھ لوں میں اپنے سینے پر</p>	<p>یہ ہے مے مرض انتظار کا تعویذ کہ خطا جام ہو میرے بخار کا تعویذ ملین گے آنکھوں سے میرے ناکا تعویذ اثر دکھائے الہی مزار کا تعویذ تمہاری چوٹی میں ہو کس ہمار کا تعویذ کہ ہے یہ میرے دل بیقرار کا تعویذ</p>
<p>کیا جو یہ تو بلا سے آیا ہے وہ تو ملا ہے گادل کی جگہ دست یار کا تعویذ</p>	
<p>رو لیف را سے مہلہ</p>	
<p>تیر کھانے کی ہوس ہے تو جگر پیدا کر کوہن کو کہنی شیوہ عشاق نہیں رنگ چاہے اگر اس باغ میں آزادی کا قطرہ اشک بنے گوہر گوش جانان اڑ چلے گا بھی اسے پار ذرا بال تو کھول کونسی جا رہے جان جلوہ معشوق نہیں میرے ہی دل پہ گرے کاش پہ چلی بکر آخرت میں عمل نیک ہی کام آئیں گے عشق حسن نمکین کا جو اٹھاتا ہے مزہ اپنی گردش پہ بہت ہے تجھے اچرخ گھمنڈ صد مے الفت کے اٹھانے میں ابھی نکل</p>	<p>سرفروشی کی تناس ہے تو سر پیدا کر سہرے جو عاشق دل مشوق ہیں گھر پیدا کر نکبت گل کی طرح شوق سحر پیدا کر اُرد اتنی تو لست دیدہ تر پیدا کر تج کو بننا ہے پر یزاد تو پتر پیدا کر شوق دیدار اگر ہے تو نظر پیدا کر اسے فلک آہ میں اتنا ہی اثر پیدا کر پیش ہے تج کو سفر زاد سفر پیدا کر پیلے کچھ ذائقہ زخم جگر پیدا کر جب میں جانوں کہ شب غم کی سحر پیدا کر دل اگر ایک دیا لاکھ جگر پیدا کر</p>
<p>عشق بازی کا اگر حوصلہ رکھتا ہے آیا</p>	

دل جو اہستہ کا پتھر کا جگر پیدا کر

<p>جو دل ہے حلقہ بزم شراب سے باہر سوال کرنے نگیرین شوق سے آئین خدا کو دل ہی میں ڈھونڈو ادھر ادھر نہ پھرو شریک ہو کے رہے یا الگ بنائے گھر جو بوسے دے کے حسین پھر لین تو دونے ہوں یہی ہے اشک طوفان تو مثل قہر حباب ڈرے حساب کے دن سو تو ڈرے مجھ کو کیا</p>	<p>وہ ذرہ ہے عمل آفتاب سے باہر وہ دوہین میں نہیں تنو کو جواب سے باہر نہیں کتاب کا مطلب کتاب سے باہر کسی طرح نہیں دریا حباب سے باہر یہ لین دین تو ہے ہر حساب سے باہر محال ہے کہ مرا گھر ہو آب سے باہر مرے گناہ میں زاہد حساب سے باہر</p>
--	---

ترپ ہی جائیں وہ گھر میں کروں جو آہ امیر
نخل کھرے ہوں ابھی اضطراب سے باہر

<p>کون سا گل ہے نہیں جو زیب دامان بہار کس قدر روشن ہے پہ لون سے شبستان بہار قاصدی دھنسی و زاہد لب گھروں میں چھپ ہے نشے کے ڈرے جو ہیں اوست آگھو نہیں کیا دو دن عاشق ہیں گر ہے عشق میں البتہ فرق ابر پر آسمان حکومت سہل شخصیر ہوا تازگی ہر رخ پر ہے جاتی رہی انس و گی زلف سنبل سہر و قد غنچہ سر دہن عارض سخن گو ہر شہوار شبنم نثار دیتی ہے صبا مے فروشن سے کہو کھینچیں وہ آگہی شلہ باغبان کا نیون کو شکھ لار کہ ہنگام خزان</p>	<p>کون سا غنچہ نہیں گوئے گریبان بہار شانہ ہر گلین کی ہے سرو چراغان بہار ایک دیوانہ ہے قیر امر و میدان بہار ہے بجائے کو اگر کیسے رگ جان بہار میں تار حسن ہوں بلبل ہے قربان بہار داغ ہر لالے کا ہے مہر سلیمان بہار پتے پتے بوئے بوئے پر ہے احسان بہار چشم نگس گوش گل کا سنہ میں نہ کان بہار تخت گل پر رونق افزا ہے جو سلطان بہار کوہ میں پھوٹیں ہوا گلشن میں سلیمان بہار کوچ میں ڈالیں خسل لہجائیں دامان بہار</p>
--	---

کیون نہ کہیے شاہ پتے تلج بہن شاخیں بہن تخت
برگ گل سے قطرہ شبنم گراتی ہے صبا
ہے نگین لالہ تو نافرمان ہی فرمان بہار
کیون نہ لوٹے دل جو دیکھے درِ عنطمان بہار

جوش گل سے ہے یہ ازان نرغ بازار دی پھر
کوٹڑی کوٹڑی بکے ہے مین ماہ کنعان بہار

سودل فدا سے صاحب فرمان رامپور
بالا ہے قاف سے بھی کہیں شان رامپور
غازہ بنائیں لے کے جو پائین تیان چین
موج خرام ناز نسیم و صب انہیں
گلکیان یہاں کی بارغ ارم کی مین کیاریان
زنگس کے پھول گرد یہ انگور کے نہیں
آشفقتگی یہاں کی ہے طرہ بہار پر
کونین کے مرے ہیں بشکر کو یہاں نصیب
اہل نظر کو ملتی ہے آنکھوں مین بیاں جگہ
چکر مین بے سبب نہیں دن رات آسمان
شہنا کی بام سے نہیں آتی ہے بید
سائے پہ فرط نور سے عالم ہے دھوپ کا
بھولین گے غلامین بھی نہ اس کے ادا و ناز
لاتے نہیں خیال مین شان دہر کو

ہے رامپور جسم وہ ہے جان رامپور
زلحف پری ہے سایہ ایوان رامپور
زنگ شکستہ چمنستان رامپور
گلگشت کر رہے ہیں حسینان رامپور
رضوان ہے باغبان گلستان رامپور
ہیں دخت رز کی تاک مین مستان رامپور
زلحف تیان ہے خواب پریشان رامپور
دونوں جہان سے یہ مین یہاں رامپور
امت چشم بد سے نگہبان رامپور
کرتا ہے مہر وادہ کو تر بان رامپور
زہرہ ہے آسمان پر شاخوان رامپور
ہے آفتاب شمس ایوان رامپور
یا وائیں گے ومان بھی حسینان رامپور
حصہ بارگاہ سلیمان رامپور

حصہ آسیر کو بھی ملے خوان جو د سے

مہمان نواز یہ بھی ہے مہمان رامپور

موسم گل مین کروں کیا من جزئیہ بھر کر

بادہ سرخ پیون ساغر دینا بھر کر

<p>دل پہ ہے بحرِ محبت میں جو غمِ مسموم و یاس باندہ دینِ عشق کے بازو پہ یہ اچھی ہے صلاح فصلِ گرمی کی ہے رکھنا نہ مکر میں قاصد حُسن کی نذر کو چھو لون کی لگائی ڈالی ساقیِ رسمِ کبے بادہ مجھے گزرے ہرین حال کیا پوچھتے ہو میرے دل پر خون کا محضرِ خون پہ مرے اس لیے کرتے ہیں وہ ہر نشہ دولتِ دنیا ہے خمارِ عجبے عطرِ تحفے میں نہ بھجھو مجھے بھیجو کسی دن</p>	<p>خوف ہے بٹھہ نہ جائے یہ سفینا بھر کر دل کے تعویذ میں ہم نقشِ سنہینا بھر کر حرفِ مکتوب نہ مت جاوین پسینا بھر کر عشق نے داغِ الم سے مرا سینا بھر کر چند روز اور بھی حالی کا مہینا بھر کر دیکھ لو بادہ گلرنگ سے سینا بھر کر لعلِ ہون میں چھتر کا نگینا بھر کر مستِ منعم میں عبثِ زر سے خزینا بھر کر شیشیوں میں گلِ عارض کا پسینا بھر کر</p>
---	--

مستِ میخانہ غم کب ہنیں رہتا میں امیر
 خون چسکوں میں ہمیشہ مجھے پیٹا بھر کر

<p>آبادہ وہ مرثکان سے ہیں ناوکِ فکری پہ ناصح نہ زبانِ کھول مری طعنِ زنی پہ ہر اہیہِ قمران سے نصیحتوں کو ہے چہرے گلشنِ میں بہار آکے کرے گرم تو بازار آبِ قافلہِ صبر و تحمل کا خدا ہے ساتھ اپنے جو بجا ہیں مجھے بھی وہ سفر میں مارا مجھے اسنے ترے لبِ یاد و لا کر آیا ہر شہیدوں کی طرف دیکھیے اب خلق یوں اور حسین دیکھ رہے ہیں ترے رنج کو چھینتی فلکِ دوں نے جو محتاج کی چادر</p>	<p>رہنہ تیرون کا برسے گا غزالِ خشتی پہ عاشق ہے خدا بھی تو رسولِ مدنی پہ حیران ہیں کہ ایسا سخن اس بید رہی پہ لڑتا دیکھے بیٹھے ہیں تو یہ شکستی پہ باندھی ترے غم سے نے مکر راہزنی پہ شرابانِ وطن ایسی غریب الوطنی پہ ثابت ہے مرا خونِ عقیقِ یمنی پہ کیا باندھو باندھے تری گلِ پیر رہی پہ محتاج کی جی طرح پڑے آنکھ غنی پہ ڈالے گا یہ کبخت مگر قسبِ غنی پہ</p>
--	--

چھو جائے ہوا بھی تو تن صاف ہو میلا فرمانے کچھ لطف نہ محنت کا اٹھایا صیاد نہ دے رنج اسیرانِ قفس کو کیا خط کا جواب اُس نے تلی سے دیا وہ	سے قطع یہ جامہ تری نازک بدنی پر پتھر کے تلے ہاتھ رہا کو ہکسی پر کر جسم غریبون کی غریب الوطنی پر بھیجا سہر قاصد مجھے نیرے کی افی پر
--	---

کیا رتبہ اس پر اسکو ملا عرش پہ پہنچا
سرجیکا جھکا پاسے رسولِ مدنی پر

تعب ہے جو سرکش بہن یہ زر دار مین جس قاصد کو دون اپنا خط شوق نبہا قول کھنچ کر دار پر بھی مٹاتے ہو مجھے اتنا تو کہہ دو جہان مین وجہ شادی سے تو دولت کہان تک شوریں ہیو وہ اے دل قدو گئیو کا سے عاشق سے ایسا	کہ ہے سر بر زمین شاخِ ثمر دار ابھی وہ صورتِ طائر ہو پر دار کہیں منصور سے ہوتے بہن سر دار کہان پاؤ گے ایسا ناز پر دار نہ ہنستے گل اگر ہوتے نہ زر دار کوئی نالہ تو پیدا کر اثر دار رسن پر پان رتن سے دار پر دار
--	---

ایہ اس قامتِ موزون کو آگے
چمن مین سرو آتا ہے نظر دار

دل ابرو پر فدا ہو صفت کا الزام دلبر پر خوابِ عشق لاکھوں تاک مین مین چشمِ ساقی کی دکھا کر آنکھ قاصد کو صدمہ لے کر لب بندہ دل بیتاب عاشق جا کے اٹھڑا کو قائل مین بہنیں یہ گرمی سے لبِ جانان پہ تہا لے شہید تیغ قدیا رہو کر اس سدر تر پیلا	گلا شمشیر کاٹے خون ہو جلا دے سر پر زمانے کے شرابی اگرے مین ایک ساعر پر خدا کی شان دیکھو جل گیا جادو پیہر پر سپاہی نے کمر کھولی پہنچا اپنے بستر پر اٹ کر رکھ دیے ساقی نے ساعرِ حوض کو تر پر کہ اڑ کر خون کی چھٹین پڑیں دامنِ شتر پر
--	---

<p>پھڑک جاتا ہے دم آواز پر وار کبوتر پر زمانے بھر کے جھگڑے اٹھ رہی ہیں نذر معشر پر کہان تک بوجھ رکھتے کاتبِ اقبال کو سر پر دوان زخم کا پھر دانت ہے قاتل کو خنجر پر جہان سیراب ہیں پیاسا کھڑے ہوں نہر کوثر پر لقدق کر کے چھوڑوں سیکڑوں ہند کبوتر پر ہمارے دم ٹٹک لکھتا ہے قاتل باڑہ خنجر پر صراحی پر صراحی خم پہ خم ساعز ہوساغر پر کہ اپنا آشیانہ نجد میں ہے قیس کو سر پر</p>	<p>یہ شوقِ نامہ بر ہے اطفالِ خطِ جانان میں گڑے مروجے اکیٹھے جائیں گے پھر و بکاری سیکری سے جی بھڑا نہیں پر مشرم آتی ہے ہنہیں بیوجہ جو ہر سے مشابہ بچھینے کے ٹانگے مجھے بھی کوئی بوسہ دے لب شیریں کا ارساقی جو اُس بلفیس و ش سے لیکے نامے کا جواب لے لگائے گا وہ مرزا کھنڈ میں کس کے دکھانیکو دہست آئے تو میکش کیا ہیں چین مست ہولین ریاضِ دہر میں ہما کہان ہے طائر و حشری</p>
--	--

امیر اب دوسرے کو اس جہان میں کیا توقع ہو
برادر کو نہ آیا رسمِ یوسف سے برادر پر

<p>وہ بگڑے جب لیا بوسہ جھگڑ کر گئے وہ ہم سے میرا رہی میں لڑ کر اجل نے سارے جھگڑوں سے چھڑا یا دہشت ہوں جو قاتل نے کیا قتل حیا آتی ہے کیا منزل پہ جاؤں یہ جنگِ زرگری و پرودہ ہے صلح وہ مجرم ہیں نہ رضوان بھی اٹھائے جدا سر ہو تو اپنا در و در حلقے کتوین کیا کیا نہ افسانے بھکاؤ ٹکیز میں آسے ہیں تربت میں ناحق</p>	<p>شکستِ فاشی می قسمت نے لڑ کر طبیعت اب نہ سنبھلے گی بگڑ کر فراعنہ تل گئی تربت میں گڑ کر ہزاروں پتیرے بے لے اکڑ کر کہ کائنات روکتے ہیں پاؤں پڑ کر ملا دیتی ہے دل کو آنکھ لڑ کر درِ جنت پہ ہم بیٹھیں جو اڑ کر کرین کیا دردِ سرِ صندل رگڑ کر ہوے ناسور ول میں داغ پڑ کر لے گا کچھ نہ مفلس سے جھگڑ کر</p>
---	--

<p>ہوئے جنگل ہزاروں شہر اُڑ کر نخلی ہی نہیں یہ پھانس گڑ کر کبھی بیلین گے عنوان سے جگڑ کر الک بیٹھا ہوں ساقی سے جگڑ کر نکا لو بھی اسے گردن پکڑ کر</p>	<p>جو آبادی ہے دیرانی ہے آخر کہیں جاتا ہے دل سے عشقِ فرکان خلف آدم کے ہم خلد ارثِ آدم فراقِ یار میں نفرت ہے مے سے کہان آیا ہے میرے پاس شیشہ</p>
<p>امیر اک شہزادہ برسان ہے وہ بزم وہاں تم کیسا بناؤ گے جگڑ کر</p>	
<p>کیون قہق نوش گرے پڑتی ہیں پیالے پر سایہ کرتی ہیں پروں سے ترو دیوالے پر کچھ عجب عالم ہو ہے مرے ویرانے پر ہاتھ پڑ جائے جو بیباختہ اس شانے پر ناز کب سے یہ اسے ہے اسے بھانے پر لاکھا پنوں کو کہوں رکھ لے مین مینگا نے پر نام ہر ایک کا لکھا ہے ہر اک دانے پر جیسے حاکم کی نظر رہتی ہے نذرانے پر مارا اللہ کی ناصح تر سے سمجھانے پر عشقِ بلبیل پہ ہے موقوف نہ پروانے پر رحم آتا ہے کہانِ شمع کو پروانے پر چاک کرتے ہیں گریبان مرے اسانے پر نہ یہ اپنے پہ ہے موقوف نہ مینگا نے پر</p>	<p>ساقیا ابراہیم آیا نہیں میخانے پر وہ چین تو ہے کہ پروں کو بھی ہے پاس ترا شکلِ حیوان کی نہیں صورتِ انسان کیسی کیون مرے سر پہ نہ لغزشِ پاک احسان جی میں ہے شیخِ دبر ہمن کو دکھاؤں وریار ہے عجب حال بیان کوئی سمجھتا نہیں کچھ فردِ تقسیم کی ہے مزرعِ آفاق نہیں طالبِ دل ہیں وہ عشاق سے اپنے اس طرح ہم سے کہتا ہے کہ گیسو چھو اس بُت کے دل خداوے جسے وہ داریجِ محبت لومول آتشِ غم میں جو ہم جلتے ہیں پروا نہیں کیا ہوں میں وہ بلبیلِ غمناک کہ گلزار میں گل ہے وہی دوست جو جس سے محبت ہو جا</p>
<p>مجھے جسے دوست جو ہو یا رتب وصل امیر</p>	

چھا گئی کیسی اُداسی مرے کاشانے پر

قینچی چلے کسی کے نہ رختِ حیات پر
دی جان سمیٹے چشمہ آبِ حیات پر
بیٹھا ہے لات مار کے غری و لات پر
تکیہ ہے جب سے راڑیِ مطلق کی ذات پر
بھلا دیا یہ زید نے پہر افرات پر
موقوف وصل یا ہے دن پر نہ رات پر
گر جاتے ہیں نفس میں مری پانچ سات پر
آنکھیں نہ شاکوتے ہیں آنہ و دوات پر
پڑھ جائیں گے کسی نہ کسی دن و گھات پر
کھیلین گے جان پر اگر آئیں گے بات پر
فانوس چاہیے کوئی شمعِ حیات پر
دن کا گمان ہے سارے زمانے کو رات پر
لکھا ہوا ہے حاشیہ عین الحیات پر

دیکھو زبان نہ تیرے کروات بات پر
بوسہ ملا جو اس لب شیرین کا مر گئے
بائی سے برہمن نے جو در پر ترے جگہ
آرام سے ہوں فقر کے بستری میں گدا
سنا ہوں محنت نے کیا ایک سے کو قرق
رحم آئے جب مزاج میں تب ہوں ہزار
چھڑتے ہیں بوستان میں جو دو چار برگ گل
لکھتے ہیں ہم جو دھت چشم سیاہ یار
شیشے میں ہم پر سی کو اتارین گے دیکھنا
کوہک مزاج چاہتے والے ہنیں ترے
منعم ہے شکر فرض جو سائل ہوں تیرے گرد
پر یہ کس کے عارضِ روشن سے اُٹھ گیا
بچھے یہ خطِ پشت لب یار دیکھ کر

اور کار ہے بہانہ پئے مغفرت آبیہ

تقوے پہ منحصر ہے نہ صوم چلو ات پر

فلک کرتا ہے مجر اتیری چو کھٹ کو بن ہو کر
صدف میں بیٹھ رہنا چاہیے در شین ہو کر
زیادہ ہو گیا قیمت میں کت رہ نیگین ہو کر
عصَب کی لی میں دل میں چکیاں پہنکین ہو کر
نہ سمجھے آپ ہوئی بات بھی باریک بین ہو کر

ملائم خدا وہ مرتبہ تجھ کو حسین ہو کر
بیچگی آبرو دنیا میں تو غلت نشین ہو کر
خراشِ غم نے کیا میرے دل کا رنگ چکایا
کلیجہ تختہ رسوں کا بنا ہے نیلے دھون
مگر کوبال جب میں نے کہا جھنڈا کے فرمایا

<p>فلک پر اڑنے جائے یہ کہیں روح الامیں ہو کر مناشا ہے رہی محفل میں ہم جلوت نشین ہو کر نہ اتنا چاہیے موباف بھاری نازنین ہو کر کہ خوش ہوتا ہے پھر کوئی نہ کہیں ہو کر چلے ہیں اس چمن سے ہم نگاہ واپسین ہو کر تو رہا نادہین لے پردہ چشم آستین ہو کر جو لب تک لان بھی آتی ہے تھکتی ہو زین ہو کر ملا تو عید کے دن وہ گرچہین بر جبین ہو کر کیسکو بھول جائے کیا وہ رب العالمین ہو کر کسی انگشتی میں اسکو رہنا تھا نگین ہو کر تو آیا خواہاں نکھون میں پر ہی ہنکر حسین ہو کر</p>	<p>بڑا ہی فخر قاصد کو ہوا خط پاک کے ڈرنا ہون تصور ہے وہی پیش نظر ہر دم سینوں کا کمر سے بال ہی لے گلبدن پلکے نہ چلنے میں بتا دے اسے فلک تو ہی تعجب ہوا آتا ہے بہار لاندہ گل پھر کبھی کاہے کو دیکھیں گے ملون جسم میں آنکھیں انکو ساعدی دم رخصت جو دل بھی مہربان ہو کب زبان ہے انکو قابو میں لگایا تو گلے سے پر لگا کی تیج بھی اُسے خدا مومن کی صورت رزق کا ذکر بھی دیتا ہے جگہ پکڑی ہے کیوں سینے میں دل ڈال چوکیا تصور بندہ گیا جس شاہ کو اُس جو طلعت کا</p>
--	--

امیر اک آئینہ خانہ تھا دین جب کو کہتے ہیں

وہی صورت رہی پیش نظر تھکی کہیں ہو کر

<p>آ نکھون سے مثل تارِ نظر ہو نہان کمر دو ذون ہین پر جموش کہ ہے درمیان کمر اکدن کرے گی یون ہی مجھے بڑ نشان کمر زلف دراز بڑہ کے یہ کہتی ہے بان کمر بچھے ہوئے ہے جبکو یہ سارا جہان کمر اک روز باندھیے تو پئے تنہا کمر اب تک ستم یہ باندھے ہے کیوں آمان کمر معدوم اگر دہن ہے تو ہے بڑ نشان کمر</p>	<p>کیونکر نظر میں آئے کہ ہے بے نشان کمر زائون میں اور شکم میں صفائی کی بحث ہے جس طرح خود ہے عالم ہستی میں بے نشان جب قصد کرتی ہے کمرے دل کو باندھ لو ہم خوب جانتے ہیں کہ ہے جادہ عدم لاکھوں میں سرفروش ہزاروں ہیں سرکشت کھلتا نہیں کہ خاک میں عاشق قول چلے تقویر کیا کھینچے گی مصوّر سے آپ کی</p>
---	---

کاسیکو پھر امیر سا پاؤ گے باوفا
باندھو نہ اُسکے قتل پر اسے جان جان کر

گلشنِ نردوس ہے خسار یار	آب کوثر شربت و دیدار یار
ہیں جو آنکھیں طالب دیدار یار	کاش ہو تین روزن دیوار یار
خلد میں ٹھہرے تہ طوبے جو ہم	یاد آیا سیہ دیوار یار
زندہ مردہ مردے زندہ ہو چلے	خسرت پر پا کر چلی رفتار یار
برق بجکی تھی جو کوہ طور پر	وہ بھی تھا اک پر نور خسار یار
آنکھ اُسے کہتے جو دیکھے وہ حال	کان وہ ہے جو سنے گفتار یار
اس قدر غالب ہوا ہے خوابِ بگ	آچکا ہے وعدہ دیدار یار
باغ میں نازان ہیں کیا طائر کبک	ٹھوکرین کھلو اسکی رفتار یار
عین صحت ہے مرض کیا مرض	ہے سجا یا رہم بیمار یار
قتل ہوتا ہے دم ترین جہان	آئہ ہے تیغ جو سردار یار
اپنی آنکھیں بھی غضب طرار ہیں	لوٹ لائیں دوست دیدار یار

آنکھ کھولو خوابِ غفلت سے امیر
گرم محشر میں ہوا دربار یار

اٹھاتے تھے جو قرآن کل تاک پر سیر کاری پر	مصلے تک گروہ میں آج اُنکی بادہ خواری پر
اٹھایا زخم کاری میرے دلِ زخم کاری پر	انکائی تیغ ابرو اسے مڑگان کی کٹاری پر
تفوق ہو ترے گلگون کو جب باد بہاری پر	یقین کہتے کل کیوں نہ ہو گروہ خواری پر
بھرائی اُس صوم کی آنکھ بھی اللہ کی قدرت	ہوا پتھر کا دل پانی ہماری آنکھاری پر
کہو اشجار سے اکدن خزان بھی آئینہ والی سے	اٹھائیں سر نہ اتنا باعثِ ان کی آسیاری پر
نہیں یہ خندہ دندان نہ تلوار کا قاتل	چھڑکی ہے نہکٹ لم ہمارے زخم کاری پر

<p>یہ ہے مرے مرضِ انتظار کا تعوید کہ خطِ جام ہو میرے بیمار کا تعوید ملین گئے آنکھوں سے میرے مزار کا تعوید انزوکھائے الہی مزار کا تعوید تمہاری چوٹی میں ہو کس ہیا کا تعوید کہ ہے یہ میرے دل بقیہ کا تعوید</p>	<p>ملوں نہ آنکھوں سے کیوں اُسکو خط کو اُٹھا پیون جو ہے مرضِ غم ہو دور سے ساقی انزوکھائے الہی مزار کا تعوید کبھی تو فاتحہ پڑھنے اور بھی وہ آجائیں چمن میں جاؤ تو نرس لگاؤ آنکھوں سے خط کا آیا ہے رکھ لوں میں اپنے سینہ پر</p>
<p>کیا جو یہ تو بلا سے آیا ہے مردہ تو ملا ہے گادل کی جگہ دستِ یار کا تعوید</p>	
<p>ردیفِ راسِ مہملہ</p>	
<p>سرفروشی کی تناسل سے تو سر پیدا کر سہ سے جو عاشق دلِ معشوق میں گھر پیدا کر نکبتِ گل کی طرح شوقِ سفر پیدا کر اہر و اتنی تو ہے دیدہ تر پیدا کر تجھ کو بننا ہے پر یزاد تو پیر پیدا کر شوقِ دیدار اگر ہے تو نظر پیدا کر اسے فلک آہ میں اتنا ہی اثر پیدا کر پیش ہے تجھ کو سفرِ زادِ سفر پیدا کر پہلے کچھ ذائقہ زخمِ جگر پیدا کر جب میں جاؤں کہ شبِ غم کی سحر پیدا کر دل اگر ایک دیا لاکھ جگر پیدا کر</p>	<p>تیر کھانے کی ہوس ہے تو جگر پیدا کر کوہن کو کہنی شیوہ عشاقِ ہنہین رنگ چاہے اگر اس باغ میں آزادی کا قطرہ اشک بنے گوہرِ گوشِ جانان اڑ چلے گا بھی اسے یارِ ذرا بال تو کھول کوئی جاسے جہانِ جلوہ معشوقِ ہنہین میرے ہی دل پہ گرے کاش یہ بجلی بکر آخرت میں عمل نیک ہی کام آئیں گے عشقِ حُسنِ نکین کا جو اٹھاتا ہے مزہ اپنی گردش پہ بہت ہے تجھے پوچھ گچھ صد سے الفت کے اٹھانے میں الہی شکل</p>
<p>عشق بازی کا اگر حوصلہ رکھتا ہے آیا</p>	

کہ دھڑے پر دھڑے جالی کر پڑی وہیں روشن پر
 کبھی جیب کھن پر جو کبھی قاتل کے دامن پر
 بطوریٰ اڑنے کے میرا ہاتھ رکھ لے اپنی گردن پر
 پیام صلح لب پر جنگ کے آثار چھوٹن پر
 قدم رکھو تو بسم اللہ کہہ کر میرے مدفن پر
 ارادہ جب کیا چڑھنے کا اُس نے پشت توں پر
 نظراتی ہیں کچھ چنگاریاں سی جیب دامن پر
 گرانی طوق کرتا ہے کہاں قمری کی گردن پر
 کہتے افسوس ملکہ گئی برق اپنے خرمن پر
 نہ دیکھا گرد کو جتھے کبھی دریا کے دامن پر
 دھوین کا جیسے رہ جائے نشانِ یواں گھٹن پر
 پھرے تو فاختہ پڑھتے ہم لے قہر رہزن پر
 جو سوچ پوچھو تو میرا خون ہے قاضی کی گردن پر
 پشیمان ہوں جو ڈالین ہاتھ کا نٹو میری دامن پر
 کوئی پھول اڑے کے پڑ جاتا اگر گنجین دامن پر
 چمک کر دھوپ بجلی بنگی شاخ نشیمن پر

ہجوم ایسا لگا ہوں کا ہوا ہے انکی چلن پر
 الہی وہ بھی دن آئے کہ میرا ہاتھ محشر میں
 وہ میکش ہوں کہ مستی میں ذرا بھی گر قدم پھیلے
 دو رنگی سے نہیں خالی ہے کوئی بات اُبت کی
 ٹڑپتا ہے دل بھل کہیں ایذا ہوت کو
 ادا نے ہاتھ تھا مالی نزاکت نے رکاب آکر
 شرار آتش دل ہیں کہ قطرے اشک غمین کو
 اسیران ازل کو قید بارِ دل نہیں ہوتی
 ہتھکڑیوں کو کیا خوف بنا لے آسمانی ہے
 کہ ورت کب جگہ پاتی ہے دھن صاف نیت کے
 وہی ہے تیرہ کوئی بعد جل بجھنے کے بھی باقی
 نہتے عبرت چلے ٹوٹ کے پونچے تاجر منزل
 نہ کرتا ہے سے توہ توبہ بھی ہرگز نہ بین مرتا
 سبکو جی سے میں معنی ہوائے دشتِ جنتین
 لگی ہے آگ دل میں ملیوں کے کیا مزہ ہوتا
 گل خورشید بھی آندھی ہے میرے جی جلائے کو

امیر ایسا کیا دیرانِ اہل نے قہر شاہی کو
 کہ آنکھیں رکھنے روئی بیکسی ایک ایک روزن پر

چرخِ زیر دامن کا جو جیسے لوز دامن پر
 عجب کیا پتھرِ مریم ہو پیدامیرِ مدفن پر
 اچھل کر خون میرا جا پڑے قاضی کی گردن پر

مری آہوں کے تیلے اس طرح میں میری مدفن پر
 گئی ہے جان اک پردہ نشین پاک دامن پر
 وہ بھل ہوں نگاہِ گرم سے دیکھے جو قاتل کو

کسی گل پیر بہن کی جامہ زیبی رنگ لائی ہے
 مجاور گر بہنیں کوئی تو مجھ کو کچھ بہنیں پروا
 یہ عالم ہے عطش کا دادی گرم محبت میں
 عجب لذت بھری تلوار سے قاتل نے مارا ہو
 نہ سمجھا تھا کہ ان طوقوں میں پھر جاکھینا و گے
 گلا کٹا مرنے لے لیکے پھر دول کہان دین
 کرونگا اس طرح بدنام ان پردہ نشینوں کو
 وبالِ مصیبت پاک بہن دل صاف ہو جن کا
 عجب ہے وصف رز پر تمہیں تر دامنی واعظ
 لگا دیا بس نے خنجر کی برش پر بھی بدقت کی
 مرے ہم لٹ کے غربت میں رہی لیکن ہی تلخی
 تصور ایک دم بھی اُسکی بلکوں کا نہیں مٹتا
 پھری اُسے ترک جس سے آنکھ تیری ہو گیا بل
 تر تم غیر کے آگے نہ مجھیر جا سہیے تنکو
 میں جب کہتا ہوں اُس سے جو تیری تر م فرما
 چلے تیغ نگار غبار پر میں ایڑیاں رگڑوں
 بہنیں ہے نظرہ شبیم بیستی دیکھ کر تیری

گریبانِ آجکل لوٹا ہوا ہے میرے دامن پر
 اتر ٹھہر گئے کا ندھوں کو فرشتے میری مدفن پر
 کہ چشمِ خضر بھی رہتی ہے آبِ تیغ ر بہن پر
 مرا خون اُسکے سر پہ اسکا احسان میری گردن پر
 کرو گے چوڑیاں ٹھنڈی تم اگر میرے مدفن پر
 بھی گردن ہو خنجر پر کبھی خنجر ہو گردن پر
 ہو چھڑکوں کا اپنا جا کے میں ایک ایک چلین پر
 عذابِ میکشی ہوتا بہنیں شیشے کی گردن پر
 نمازین پڑھتی ہوں آگے حورین اُسکو دامن پر
 چلی اُنٹی چھری مقتول کی قاتل کی گردن پر
 خنصر نے بھی دیا تو فاتحہ حلو اسے رہن پر
 ہمیشہ آنکھ رہتی ہے نظر بازوں کی چلین پر
 قصا کی بھی نظر رہتی ہے ہر دم تیری چتون پر
 کہ دل دکھتا ہے میرا چٹ پٹی ہو چتون پر
 تو تنوخی سے حیا الزام رکھتی ہے چتون پر
 مرے ہو تو غصبت ہاتھ اٹھائیں آپٹمن پر
 گھرے پانی کے غیرت سے پڑے گلہاؤ سون پر

امیر اکی ادا سے ایک عالم کی قصبت آئی
 پڑے گے کا فاتحہ اب کون آکر کس کے مدفن پر

کہ آنکھیں مانگنے آئے ہیں اندھ میری مدفن پر
 زبانِ مار کا عالم نظر آتا ہے سون پر

اثر یہ ہے جو دی ہے جان اُسکے رد و رفتن پر
 اندھیرا چھا گیا بے یار ایسا رو سے گلشن پر

تو شک چہرہ بلبل سے مین رکھتا آب سوزن پر
 اگر کمر سے قاتل کے چڑھے خون اُسی گردن پر
 جو لٹے ماتھے سے بت کر پڑن پاسے برہن پر
 رگڑنا ہوں چھری رکھ رکھ کی بہرون اپنی گردن پر
 کہ منت ماننے آتی مین پر یان میری مدفن پر
 یہ جب تک لوٹ کر پہنچے وہ پہنچا پشت توں پر
 سر اسکا کاٹ کر کھدون سنان برگ سون پر
 جیو کا لگایا ماتھے اُس بت نے برہن پر
 مری صورت جو کوئی کھیتی پر سے دیوار کھن پر
 بھر و سا آپنا حق کرتے مین پر سے کا چلمن پر
 بھڑکتے مین مری آنسو مال کار دشمن پر
 مین اپو سر سیر لیون جو بلنازل ہو دشمن پر
 قصا میدان سے بھاگی بیٹھ کر قاتل کو توں پر
 نو وہ بولے کہ دیکھو آج آجائے نہ جو بن پر

اگر قابلِ رن کر نے کے چاک چیب گل ہوتا
 دو کتہ مین ہمارا خون بہا قاتل سے جو مانگے
 گردن مین عذر خواہی دل جو کا فر کا بھی ہو مبل
 گلے پر خطا بھی میری سخت جانی سے ہین پڑتا
 پس مردن مری دیوانگی کیا رنگ لائی ہے
 گلہنی حسرت پاؤں کیونکر دل سے بسلی کے
 کرے غنچہ اگر اسکے دہان تنگ سے دھوئی
 نئی صورت کا اگر دیر مین زنا رہن پایا
 مین وہ افسردہ دل ہوں سر دہن گمانہ آتش
 نظر اپنی پہنچتی ہے شعاع مہر کی صورت
 اویست ہین روتا ہوں مین مظلوم دنیا مین
 محبت پیشہ عاشق آفتون کو دوست رکھو مین
 اگر کر سنے قتل مین جو کھینچا میان سے خنجر
 نگاہ گرم سے ابھرے ہوئی سینے کو جب دیکھا

امیر انسان کا دل جلنا گوارا محکو ہو کیونکر
 مرے آنسو گل آتے مین اکثر حال گلشن پر

یہ دیکھنے کی ہین مین انکھیں نہ بند جو گچھک کر
 یہ کیا قرینہ ہو بیٹھنے کا ادب سے بیٹھو ذرا سر کر
 ہزار شکل سے کر اٹھایا تو رہ گیا راستی مین ٹھک کر
 شہاب کو رو نہ اسپہ چھپا بی اٹھا و امیر الہو چھک کر
 ہلا مین لین کیسے روئے آتشی کہ بگچو و دونوں ماتھے ٹھک کر

کھلے مین یان یہ بعیت وہ برق سن آگ تو چھک کر
 مرا تو کیا ذرا سائی سے بھی وہ شمع کہتا ہو چھک کر
 یہ ضعف ہے اب کہ ماتھا پنا کبھی گریبان تک نہ پہنچا
 اٹھا تو ہو عزیز کا جہازہ تو رنگ شوخی کا بھی دکھاؤ
 بل مین وہ پڑ گھو اٹھا کر نقاب اپنے سے جین سے

مین اس ادا کا ہون تیری کشتہ میں اس نزاکت تیری
 پہلار ہوا کھیتی میں جسم سیاہ بخون سے رخ متارا
 جب آئی گردش میں چشم ساقی اڑاویے خوش میکشونگو
 جو میں فی آنکھوں سے پوچھو آسوا بل پڑی اور اسکا غمین
 جو تیرا احسان میں صنعت پیری میں شکر کا ادا کروں
 ہمارے جی سے تو دیکھ زائد کہ بتکد سے میں شراباگری
 وہ بام پر بار بار اگر اڑا تو میں صبر و ہوش میرے
 میں ہون وہ مارک مزاج بلبل نہیں مجھو تا بخت گل

لگائی تھواری جب چک کر ڈکھا گئی بل کمر چپک کر
 تباہ کرتی میں حال کیا کیا وہ کا کلین سرنگ ٹپک کر
 نخل پڑی سیکد کو بل پر ہزار روش ہبک ہبک کر
 لہو کی دو تپکین بھری عقیقین لگا جو تھار میں ٹھاک کر
 وعائین دیتی ہر پڑی ہر پڑی سر میں کی چٹک چٹک کر
 ہونی تیشو میں نعوش با حرم میں ہم جا کر ہبک کر
 زمین پر تڑپا رہی ہر جگہ خاک پر بجلی چک چک کر
 دماغ کرتی میں کیوں پیشان چمن میں کلیان چٹک چٹک کر

ہے آرزو چھلنے پھلنے کی تو کہہ گلف سے شعر خالی

نثر وہی نخل فکر کا ہے امیر جو اگرے ٹپک کر

ردیف اسے ثقیلہ

جو دماغ میں میری چھلکی بد تو اچھلنے نہ زلف وقتا سگریٹ
 تجھو شمع جال خدا نے کیا مجھ پر عہدہ پتنگا گاسنے دیا
 وہ ہر کون تو جو غریب نہیں مجھے رحم دستم میں تیر نہیں
 تپ عشق میں اور دو اچھل جوطیب ہوا وہ خود ہو چل
 کبھی کبھی میں صرف جو ہر کبھی دیر میں جا کر دم سو ٹھہر
 مری سر میں جاپانی ہر اپنی ہوا وہ کہتی میرا کہو اس میں
 کوئی سخی ہو کوئی ہو تجھ پہ کبھی حرف سنگے کا زبان پہ لا
 سگ یار طفیلی کا کام میری کیا تو سہی تو تیرا تو حق ہو ترا

یہ تصور نیم و صبا کا سمجھ جو بگڑ تو نیم و صبا سمی بگڑا
 سر زرم پھردن میں جو گڑ تو تری نہ تھا ہو شرم و جیاسی بگڑا
 وہی ناز و کرشمہ غضب میں رہی جو بگڑ بھی کبھی تو اڑی بگڑا
 یہ مزاج کو مشورہ دیتا ہوں کہ دو اچھل تو تری دو سو بگڑا
 ہے دین میں کفر ہی تو نظر نہ نیم و بگڑ نہ خدا سو بگڑا
 تری بخت میں رہی جو بگڑا لکھا میری گیسو و خط کی لاسی بگڑا
 نہیں راست طریق موی رضا نہ قدری بگڑ نہ قصدا بگڑا
 مری پڑی کو تو ہی ٹھکانا لگا کر اوہر جو کر تو ہا بگڑا

جو نکا ہون سو بار اگر تو کبھی پیرا سو زندہ نہ پاسی کا تو

تسے در کا فقیر غریب ہے یہ نہ امیر سے دوسرو پاسی بگڑا

ردیف زائے معجم

<p>یون ہے خط سیر سے رنگ بارخ دلدار سیر وضعدارون کا بدلتا ہے کہین دنیا میں رنگ کیا چین میں پڑ گیا عکس بیتان سیر رنگ ہنس کے حق میں یہ خط آیا ہمار آئی نہیں بارخ میں سبزی ہی سبزی ہے جو آئی ہے ہمار سیکھو کچھ کم نہیں محن چین سے سیکھ چہرہ شفاف جانان پر ہوا آغ از خط مست تیرے پی کے سبزی سیر کو نکلیں اگر مردہ امیدوں میں رونے ہی سے جان جانگی</p>	<p>کرتی ہے جیسے زمین کو خضر کی رفتار سیر برسون ٹھہرے ہونہ آب گو ہر شہوار سیر خاک سے سیرہ اگا پہنٹے ہوئے زار سیر ہو گئے مثل زمر و گوہر شہوار سیر خاک پر سیرہ تو کاٹے ہیں سردیوار سیر سرخ گل ہیں جام شیشے صورت اشجار سیر خوف ہے کر دے نہ اس آئینے کو نگار سیر کیدن نظر آؤ نہ پھیر بازار کا بازار سیر کھیت کر دے گا برس کرابر وریا بار سیر</p>
--	---

سیرہ رنگوں نے کیا ہے گھر جو آنکھوں میں مہیر
اب کھائی دیتے ہیں سارے درو دیوار سیر

<p>زلفوں سے خال رخ ہے تجھے بیشیر عزیز جان ایک بھی بچا نہیں سکتا ہے نزع میں رستے میں خط شوق ہمارا نہ گر پڑے اہل جہان کو دولت دیا ہے یوں ہر انس ہو خاک جاہلون کو ہمارے سخن کی قدر جھوٹوں نہ پھر کسی نے کیا یا دایک دن دل سے زیادہ ہمو عینیت ہے دل غ دل</p>	<p>پریوں سے ہے زیادہ یہ زنگی پسر عزیز کیا فائدہ جو دوست اوصر ہیں اوصر عزیز رکھنا زیادہ جان سے اسے نامہ بر عزیز جسطرح مور و مار کو شیر و شکر عزیز پتھر کو لعل ہے نہ صدف کو گہر عزیز کیا ہمو دفن کر کے ہوے پیچہ بر عزیز بڑا بکر کہین جگر سے ہے زخم جگر عزیز</p>
--	---

تقدیر سفر ہے جلد وطن سے امیر کا
کہ رو کہ دشمنی پہ نہ پانہ ہیں مکر عزیز

ردیف سین مہملہ

<p>گر بڑی دیوار پہنچے بھی جو اسکے در کے پاس گھر ملاطوبے کے میچے چہرہ کو تیر کے پاس ہے لفافہ ڈاٹ شیشے کی تو خطا ساغر کے پاس اس قدر پانی کہ بات قاتل تھے خنجر کے پاس جیسے صفحے پر خطا مطر خطا مطر کے پاس آئینے میں زنگ کب رہتا جو شوگر کے پاس سیفر و شون کی دکائیں ہیں خدا کو گھر کے پاس گورنو شاہ ہے لازم قبر اسکندر کے پاس شہر میں رہتا ہوں میں پیر معان کو گھر کے پاس اک درم ہے داغ کا کھوٹا مہ انور کے پاس</p>	<p>نار ساقست نے کب جانے دیا دلیر کو پاس کس لب وقامت کا کشتہ بٹھا کہ بجگو خلد میں کیا مری تحریر کی اُس مست نے کی قدر وہ ذبح ہو کر پیاس کم ہو تشریف دیدار کی یون عیان ہیں ضعف سے پہلو ہیں میرے ستون دل کو کر دیتی ہے روشن صحبت اہل کمال مست تکھیں جلوہ گر اُسکی تہ ابرو نہیں عاشق و معشوق میں مر کر بھی فرقت تھہرے شرم آتی ہے مجھے زاہد بتاؤن کیسا پتا اُسے کس منہ سے وہ تیرے شوق کے بازار میں</p>
--	--

ہے میر اپنی دعا آئے مدینے میں اجل
دفن ہوں میں روضہ پر نور پیر میر کے پاس

<p>یان داغ سے ہر عضو ہے تن میں پر طاؤس مجھ زار کا مردہ ہے کفن میں پر طاؤس گلشن سے گیا اُڑ کے ختن میں پر طاؤس دکھلاتا ہے داغ اپنے چمن میں پر طاؤس گویا ہے زبان اپنے دہن میں پر طاؤس بھی چون عوض نامہ وطن میں پر طاؤس داغوں سے چراغان ہیں چمن میں پر طاؤس لازم ہے نشانی کو کفن میں پر طاؤس</p>	<p>چمکا کرین چمکین جو چمن میں پر طاؤس کا ہیرہ ہوں یہ داغ عزیزان ہو پس مرگ رخ سے دل پر داغ مرا زلف میں پہنچا بیوجہ نہیں ابرو ہاری کا یہ رونا نیزنگ ہے کیا روئے نگارین کی صفت کا غربت نے جو کچھ داغ دیے ہیں وہ لکھوں کیا کیا خوف جو برسات کی راتیں ہیں اندھیری سو زول پر داغ سے میں جل کے ہوا حاکم</p>
--	--

رورو کے امیر ابرہہاری نے دیا غسل
ٹوٹا ہوا پایا جو چپ من میں پر طاؤس

وان چشم دہر و تیشین اوریان جگر ہول کو پاس
ٹھٹک پڑی اس شوخ کا پہلو سے جب پہلو ملا
سوئے یہ میرے دل رہا ہوشدہ دندان ثنا
تھا عرض پر جو منتخب گنجینہ اسرار رب
ہوش و خرد ہوش و کا ہون نزع میں کیونکر عجب
آئینہ ہر پیش نظر عبرت سے دیکھو ای بیخبر
کیونکہ بلوں کو بھاگنی لاکھوں گلے کو آگنی
مجنون تامل کی ہے جا دھوکا سے یہ قافلہ
کانٹے چبھے ہر گام پر چھاپے پڑے کانیا جگر
راہ عدم کی سیر سے کب رنج اٹھائے غیر سے
گھلنہ قیس ناتوان لیلیٰ خود آئے گی یہاں
ساتی کو حیرت ہو گئی مطرب کو چشت ہو گئی
جائے گاجب سوئے جان حوروں کو دیگا ار مغان

قاتل وہ قاتل کے قرین بل ہو یہ بل کو پاس
گویا کسی نے رکھ دیا صندل کا بھادول کو پاس
سوئی محل سد م نیاتیار ہو ساحل کو پاس
کچھ دن کچھ میں ہو اب کچھ ہو وہ میر دل کو پاس
ہو جاتے ہیں ساعی جد آتین جنبل کو پاس
بزم خورشید بھی آدھر سے عیش کی محفل کو پاس
یار بہان سو آگئی پھونکی چھری قاتل کو پاس
ٹھٹے میں لیلیٰ کے نہ جا ہر صاحب محل کو پاس
منزل کی کرناں چیل کر پہنچے ہیں ہم منزل کو پاس
پہنچے ہیں پاؤں غیر سے سوئے ہو منزل کو پاس
ابٹھے کا ناحق ساربان جاتا ہو کون محل کو پاس
بر باد صحبت ہو گئی پہنچا جو میں محفل کو پاس
زمنوں کی بہن جو بدھیان قاتل شریک کو پاس

ہوئی امیر انجام پر کچھ بھی اگر انکو نظر
آنکھوں سے جاتے دوڑ کر حاجت لاساں کی پاس

ٹھٹہ لگیا کب تیر سے اے ترک میرے دیکھے ہیں
گردش جو ہو تقدیر میں کچھ سعی کام آتی نہیں
تا تیر لقت دیکھنا جب قیس نے فریاد کی
راہ تو کیا شیخ خرم آ کے چلتے کھینچتا

خیر بھی تیرا دیر تک آیا جو مجھ بسمل کے پاس
منزل کچھ آگے بڑھ گئی پہنچا جو منزل کے پاس
گھلنے کے لیلیٰ بول اٹھی یہ کون ہو محل کے پاس
ملتی جو تھوڑی سی جگہ میخواروں کی محفل کے پاس

<p>دو ٹھکانا یا سہ اسے کیا تیری تیج ناز نے کر تو ہی رحم اب اسے قصا تر پے پیکس تاکجا جب قیس غش کھا کر گرا سیلے نے رورہ کر کہا وہ ناقبول خلق سے غربت میں دیوانہ تر جسکی طرف کی اک نظر دو لکڑے تھا اسکا جگر اس کشکش میں نزع کی کب تک ہوں بن سجت بن میں نے کہا بیکس ہوں میں بولہ ہین دیو ہو دم</p>	<p>بیشی ہین شرمائی ہوئی حوریں جہیل کے پاس قاتل خصا بخر کچا کوئی نہیں بسل کے پاس اسے ناتوان مجنون مرے آیا تھا کون محل کے پاس منزل کہ چل رورہو جاو اگر منزل کے پاس کیا برق دم چلتی ہوئی شمشیر سہ قاتل کے پاس اسے صراطیل دنا تو دڑ جا قاتل کے پاس حسرت ہماری ہو بھی باقی تہا ریدل کے پاس</p>
<p>یہ نگاہ ناز نے تاکا کبھی دل کو اگر جان امیر ناتوان پہنچی تر پ کر دل کے پاس</p>	
<p>ردیفین حسین معجمہ</p>	
<p>جولیت بھی جائز وہ نگین تو ہوں میں ہجر کو دین خوش نہ پتنگ والہ شمع ہوں کہ وہ خوش ہو شام سوچ تک کبھی خدو طن کو رقم کروں تو صبا کو بھی یہ نگہ لکھوں نہ اڑو گھاگلش دہر میں نہ پھنسون گا آفت دہم میں کسی نہ آفت زخمت از کسی میفر خوش ہو میں نے کی نہ زمین سو چکروا فہ ہے نہ فلک سو چکروا پناہ ہے یہ صاحبیت کا سرور ہو کہ سزا بھی پائے کا غم نہیں مجھ کو بچو پاس دل و جگر غرض اس پری کی ضا سوسے عجائب انقلاب زمانہ ہے کہ ہے اقربا میں بھی تفرقہ ہوئی سرواگ حجیم کی وہ سیا بہکار میں رند ہوں کہو کس صنم پہ نظر پڑی کہو کس حسین لے کیا کرم</p>	<p>وہ کلیم تھے ہوئی طور پر جو نمود برق شجر سے خوش نہ میں دوزہ طالب مہر ہوں کہ وہ نہ نام تک سہو خوش کبھی تو ذبیحہ نہ کیا مجھ مرے دوستوں کی خبر سو خوش میں وہ مرغ بڑبڑ بال ہوں چوچ ہوا پی زیش پری خوش مجھ کو تاکنے کو محتب کہ یہ بادہ غوار ہے گھر سو خوش یہ ہو فتنہ زاوہ ہو حیلہ گر نہ ادم سو خوش ادم سو خوش جو لٹک کو دوش سو خوش کمان تو تیغ بند باکمر سو خوش جو وہ دل سو خوش تو میں دل سو خوش جگر خوش نگار خوش نہ پدر سے کوئی پسر سے خوش پسر سو کوئی پدر خوش کہ تمام دم حشر ہیں مرے ایک اسن تر سو خوش بہت اسی امیر وطن کو تم جو پھر ہو باکو سفر سو خوش</p>

<p>کٹ بھی چکے کہیں کہ ہے یاں سر دہال دوش اسے تیغ یاہ جلد سبکدوش کہ کہیں ناورک جو لوگ ہیں کہیں اٹھتا ہواں سی بوجھ پی جاؤن ایک سانس میں نے جھکویغوش تنکا سا بعد مرگ جو ہوا پس جسم زار ساتی مجھی کو دی میں سر انگھوں پہ لون اسے ہر گام شب جو پھینک گیا میری قبر پر</p>	<p>قاتل کو بھی ہے تیغ دو پیکر دہال دوش ناطاقتی سے ہے مجھاپ سر دہال دوش ہو کیوں وہاں نہ زلف معین دہال دوش کپ تک ہو سے بادہ احمد دہال دوش یاروں کو پھر جنازہ ہو کیونکر دہال دوش ایسی اگر ہے تاک کی دختر دہال دوش شاید تھی ماہتاب کو چادر دہال دوش</p>
<p>کب تک اٹھاؤں بوجھ فرشتوں کا امیر ہے ابتداء سن سے یہ نگر دہال دوش</p>	
<p>روایف صا و ہمسلمہ</p>	
<p>آہر و کھوتی سے پھر بھی رکھتی ہے ناکا حرم شدت اندوہ انسان کو بھلا دیتی ہے بھوک صاحب حاجت رہیں امیدوار انقلاب جانتے ہیں ادب بھی دنیا میں کچھ اہل طمع آرزو شیشے کو ہے آتے وہ تیری بزم میں عاقبت تجھ کو وہاں گور نے لقمہ کیا</p>	<p>دشمن عزت ہو چکا ہے جہاں میں نام حرص خاک دانے کی کرین مرغان زید دام حرص ہیں غنی ہو کہ انہیں اسے گردش ایام حرص رات سے دن تک شام صبح سے تا شام حرص بوسے لب کا بوی رکھتا ہے ہر جام حرص وہ کہ اب گور کی اب کیا ہو فی مہرام حرص</p>
<p>حرص سے خالی ہیں خاص و عام کترا امیر خاص استغنا ملے دہر میں ہے عام حرص</p>	
<p>روایف صا و ہمسلمہ</p>	
<p>کیوں نہ کہیں ہیں وہ ہر سے بڑا ہر عارض</p>	<p>وہ کم و بیش چپک میں ہیں برا بر عارض</p>

<p>شرم کہتی ہے نہ پردہ سی ہوا ہر عارض لیکے آیا ہے یہ سادات کا شکر عارض میرے دل میں مری نگہوں میں گری مگر عارض لب دہن چشم مزہ زلف معنی عارض زلف سنبل ہے دہن غنچہ گل تر عارض چھپ گیا جب تہ گیسو سے معنی عارض کیون مرے گرد نظر سے تہ کدر عارض</p>	<p>حسن کہتا ہے سر نیم ہو جلو سے کاٹھو انکھیں لڑا سکتی ہیں آب کسی کہ نکلا خط سہر دہر میں جلوہ گر مہر ہے ہر ایک مکان دیکھیے جبکو وہ ہے حسن میں کیتا سے جہان اسکو دیکھا تو کیا سمجھئے تماشائے چمن غل ہوا شہر میں خورشید گہن میں آیا بہر آئینہ تو ہے وجہ صفا خاکستر</p>
<p>آج ہے ہجرت ہو جاے گاکل وصل امیر ایسے انسان کو مرض ہوتے ہیں اکثر عارض</p>	
<p>اللہ کے فقیر ہیں اللہ سے غرض خورشید سے غرض نہ مجھے ماہ سے غرض مرنے کے بعد کیا حتم و جاہ سے غرض کیا مجھ لگا کو خیمہ و خراگاہ سے غرض سارے برائیوں کو ہے نواہ سے غرض کچھ ہو نہ وہیں تو ہے تنخواہ سے غرض کرتے ہو دواہ کیا ہے مجھے آہ سے غرض</p>	<p>ہکو وزیر سے نہ کسی شاہ سے غرض جلوہ پسند آپ کا عاشق ہوں آپ کا اٹھو ایسے نہ میرے جنازے کو دھوم سی یہ بوجہ اُنکے سر پہ رہے ہیں جو اعنسیا کیون بومنون کی جانب مہدی نہ رجوع روزینہ ہے جو بوسون کا جاری ہے مدام اے سامعین ہیں شعر مرے دل کا شہ</p>
<p>گردش امیر کو چہ بہ کو پیہ ہے اسلیہ نکلے کسی طریق کسی راہ سے غرض</p>	
<p>اللہ کیا ہے میرے مرض کی دوا مرض دل کو جدا مرض سے بگر کو جدا مرض پیدا ہوا ہے آج یہ مت کو نبی مرض</p>	<p>ہوتا ہے روز مجھ کو جو عارض نبی مرض اسکو غم وصال ہے اسکو تپ و فراق جھنجھلا کے بولے اُن سے چلیٹا میں بار بار</p>

محب کو نہیں تیس بڑا یا گھٹ مرض	آیا ہے وہ سچ مین دیو دھون بہدو
	ہر وقت اور ہنسا ہے بچھو نا ہے شاعری سچ ہے امیہ رتکو ہوا یہ برا مرض
	رولیف طاسے مہرملہ
جزاک اللہ لکھا ہے نیا خط کمر سے نامہ بر کی گر گیب خط یہ کہدے جا کے لکھین دوسر خط لیے پھر تارے قاصد جا بجا خط یہ مطلق سخت جانی سے پڑا خط	پڑنا جانا نہیں اسے دلربا خط انڑ تھا یہ مری افتادگی کا کہا قاصد سے میرے کھوکے نامہ نشان ملتا نہیں انکے مکان کا لگائی تیغ پر اس ترک نے تیغ
	تمہارا کون ہے غیرون کی ہے ڈاک امیہ اسکو سمجھ کر بھیجتا خط
کچھ سات خطوں سے بھی ہڑک یہ پیارا خط عینک کی طرح اُس نے نظروں سے اُتارا خط کس منہ سے لکھوں اُسکو قاصد میں دوبار خط اک حرف نہ سمجھے وہ گو پڑ گئے سارا خط جنت کا قبلا ہے عاشق کو تمہارا خط جی جاؤں جو اسدم بھی اتھا سے تمہارا خط صیا و کو لکھتا ہے ناحق چہن آرا خط لکھو انہیں گے کچھ ہم بھی دیکھیں تو تمہارا خط	ہے رو سے کتابی پر کیا خوب تمہارا خط بھیجا جو کبھی ہمنے دیکھا بھی نہ سارا خط اک نامہ جو لکھا تھا اب تک نہ جواب آیا قسمت کا لکھا دیکھو بھیجنا بھی اگر قاصد یہجاسے کا تربت میں وہ زیر کفن رکھ کر احباب دم آخر یسین سناتے ہیں آؤں گا قفس سے میں خود اڑنے کے ہو گلشن یاں مشق رہی برسوں اک دن کہا اُس نے
	اندھا ہوں جو وہ خط ہو نظروں سے میرا جھل جس روز سے آیا ہے آنکھوں کا ہے تارا خط

رو لیف ظاے معجمہ

<p>آہا ہو میکہ سے میں تو دن کو آسے واعظ ساقی وہ رند ہوں میں گرد و نہ نشین ہوں کیا فرقی نیک و بد میں جست ہو عام اسکی فردوس میکہ ہے میکش بلار ہے ہیں کیا وعظ سے نہیں کم ہو مصلدے کو کو پہلے اسی سے ہو گئے سارے ہوال محشر مجلس میں وعظ کی ہیں کچھ رند آج وارو وہ رند ہوں کہ گاڑوں پیہ رنگان کا جھنڈا اس کان جب میں سنکڑاں کان وعظ اڑاؤں بیٹھے ہیں صبر کر کے میخوار میکہ دن میں دبے ہیں بادہ کش کب پر ہیز گار جو ہوں کہتا ہے میکہ سے کارہ ہے راو و فرج میں رند پارا دہ صد ہو گئی ہے باہم نعم میں ہو قید چند سے یہ صورت فلاطون آخر میں آدمی ہوں بادم کچھ نہیں ہوں کانون میں بھر گئی ہے مینا سے مے کی قلقل</p>	<p>دروازہ کون کھولے شب کو برائے واعظ خوطہ لگا کے مج کو خود دھو نہ لائے واعظ رندون کا بھی وہی ہے جو ہندائے واعظ اب بھی اگر نہ آئے دوزخ میں جائے واعظ کسریٰ کے طاق پر ہے قمری بجائے واعظ خود بھی ڈرے نہ تنہا ہکو ڈرے واعظ تاکی ہے مفلون نے شاید رواے واعظ عمامہ کر کے پرزے سیکر عصاے واعظ بے پر کی میرے آگے پھر کیا اڑاے واعظ محشر میں اٹھ رہے ہیں ہنگامہ ہاے واعظ بھاری عمامہ رکھ کر ان کو دباے واعظ چلتا ہے چال الٹی ٹھوکر نہ کھاے واعظ سیدھی کہوں تو الٹی مجھ کو سناے واعظ تجوئہ کی یہ میں نے ساقی سزاے واعظ بک بک کے مفر میرا کہہ نہ کھائے واعظ ہم بادہ کش نہیں اب کیونکر مصلدے واعظ</p>
---	---

مسجد میں رند بھی ہیں ارباب زہد بھی ہیں

دیکھیں اسیہ آئے کس پر بلاؤ واعظ

رو لیف عین مہملہ

میری طرح جہان میں ہے گرم شتاب شمع

ہر بزم میں لگن سے ہے پا در رکاب شمع

<p>دل میں کرے خیال جو اُس گلزار کا کیا بات تیرے ساغرِ مینا کی سا قیا پر دے میں نور اُس رخِ روشن کا کیا چھپے جلکر ابھی تو گرمیِ عارض سے ہو گی خاک روشن ہے سپہِ خاتمہ محفل کا صبحِ تاک موزون کیا ہے کیا کسی پوٹے سے قد کا و لائے کہاں سے اُس رخِ روشن کی آپ تاب یون گل ہے رو برو تر سے عارض کو دی فروغ ہے فاتحہ کا قصد وہاں چھپ کے رات کو درکار ہو اگر تری محفل کو روشنی پر وہ انون کو جلانے کا انجام ہے بُرا</p>	<p>آنکھوں سے جامِ اشک بہاؤ گلابِ شمع بیشل یہ چراغِ سر سے وہ لا جوابِ شمع فالوُس کے حجاب میں ہو بے نقابِ شمع اُسے ترے حضور جو رکھتی ہے تابِ شمع یہ وجہ ہے کہ رکھتی ہے چشم پر آبِ شمع ہے صریح بلند ترا انتخابِ شمع ہیچا نہیں جو شرم سے ہے آبِ آبِ شمع جیسے حضور مقصد آفتابِ شمع اُسے نہ میری قبر پہ خانہ خرابِ شمع فالوُس آسمان بنے ماہتابِ شمع لیتی ہے اپنے سر پہ عبث یہ عذابِ شمع</p>
---	---

وائف نہیں ہے اپنا سیر خانہ لوز سے
معدوم ہے امیر ہمارے حسابِ شمع

<p>مکن نہیں کہ رخ سے ترے ہو دو چار شمع کیون صبح تک ہے شام و شب زندہ دارِ شمع آتی ہے اُسکے کو چھ گیسو سے کیا ہوا ہر شب کو ناحق آنے میں کرتی ہر عذر لنگ قصہ جو سوز دل کا سنا مجھ سے شام کو ہے باعثِ شگفتگی بزمِ رو سے زرد آئے سیاہ خانے میں میرے تو خوف سے دولت وہ کون ہے نہیں جبکی کسی کو تاک</p>	<p>چہرے کی آبِ ذباب دکھا سے ہزار شمع ہے کسکے شوق میں ہمہ تن اتر پڑا شمع بجھ جاتی ہے یہ بزم میں کیون بار بار شمع کیا جانتی نہیں ہے ہمارا مزارِ شمع تا وقتِ صبح شب کو رہی است کبارِ شمع دکھلاتی ہے خزان میں بھی رنگِ بہارِ شمع چلے ہو اُسکے گھوڑے پہ ہو کر سوارِ شمع ہے ساتھ چور بھی ہے اگر تا جب دارِ شمع</p>
--	--

<p>ناحق دکھا رہی ہے زبانِ مثلِ مارِ شمع رو رو کے کیوں نہ دل کا نکالے بخارِ شمع پروانے کی نظر میں سے مانندِ درِ شمع بخارے صاف کاکِ دستِ نئے بخارِ شمع</p>	<p>مشتاقِ مرگِ بہنِ شبِ فرقتِ مینِ آپ ہم پروانوں کی بہنِ لاشیں لگنِ مینِ پڑی ہوئی آیا بہنیں جو بزمِ مینِ اب تک وہ سر و قد اُس شمعِ رو کے وصف جو کچھ بھی رقم کرے</p>
<p>ممکن بہنیں کہ سر پہ نگاہ سے قلم فانوس کو امیہ سر نہ سمجھے حصارِ شمع</p>	
<p>روایتِ عینِ محجمہ</p>	
<p>ہو کے گل کرتا ہے پیدا دو دو سنبلِ چراغ کوئی حل سکتا ہے پیشِ افعی کا کلِ چراغ ہو گئے خاموش سارے شہر کے بالکلِ چراغ داغِ دل کا ساتھ پسینے لائی ہے بلبلِ چراغ کیوں نہ گھڑ تار یک ہو جاے اگر ہو گلِ چراغ شیشہ سے شمع روشن ہے تو جاہِ بلِ چراغ گل کو لے بھاگین تنگے لے آؤ بلبلِ چراغ بلبلینِ نرسیت پر آئین ہو گیا جب گلِ چراغ</p>	<p>کر رہا ہے خوب تقلیدِ رخ و کاکلِ چراغ کیوں نہ مٹ جاے شبِ صلتِ ہمارا داغِ دل شب کو آندھی چل گئی ایسی ہماری آہ کی ہو غلافون سے اگر تار یک ہے گنجِ نفس منحصر داغِ محبت پر ہے دل کی روشنی میکشون کو وقتِ شب کیا روشنی کی احتیاج کیا عجب عشاقِ مین بھی ہو جو باہم لگ ڈانٹ جب تلک روشن تھا پروانوں کا اک انوہ تھا</p>
<p>شب کو آندھ کی دریا پر ہوئی چو اے امیر ناخداؤں نے کیے روشن کنارِ بلِ چراغ</p>	
<p>گل کرے چکر ہوائے آہ جب پیہمِ چراغ جھڑک کوئی جلاتا ہے شبِ ماتمِ چراغ کرکبِ شبتاب سے بھی نوزدین ہو کمِ چراغ ہو چکی ہے صبح اب ہو اور کوئی دمِ چراغ</p>	<p>کیا شبِ تار یکِ فرقتِ مینِ جلائین ہمِ چراغ داغِ حسرتِ ترے غناک کو سینے مینِ یون پائے گا میرے سیاہی نے مین اگر کیا فروغ عہدِ پیری مین کرین کیا دیت پر ہم اعتما</p>

<p>ہر دم بلبل ہے گل بدوانے کا محرم چراغ ہے نگاہ چشم آئینہ بین جاہم بسم چراغ گور حاتم پرست نام روشن حاتم چراغ لاکھ کرتا ہے دعاے نور پر بکر دم چراغ</p>	<p>ہو تھیں ایسے کہ ہم پر ہر زبان ہوتے نہیں بے ثباتی بزم عالم کی نظر آتی ہے صاف مر کے بھی محتاج ہوتا ہے کسی کا کب سخی ہیں مریض عشق عارض کی وہی بے تابیان</p>
<p>میرے آگے جتنے شاعر ہیں وہ ٹھنڈے ہیں امیر کیا جلے مارون کا پیشش نیر اعظم چراغ</p>	
<p>طاؤس کی طرح ہیں سراپا بدن میں داغ وھو دیگی چشم تر جو لگے گا کفن میں داغ بندوق اس طرح نہ بھری اکھن میں داغ ہے میرے ہجر سے دل اہل وطن میں داغ ایسا بنو لگے کہیں سیبِ وقتن میں داغ لالے کی طرح ہے جگر یا سمن میں داغ ہے شمع کی جبین کا دل برہن میں داغ بوٹے قبا میں ہیں تو ہمارے بدن میں داغ ایک ایک کا جگر ہے غم کو کہن میں داغ</p>	<p>کھائے یہ العنبت ثبث غنچہ دہن میں داغ گریاں وہ ہوں کہ کچھ نہیں پروا ہے بعد مرگ اے ترک دیکھ تو کوئی گولی سے اڑ نہ جاے کا فورے کے صبح غریبی سے بھیجہ دون سنیے مری نہ دیکھیے بوسہ رقیب کو دیکھا ہے جب سے باغ میں گرا بدن ترا مشقِ سجود حق میں بھی دشمن کو رشک ہے طاہر میں اور رنگ ہے باطن میں اور رنگ دیکھ آسے لالہ زار کو ہم جا کے کوہ پر</p>
<p>جب سے سنا امیر کہ ہیں داغ دردمند لاکھوں پڑے ہیں سینہ اہل سخن میں داغ</p>	
<p>روایف قا</p>	
<p>یہ صید آپ کھنکے گیا دام کی طرف آغاز میں نظر رہے انجم کی طرف حسرت سے دیکھتا ہوں دروہام کی طرف</p>	<p>دوڑا دل اسکی زلف سپہ نام کی طرف دل دیجیے تو ڈھونڈ کے معشوق باوت درپیش ہے وطن سے سفر چوٹا ہے گھر</p>

ساتی یہ سحر بار میں دل سے کیا ہے عہد وہ بد نصیب ہوں جو شکایت کروں کبھی دھیان آگیا کہ باغ کو بھی دیکھتا چلوں اُس آنکھ کے جو دیکھنے والے ہیں باغیان	دیکھوں نہ آنکھ اٹھا کے مے و جام کی طرف تقدیر بولے گردش ایام کی طرف آیا تھا ایک سر و گل اندام کی طرف کب دیکھتے ہیں نرگس و بادام کی طرف
--	--

اپنے امیر مست کا کیا پوچھتے ہو حال
ہامی کی قبر پر وہ گیا جام کی طرف

سہ پہل چلا وہ اُس پر سی پیکر کے بل کھڑا سوز لہٹ کیا اُلجھنے پر تلی ہے اپنے بیگانے سوز لہٹ حق اُسی کا ہے سلاسل پاس حق ہو فرض عین سو بلا مین ہو گئی نازل ایک ہے باتک بلا تھی شب و یجور افشان سے شب بہتا ہے اب ٹھہرنا ہوں کہیں مسجد میں حشری مزاج ہٹ سرک اس شانہ آنے و مودل صدک کو طور آرایش کا کیا جانیں ابھی کم سن ہیں وہ چشم بد دور اُن کا ہر انداز ہے سب سے جدا دیکھتے اہل عدم پر اب ہونا دل کی بلا آدمی کیا ہو کر کی ہے فرشتوں کو بھی مست اُسے دل صد چاک شانہ بنکے جا پر یاد رکھ	آتی ہے قصبے میں کسے ہاتھ دوڑاؤ سوز لہٹ ہے بڑی کج بخت سیدھی ہو تو ہوشاؤ سوز لہٹ ہے یاقوت پوشی چھپاتی ہو جو دیوانہ سوز لہٹ کھولے باہر نکل کر آنہ خانے سوز لہٹ کیسی اسے مشاطہ چکی تیرے چمکاؤ سوز لہٹ دختر رز نے دکھائی مجھ کو مینا نے سوز لہٹ غیر ممکن ہے کہ سلجھے تیرے سلجھاؤ سوز لہٹ رخ ہے آئینے سے غافل بیخبر شادی سوز لہٹ حسن میں اک بالکین ہو کم نہیں باؤ سوز لہٹ شانہ کیسا تاکہ رہی ہے لٹکانے سوز لہٹ سوج آئی گیا کہ چمکل اپنے پیالے سوز لہٹ ہے مزاج اُٹا اُلجھ پڑتی ہو سلجھاؤ سوز لہٹ
---	--

دور و دل کہتے کو جادو تم تو سمجھے ہو ایسے

پر نہ ہاتھ آئیگی انہوں سے نہ افساز سوز لہٹ

عارض ترے احوال گدین کیل سطرن کیل سطرن	گویا کھلے ہیں دو چین ایک سطرن کیل سطرن
---------------------------------------	--

پڑا ہوا آن پلکوں سے رن ایک طرف ایک طرف
 سرور و جہنم زیر زمین زندہ ہیں بالا زمین
 تو زمین جلوہ نما عکس آئینے میں ہے ترا
 وہ قامت و گیسو نہیں تشبیہ ہے یہ لکھن
 پیری میں اوزار نہیں یہ تیرے گیسو سے مفید
 کیونکر بچے گی دل کی جان آنکھوں کو اس سفاک کی
 زمین بیچ میں وہ جلوہ گر میں ہوں ادھر اور غیر ادھر
 سرکار چشم اس شوخ کے ابرو کی تلوار میں لیے
 جلتا ہوا الفت جو دل پھٹکا ہے وقت سو جگر
 افلاس و دولت دونوں کو دنیا میں ہوتا ہے غرر
 ظاہر گل و بلبل سے ہی نیرنگ گلزار جہان
 میں آئین دل پر کی چین چین پر بھی تری
 خالی صحبت سے نہیں انسان کو ہستی و عدم
 چو رنگ ہو کیونکر نہ دل آنکھوں بھوون کو دیکھ کر
 آدمی سفید آدمی سیہ ہر اک یہ وحشت کی نگہ
 بازو پر گراؤں کہ بندہ میں ہو جائیں جوش حسن سے
 کیا کتاب اعمال سے پوچھوں کہ تم لکھے ہو یک
 دل سے جگر سے عشق میں کاٹے سے غم گستاہن
 کیا دن تھے دلی لکھن تھے تیر و مژا سے چمن
 زمین زیر و بالا تیرے لب جان نشیوں میں منتخب
 تلوار ادھر پھیرے ہی منہ بل ادھر پھیرے ہی رخ

دو پلٹیں ہیں صف شکن ایک اس طرف ایک اس طرف
 آراستہ ہر آنجن ایک اس طرف ایک اس طرف
 بیٹھ میں دو غنچہ میں ایک اس طرف ایک اس طرف
 ہے دار سے ٹنکی رن ایک اس طرف ایک اس طرف
 ہیں دوش پر یہ دو کفن ایک اس طرف ایک اس طرف
 ہیں تاک میں دو راہن ایک اس طرف ایک اس طرف
 ایک بت ہو اور دو درجہ میں ایک اس طرف ایک اس طرف
 دکھلا رہی ہیں باکپن ایک اس طرف ایک اس طرف
 آفت ہیں وہ دماغ کہن ایک اس طرف ایک اس طرف
 اس سانپ کو دین دو درجہ میں ایک اس طرف ایک اس طرف
 یہ نوہرہ گروہ خندہ زن ایک اس طرف ایک اس طرف
 طرہ ہو زلف پر شکن ایک اس طرف ایک اس طرف
 ہیں تنزلین و دونوں کفن ایک اس طرف ایک اس طرف
 آفت ہیں دونوں تیرن ایک اس طرف ایک اس طرف
 آنکھیں ہیں و باطن ہیں ایک اس طرف ایک اس طرف
 اکتے چمک میں نورتن ایک اس طرف ایک اس طرف
 کا زہن نہیں دویدہ میں ایک اس طرف ایک اس طرف
 اک کوہ ہو دو کوہن ایک اس طرف ایک اس طرف
 یہ دونوں تھے کیتاؤن ایک اس طرف ایک اس طرف
 دو ہیں مسحا سے زمین ایک اس طرف ایک اس طرف
 روٹھے ہیں یہ دو لھا دہن ایک اس طرف ایک اس طرف

<p>گو یاہین دو گلوں کن ایک طرف ایک اسطرف دو بوسے لونگا جان کن ایک اسطرف ایک اسطرف ہین پچ مین شاہ زمین ایک اسطرف ایک اسطرف</p>	<p>چونگ ابرو سے جگر دل مسل تیغ نطر رخسار نازک ہین تو ہون تلج ایک مانون گانہ مین شیخین و امان عبا تھامے ہوئے مین مشر مین</p>
<p>زلفین امیر اس حور کی ہین چہرہ پرنور پر اک چاند ہے اور دو گلوں ایک اسطرف ایک اسطرف</p>	
<p>ایک جنبش مین الٹ دیچی ہے یہ لشکر کی صف گردنیں جھک جھک گئیں جھک گئی محشر کی صف دخل اگر پائین تو یونیا مین خدا کو گھر کی صف کیا تہ دبالا ہوئی مژگان چشم تر کی صف سمجھے ہین جسکو صف و ندان وہ ہو گوہر کی صف ڈر گئے سب لوگ اندر ہو گئی باہر کی صف زلزلہ آیا تہ دبالا ہوئی مشر کی صف مسجد کو ذمین بھی مائیم حیدر کی صف پیچھے اُنکے مرسلان خالق اکبر کی صف سیا سکندر ہوئی اسلام کو لشکر کی صف</p>	<p>قبر ہے مژگان چشم جاوہر کی صف دیکھئے آیا جوہر سفاک روز باز پرس رندی خانے کو کیا بیباک مین حرار مین ناگہان چکی جو مثل برق وہ تیغ جمال ہے صدف کہنا بجا اُسکے دہان تنگ کو ہون وہ دیوانہ جو مسجد مین گیا وقت نماز کیا خاتم تازہ ہے نکلے جوہر دامن کشان کیا زانہ ہے ہوئے مقتول خاصان خدا مسجد اقصی مین غم الانبیاء تھے پیش امام مومنون کو کیا رہے اندیشہ یا جو کفر</p>
<p>شعر آہین ہر صف دیوان پر میرے یون امیر جس طرح گلزار مین اس غبار باد آور کی صف</p>	
<p>رو لیف قاف</p>	
<p>مصر کے پاؤں رکھتی ہے اپنی نگاہ شوق مضطرب ہے ناخدا سے جہاز تباہ شوق سب ہے مری نظر مین سپید سیاہ شوق</p>	<p>کتنی ہو در قطع ہے دم بھر مین راہ شوق طلو خانہ غم مین دل کی خدا ہی مدد کرے شیدا ہون اُسکے چہرے کا عاشق ہون لف کا</p>

اے چشمِ دل سے جہمِ تن گناہِ شوق
آگتی ہے اس میں سے مردمِ گناہِ شوق
پر دے ہماری آنکھوں کو بہنِ فرشتہ شوق
رکھ اور بڑھ کے پاؤں دڑائے نگاہِ شوق
سے دستِ رعشہ دار ہماری نگاہِ شوق
برسایہ چھوم چھوم کے ابرسیا دِ شوق
توڑ گئی تیرنگے ہماری نگاہِ شوق
بڑھتی گئی ادھر بھی تنگستِ کلاہِ شوق

تم پاک ہو ورنہ قیامت کے روز سے
ہے سیرِ بارِ حن کا طالبِ ہیبتِ دل
آمد ہے قصرِ دل میں یہ کس شاہِ حن کی
چلتی ہے تیغِ معرکہ حن میں تو کب
بوڑھا بنا دیا ہے ترے رعبِ حن نے
نکلے نہالِ حن میں پتے ہرے ہرے
پر وا ہے کیا نقاب جو اُس رخ کی ہے سپر
جیتنا اُدھر کھچا تری چوٹی کا تیغِ تیغ

مشعلِ کند لائی حنین کو کھینچکے
نکلی اسیہِ رمنہ سے ہمارے جو آہِ شوق

پھونکدے صو رکھیں شورِ شمسِ نقارہِ عشق
آسمانِ عشق کا میں ہوں تو یہ سیارہِ عشق
کیا اُٹھے پھر کسی مزدور سے پشتارہِ عشق
عاشقِ قدر نے دیا تھا کبھی کھارہِ عشق
کیون نہ منزل پہ وہ پہنچیں جو ہوں آوارہِ عشق
اسی قرآن میں ملجاسے یہ سیارہِ عشق
رعد پر محکو ہوا شجرہِ نفتارہِ عشق
حلقِ بسل ہے جسے کہتے ہیں فوارہِ عشق
لاکھ آہنوں میں ہے پر تو رخسارہِ عشق
حسن کرتا نگہِ شوق سے لٹارہِ عشق

زندہ یارب ہوں جو مردہ ہیں یہ آوارہِ عشق
دل بھی میلا مری مانند ہے آوارہِ عشق
گردنِ چرخ جھکے بوجھ سے جب مثلِ ہلال
سروِ آزاد یہ چھوٹے ہوئے بندے ہیں ہی
پھر کے ایمن میں گئے حضرتِ موسیٰ ہر طور
ہے یہ مطلبِ دل صد چاک کا پیشِ سحرِ یار
برقی کو میں علمِ شوق کا پرچم سمجھا
قد آدمِ عوصِ آب اچھلتا ہے لہو
نورِ تارون میں جو اہر میں چمک پھولوں میں
کچھ بھی ہوتا جو زمانے میں محبت کا رول

ہم نے اخفاء کیا راہِ محبت کو اسیہ

مرتے مرنے نہ اٹھا پردہ رخسارہ عشق	
<p>غم سے بجا ہین بیتاب عاشق خزن کا میرے آب کیسا ٹھکانا قسمت کی گردش جاتی ہے کوئی وہ گل ہے پیاسا میرے لہو کا انسان کیسے چہرے پر تیرے معشوق عاشق کیونکر حب راہوں</p>	<p>آتش ہے فرقت سیلاب عاشق بجلی ہے شیدا سیلاب عاشق دریا ہے الفت گرداب عاشق عرقاب پر ہے سُرخاب عاشق ہے مہر قربان مہتاب عاشق قاتل ہے ان پر خود ڈاب عاشق</p>
دور آئے ایسا کوئی اسیہ راب	
احباب پر ہوں احباب عاشق	
ردیف کاف تازی	
<p>اصل حاصل ہے مگر جو غم ہجران اب تک تھک چکے پر ہے سر سیر بیابان اب تک تیج افس ترک نے گو کھول کے رکھ دی جو مگر قید سے دشت میں آئے ہوئے دت گزری بیری آئی ہوئے سب موسے یہ سر پہ سپید دل جگر سینہ و سر سب ہوئے پھلنی لیکن کتنے بد بخت تھے جو چھوڑ گئے کہ ہم ستم عمر گزری ہے کہ ہوں منتظر روز وصال کیا رگوں کی ندامت کی ہے اُسکو بھی خبر عمر گزری ہے الہی اجل آتی ہے نہ یار</p>	<p>جمع سامان ہے پردل ہے پریشان اب تک وہی کانٹے ہیں وہی گوشہ و اماں اب تک رعب ہڈ سے ہوئی ہے شہر میں میدان اب تک سون میں میرے گھلا ہے دردِ دمان اب تک صبح ہوتی نہیں لیکن شب ہجران اب تک تیسر پر تیر لگاتی ہے وہ مٹرگان اب تک مرچکے پھر بھی لکھے جاتے ہیں عیان اب تک نہیں آتا ہے وہ اے گردش دوران اب تک ہنس رہا ہے جو مرا چاک گریبان اب تک کوئی مشکل مری ہوتی نہیں آسان اب تک</p>
شعرا اٹھ گئے دنیا سے مگر دیکھ اسیہ	

	اچھے شعرون کا زمانہ ہے شاعرانہ بات	
اپنے قبضے میں بھی ہے مثل سکندر و خشک نوش کرتے ہیں جو دیتا ہے مقدّر و خشک سالک راہ خدا کو ہے برابر تر و خشک پوچھ لو ہم سے کہ دیکھا ہے سراسر تر و خشک		عشق میں ہیں لب خشک و مژدہ تر و خشک ساقیا ہکو مے ناب لے خواہ کباب قطع رہ کرتا ہے دریا میں بھی صحرای کی طرح خشکی زاہد و تر و امینی رند کا حال
	اغنیاء نعمت الوان پر کرین نازا ہمیں شام تک ہکو بھی رہتا ہے میسر تر و خشک	
نشان کس طرح پہنچے در نشان تک کہ ڈرتی ہے حیات جاویدان تک لگی ہے آگ اک دل سو زبان تک تو مانگے موت مرگ ناگہان تک تو ٹھہری سو جگہ دل سے زبان تک کہ مر مر کر پہنچتے ہیں وہاں تک فقس سے ڈاک بیٹھے آشیان تک کہ سوز دل نہیں آتا زبان تک کہان تک پاس رسوائی کہان تک پہنچنا جو چکا اب کاروان تک چلو لیکر مجھے پیر میان تک مجھے پہنچا دے اسکے آستان تک گئے کیسے سمیر لاکھان تک تراکت آڑے آئیگی کہان تک		نہیں ممکن رسائی لامکان تک تری سفاکیاں پہنچیں بیان تک کہوں ضبط نفس ہدم کہان تک پہنچ جاے اگر محمد صحت جان تک میں ہوں وہ ناتوان جب آہ کھینچی اکڑی ہے اس قدر منزل عدم کی بہار آخر ہے اور میں بے پردہ بال میں ہوں اس بخت میں شمع تصویر ہزاروں حسرتوں کا ہو گیا خون مری داماندگی کہتی ہے مجھ سے غش آیا زاہد و مسجد میں بے سے ترے قربان سے بیتابی دل مکان یا تک قاصد نہ پہنچنا بہت ہی زور پر ہے وصل کا شوق

میں وہ دل سوختہ ہوں اس چمن میں نہیں کچھ تیغ قاتل ہی کشیدہ نہ پائی گردنوں نے اثر کی جو یوں آنے نہ دے اسکی گلی میں ترپنے سے مرے تنگ آ کے بولے	جلے بجلی جو آئے آشیان تک خفا سے مجھ سے مرگ ناگہان تک زمین سے خاک چھانی آسمان تک تو پہنچوں خواب بنکر یا بیان تک تسلی دے کوئی تنہا کو کہان تک
کہان ہم سے امیر اب اور کہان قلع یہ جلے ہو چکے خلد آشیان تک	
ڈھونڈا کیے ہکو نہ ملایا رک گھر تک کھلتا نہیں کون آ کے بیان میں یہ رویا فریاد ہے عالم میں ترے دست و ستم کی بیکس تھا زانے میں مرا کسکو ہے ماتم گھر تک شب فرقت میں اُسے کھینچ لایا پانی یہ کماندہ ترے تیر میں لاس کیا بارہ پر آب دم شیر ہے قاتل جو حذر سے ہو باہر اُسے کیونکر کوئی دیکھے	پہنچی نہ کی طرح دعا باب اثر تک اک تختہ ہے پانی کا ادھر سے جو ادھر تک سہر کھولے ہوئے پھرتے ہیں غرضید و قمر تک اک شمع لحد شام سے روتی ہے سحر تک پہنچے جو مرا تھ کر بیان سحر تک سینے میں وہ بیٹھانہ ہوئی ہو کو خبر تک عقا تیری کمر تک گلاب ہے مرو سر تک روشن ہے کہ جاتی ہے نظر حید نظر تک
چھوٹا نہ امیر اُن سے کوئی شہر کا کوچہ آنے میں رہا عذر ہمیشہ مرے گھر تک	
روایت کا فنی فارسی	
باغ میں آکر وہ گلہ تازہ دکھلاتا ہے رنگ ہستو آکر جا نہیں سکتے تفس سے باغ تک جاتا ہوں ہے بڑا بہرہ پیا پر فلک	گل یہ شرماتے ہیں اک آتا ہے اک جاتا ہو رنگ گل جو یاد آتے ہیں تو چہرے بکھار جاتا ہو رنگ صور میں تازہ نئے ہر روز دکھلاتا ہے رنگ

کیا خدا کی شان ہے پانی کرے کار ہوا زادہ دیکو چھپ کے دے آؤ ہوئے پیر مغان چہرہ دل بنگیا زہنون کے پھولوں سے چمن فائدہ اتنا ہے ہاندھے ہیں جو صنمون زلف کے کیون نہو چہرے پہ اس کے خوشنما زلف سیاد	آتش رخسار کو غارے کا بھڑکا تا ہے رنگ اور ہی کچھ اب تہا را سے سخی داتا ہو رنگ کیا خراش ناخن غم ہو دکھلا تا ہے رنگ شعر جب پڑھتے ہیں ہم یارو مین بند جاتا ہو رنگ اے رجب گلشن میں آتا ہے بد لجاتا ہے رنگ
--	--

کسیہ شیخون لایکھا کھلتا نہیں کچھ لے امیر
ابھل کیون قرمزی وہ شوخ رنگو تا ہو رنگ

رد لیف لام

دل ہے دشمن نہ بغل میں اسے پالے بلبل نو گرفتار سے صیاد کا بسمے تو مزاج غوش بیانی سے تری سارے چمن میں شہور پتیاں گل کی پریشان نہ کر اسے باد صبا سخت مشکل ہے کہ گلچین ہے قریب گلچین لی تو سے مول گلستان کہ دراجی پہلے سیر چلتی ہے ہوا فصل خزان آپہنچی آخر اک روز خزان ہے کہ طلسمی ہے بہار دھیان صیاد کا گلچین کا خطر خزان عاشق اک گل کا ہون جاتا ہون چمن میں مٹی ہاتھ یوں پھولوں پہ ہر بار نہ ڈال لے گلچین گل ترے آگے نگاہوں سے گرے پڑتے چمن	کسی گلچین کو کرے جا کے حوالے بلبل تھوڑی تھوڑی ایسی آواز نکالے بلبل کچھ تو صیاد کو باتوں میں لگا لے بلبل کہیں منقار سے پر نوج نہ ڈالے بلبل داسن گل کہ کلیجے کو سنبھالے بلبل پر پر ہے ڈر کہیں جھکا نہ نکالے بلبل اپنے آغوش میں پھولوں کو چسپا لے بلبل چاروں رنگ گلستان میں جا لے بلبل ہو بلا ایک تو سر سے اسے ٹالے بلبل اس توقع پہ کہ کچھ در و بٹالے بلبل جوٹ کھا کھا کے لہو منہ سے نہ ڈالے بلبل یا علی کہہ کے سنبھالے تو سنبھالے بلبل
--	---

ناموافق ہے ہوا اس سے گلستان کی امیر

آشیانے سے کہو سر نہ نکالے بلبل

اڑتے ہی پڑ گئی صیاد کے پالے بلبل
ایک ہم بین ترے پہچاننے والے بلبل
آنسوؤں سے ترے سب بھر گئے بلبل
دیکھ میں گرم ترے یا مرے تالے بلبل
دل کے ارمان کہو کیا خاک نکالے بلبل
آج جو کچھ ہو سنا نا وہ سنا لے بلبل
چٹکیاں لین گے جگر میں تر نہ لے بلبل
آشیان برق کو کر دے گی حوالے بلبل
خوب ہی پھوٹے تری دل کو بھی چھالے بلبل
پہچھے کر کے ذرا ان کو منالے بلبل
ان گلوں کے میں کچھ انداز نہ لے بلبل
دروغ نہیں نہ کرایہ سے تو نالے بلبل

واہ کیا خوب پرو بال نکالے بلبل
باغبان رحم سے واقف نہیں گلچین بیدرو
یہی رونا ہے تو پھولو کا خدا حافظ ہے
نہ جلا تجھ سے نفس میں نہ چین پھونک دیا
پھول گلشن میں نہ آئے تھے کہ صیاد آیا
ذبح صیاد کرے گا تجھے کل ہے خیر
ہنس رہا ہے ابھی صیاد نہیں واقف ہو
باغبان کا جو شب دروز جلا نا ہے یہی
ہاتھ گلچین کے کیے باغ میں کاٹوں ڈنگار
پھول پھولے ہوئے بیٹھے ہیں چین میں تجھ کو
تجھے ہنستے ہیں کبھی کرتے ہیں گلچین سو مذاق
دم اکٹ جائے نہ صیاد کا سنتے سنتے

اکن آئینگی خزان دُون کی کیسی یہ امیر چاروں باغ میں بے پر کی اڑا لے بلبل

یہ سُنا تھا کہ جلی بنگیا دل
کیا کیامری آنکھیں مرا دل
ادائیں چھینے لیتی ہیں مرا دل
جہان راہ محبت میں گرا دل
تری شوخی کا خاک چلبلا دل
الہی دروہے پہلو میں یا دل

انہیں درکار ہے اک چلبلا دل
اُسے دیکھا تصدق کرو یا دل
دُعا کی بادشاہ حسن کی ہے
اُٹھا کر رونے اور اُسکو پٹکا
ترمی صحبت میں جا کر بنگیا ہے
ترپ جانا ہوں میں اُٹھتا ہوں جب یہ

<p>چلا اس چال سے تو پس گیا دل سمجھتا ہوں اُسے مین دوسرا دل ہمارے ہاتھ سے جاتا رہا دل کب اس پہلو پر آتا ہے مراد دل وہاں تو مانگتی ہے ہر ادا دل نئے دل دینے والے تم نیا دل بڑا اوجھا ہے تو لیجا اٹھا دل تھمیں دیکھا شکفتہ کھل گیا دل یہ ٹھکوپا رگڑتا ہے مراد دل</p>	<p>تری ٹھکھیلیوں پر خون اس کا یہ داغ عشق سے ہے عشق محکو تمہارا ہو نہو اسکی خبر کیا جگہ دے غیر کو بھی ساتھ تیرے الہی ایک دل کس کس کو دون مین وہ بولے واہ بوسہ دین تو دل لہن ٹپک کر دل مرا جھنجھلا کے بولے تھمیں افسردہ پایا تجھ گیا جی ترپنے سے ہو دروہل کیا کام</p>
<p>اسی راس ناز سے ظالم نے دیکھا نگاہیں بول اٹھیں وہ لیے لیا دل</p>	
<p>کرتے تدبیر جو پہلی وہ ہے زنجیر کے قابل الہی ڈاب بھی لجا ہے اس شیر کے قابل نہ پائی اس لیے تھمتے زبان تھمر کے قابل ہو اسے خواب مغل بھی کہیں تعبیر کے قابل سُن اسے عال پر سی غیش کی بوجھ خیر کے قابل کہاں لقمہ سیر دیوانے کی ہر تعبیر کے قابل یہ تو وہ خاک کا ہے کیا نشان تیر کے قابل جسمین سجدے کے لائق ہو زبان تیر کے قابل جنون اب بڑھ چلا ہے آپہن زنجیر کے قابل نہ تھا میر لگا تیرے دہم شیر کے قابل</p>	<p>وہ مجنون ہوں مراد و اہن تدبیر کے قابل جو مہنوں تیر سو جھا ہے تو بندش بھی نمی پائی بزرگ شمع اپنا سوڑ دل چہرے سے ظاہر ہے زبان سے کچھ نہ کہہ غافل سمجھ کر بے زبان ہو کو مشقت سے عبت شیشے مین پر یان بند کرتا ہو چھو ازنجیر گیسو کو تو کیوں دوسرے لگاتے ہو ہمارا ڈھیر جب دیکھا کہا اس ناوک انگن نے عبادت کا اگر ہے شوق یہ بھی شرط ہے ناڈ جو پوسہ زلف کا مٹکا کہا اس شوخ نے ہنس کر بڑی بندہ نوازی کی جو دی یہ آبر و قاتل</p>

<p>پریر دیون کا عاشق ہوں مجھے کہتا ہو دیوانہ کہیں سر سے کہیں سینہ کہیں بازو کہیں زانو مصور بھی جو آنکھ دیکھتے ہیں دل میں کہتے ہیں جو کچھ آنکھوں سے دیکھا ہے وہ اس سے جاگڑا کہینا کلمہ اللہ بھی آئین تو کچھ کہتے ہیں آئے</p>	<p>خفا و اعظ نہیں ہوں کہ تو زنجیر کے قابل جاری لاش اے قاتل نہیں تیرے کے قابل بنائیں حق نے کیسی صورتیں تصویر کے قابل ہمارا حال اے قاصد نہیں تحریر کے قابل دہن کس کا ہے اُسکے سامنے تقریر کے قابل</p>
<p>امیر اپنا دل پروا غصہ کے کر بلا لیچل یہ گلہ سے ہے نذرِ روحہ مشیر کے قابل</p>	
<p>کیون تکیوں میں ہو گرم نالہ ہے زار دل دلربا تیری نظر میں ہے اگر بیکار دل ہجر میں گھیرے ہوئے رہتے ہیں اندوہ لہجہ خواہش دولت اگر ہے ہو در دل پر کین ہو گیا جب سامنا اُس زلفِ آفت خیز کا چار ابرو پر ترسے لے بت کروں تو ران بھی لے خیالات جہاں کیسی خرابی لائے تم حسرتیں تھیں جب قدر وہ ساری مژدہ ہوئیں منزل دنیا نہیں ہے یہ مقام امتحان جان مدت سے ہو جو ملوث ہو گرم تانہیں</p>	<p>سور ہے ہیں سیکڑوں زیرِ زمین بیدار دل لامحی کو پھیر دے پھر میرے ہی سرار دل حلقہ پر کار میں ہے نقطہ پر کار دل فی الحقیقتہ ہے بڑی ڈیوڑھی بڑی سرکار دل پھر کے آنکھوں لے کہا ہشیار دل ہشیار دل ایک کے بدلے جو دے اللہ محبو چار دل کنج خلوت پہلے تھا اب ہو گیا بازار دل بیٹھے کس کس کے لیے بن شکے نامزار دل جیت لے میدانِ مشتاق نہ بہت بار دل کس میجا کا ہوا ہے یا خدا بیمار دل</p>
<p>آینو الی گر نہیں ہے آفت تازہ امیر کیون الجھتا ہے مرے سینے میں پھر ہزار دل</p>	
<p>کل سنتے ہیں کب صداے بلبل ازنگ اپنا اگر جاے بلبل</p>	<p>اپنی سی ہزار گائے بلبل ہو خندہ گل صداے بلبل</p>

<p>مقبول ہوئی دعا سے بیل آئی آواز ہا سے بیل کیا گرم ہیں نالہ ہا سے بیل گل سے سے بلند جا سے بیل ہے بیلوں میں صد سے بیل دیکھی اسے گل و نالہ سے بیل</p>	<p>کلچین رہ صحن باغ پھولا توڑا کلچین نے جب کوئی پھولا گلزار میں آگ سی لگی ہے ہے حسن سے تدر عشق بالا آیا ہے بنانے کو جو وہ گل آخر کو تڑپ تڑپ کے دی جان</p>
<p>پھولوں سے بھرا ہوا ہے گلشن خالی ہے امیر جا سے بیل</p>	
<p>آج کچھ سمنے سو اپنی تھی جو مقبول سو پھول نہاڑ مقبول سے ہاتھ آئے ہیں مقبول سو پھول چمن الفت پیغمبر مقبول سے پھول بڑے کے زرو می میں رخ عامل مغزول سو پھول سرور فوق سے بدتر ہوئے معلول سو پھول تنگ اسے قصہ بیل میں تر و طول سو پھول کہو واسن کو بچائے رہیں اس مہول سو پھول روئی شبنم جو گلستان میں رہن سو پھول آج ساقی نے سوادی مجھے مہول سو پھول کیون جنازہ نہو بے جرمی مقتول سو پھول ہیں سو آنکھوں میں یاں شعلہ غول سو پھول کسی گلشن میں نہیں ملائی پھول سو پھول سوئے چاندی کو سٹکنے لگیں پھول سو پھول</p>	<p>باتین حکمت کی کہیں سب کو پھول سو پھول کی ہے جب عزیز سے ہم نے چمن علم کی سیر داغ سینے میں نہیں ہیں یہ سے ہیں ہمو کون آیا یہ چمن میں کہ خجالت سے ہے باغ امراض کا گھر بن گیا جاتے ہی بہار کہیں کو تاہ بھی ہو جا صفت عمر بہار آگ ہے گرد و گردت دل بیل کی نہیں واہ کیا بات صبا دیدہ آہن میں کی مہربان کچھ تو ہوا روز کی سہٹ کام آئی اپنے سر بار گتہ اس کا کیا قاتل نے کیا تر سے عاشق خسار کو بہکائیں گے شرم کی جا ہے بشر کچھ جو بشر سے مانگے وہ خوش اقبال اگر ہاتھ میں لیکر داغے</p>

قیمتی ہو بگئے سوئے کے کرن پھول سو پھول

واہ رے فیض کہ بالے میں جو ڈالے اُسے

گر دھسیان سے برسی دامن پیل ہے امیر

رستیاں ایسی تو ناحق نہ بنیں وھول سو پھول

کھائے نہ چوٹ یاس کی امیدوار دل
پایا خزان سے میں نے یہ باغ وہار دل
کیا شوخ رنگ پھولوں کا پہنے ہو مار دل
اے ترک اس ادا سے ہو گا شکار دل
کس کا پڑا ہوا ہے سر پر گہزار دل
میرا شکار تم ہو بہار اس شکار دل
رہا لپٹ کے تیرے بے اختیار دل
پتلا ہے شوخوں کا مرا بیقرار دل
پہلو میں اپنے رکھتے ہیں ہم ہونہار دل
عاشق کے سینے میں ہے اسیکا شرار دل
لائے ہیں دیکھ کے لیے جان نثار دل
پہنچا ترپ کے دور مرا بیقرار دل
جب ہوش اڑ گئے تو ہوا ہوشیار دل
کس بات کا تمہارا سی کرے اعتبار دل
ہو دل کا قدروان تو ستر ہزار دل
بتیاں ادھر ہے جان اُدھر بیقرار دل
یہ خاک ہو گیا ہے کوئی ہفتار دل
ہے آرزو سے مژدہ کا گویا مزار دل

جاتا تو اُسکے کوچے میں ہے بار بار دل
دکھلا رہا ہے سیر مراد اغدار دل
اُس گلبدن کے عشق میں ہے داغدار دل
ترجی نظر نشانے پر پڑتی نہیں کبھی
گر ہم خرام ناز ہو تم یہ تو دیکھ لو
بزم وصال ہے کہ کوئی صید گاہ ہے
جس دم نخل چلا مرے پہلو کو توڑ کر
ٹھنڈی ہیں اس کے آگے حسینوں کی گرمیاں
کام آئے گا ضرور کسی دن حضور کے
بجلی جو کوہ طور پہ چمکی تھی ایک دن
گھر سے نکل کے دیکھ تو لین اک نظر حضور
موسیٰ کو برق طور کا جلوہ دکھا دیا
دیکھی وہ چشم مست تو آنکھیں سی کل گئیں
ایسا ہے عہد وصل نہ ایسا ہے عہد قتل
عشاق کی کمی نہیں معشوق چاہیے
تسکین دے تصور جان کسے کسے
آیا خیال کشتہ سیلاب دیکھ کر
آتے ہیں فاسخ کے لیے روزِ درد و غم

<p>خاک آرد سے وصل کروں اب تک اس امیر یہ بھی خبر نہیں کسے کرتا ہے پیار دل</p>	
<p>گنتا ہے ترے بھر کی ایک ایک گھڑی دل کہتے ہیں اسے صبر کہ لغت میں بتوں کی جھپکے گی تیرے تنگ کیا پاک اس کی آروا قی سے بچشم کو بچشم کی رقت ہو مانتا تک اس غیرت گلشن کے رسائی</p>	<p>ہے عاشق بتیاب کے سینے میں گھڑی دل نازک ہے بہت اُسپہ اٹھاتا ہے کڑی دل بہت تری آنکھوں سے بھی رکھتا ہے بڑی دل پانی ہو نہ کیوں دیکھ کے سادوں کی چھڑی دل داغوں سے بنا اسیلے پھولوں کی چھڑی دل</p>
<p>کیا وجہ کہ سو اس امیر آج ہے اسکو آیا ہے کہیں دیکھ کے مستی کی دھڑی دل</p>	
<p>روایتِ سیم</p>	
<p>کرین پھولوں کی کیوں کر آرزو ہم کہانِ شبنم نمایاں ہو جو خورشید ہجوم آرزوئے مار ڈالا ملا جب وہ کھلا تب یہ مہما کسی سے کوئی کچھ کرتا ہو باتیں بتوں کی بندگی ہے نہ مرضِ زاہد مرے منہ پر یہ کہتے ہیں مری آشک دہ میکش ہیں کہ مرکزِ میکدے سے</p>	<p>نہیں پاتے کسی میں تیری دلو ہم ٹھہر سکتے ہیں اُسکے رو برو ہم کہانِ پائین دل بے آرزو ہم کیا کرتے تھے اپنی جستجو ہم سنا کرتے ہیں تیری گفت گو ہم یہ کہہ بیگے خدا کے رو برو ہم مساوین گے نہ ساری آبرو ہم چلین گے دوش پر پٹیل سبو ہم</p>
<p>امیر اے بے نشان کو دل میں پایا جسے ڈھونڈا کیے تھے پارِ شو ہم</p>	
<p>یہ روئے وصل میں منہ رکھ کے رموی پارِ پیہم</p>	<p>کر لیکے سبقتِ ابرو تو بہارِ پیہم</p>

کہ وہی نالون میں غالب رہے ہزار پہ ہم
 اُدھر بہار پہ وہ ہیں اُدھر بہار پہ ہم
 کہ چونک چونک کر کھتے ہیں پاؤں خار پہ ہم
 کہیں گے کلمہ حق منہ سے چڑھکے وار پہ ہم
 لگائیں سنگ نہ اشجار سایہ وار پہ ہم
 وہ زندہ دل ہیں کہ مرتے ہیں اعتبار پہ ہم
 کہ وجد کرنے لگے شور آبشار پہ ہم

چمن میں دھوم ہے اب اپنی نغمہ سنجی کی
 جواںگی زلف میں افشان تو اپنے سینے میں داغ
 جنوں میں پاس یہ پامالی ضعیف کا ہے
 وہ راست گو ہیں کہ مطلق نہیں ہر جان کثوف
 نہیں جہان میں محسن گشتی سے بد کوئی کام
 یہ آرزو ہے کہ اُنکے شہید کہلا نہیں
 یہ کس کے گھنگرودن کی کان میں صدا آتی

ہوئی ہے رات جو تکیے ہیں فرش کیا درکار
 امیر لیٹ رہیں گے کسی مزار پر ہم

حاجت نہیں تھی کہ کچھ ہے خدا کریم
 بیشک میں اغنیاء سے زیادہ گدا کریم
 مٹا کہان جہان میں کوئی دوسرا کریم
 پھترامری طرف بھی کوئی زر کا یا کریم
 خوشبو تو گل تے دی جو بنی ہو صبا کریم
 حاتم ہے تو کہان کوئی تجھ سے سوا کریم
 یکساں ہے یا کریم کہے کوئی یا کریم
 تب جانیں ہم کہ تم بھی ہو نامہ خدا کریم

ہوں سارے شہر میں ہیں اگر جا بجا کریم
 لیتے ہیں ایک جس سے دلا دیتے ہیں یہ دس
 بے مانگے دے رہی ہو زمانے کو گالیاں
 درِ ریز سا نلون پہ دور وہ ہیں مٹھیاں
 نیل گیاں ہیں کیا جسمن روزگار کی
 اسے پیر می فروش کوئی حجام خم کی ہنر
 ہے شوق شرط ذکر خدا ہو کی طرح
 دوپہ سے خواب ہی میں کسی روز ہمو دو

بچہ جہان میں دیکھ ڈرافشانیاں امیر
 دست گدا صدف ہے تو ابر عطا کریم

ضرر عظم سے ذوق دل کو ساری ہیں ہم در ہم
 چیر کے پہلو سامنے رکھ دین نذر کو اسکی اپنا جگر ہم

مٹ نہ سکا تقدیر کا لکھا روز ہے پامال خطر ہم
 شاہ ہوا یا سادل جو کسی ناز سے پائیں کسی خبر ہم

شام کو آئے جانبِ بیدار باغ میں پہنچے وقتِ سحر ہم
 درد کو ہے کیا کام دوا سو دماغ کو ہو غمِ ہش مرہم
 ہاتھ اٹھا میں خاک و ماکو بند جو پائین بابِ اثر ہم
 ہاتھ ہو کو یہ شلخ ہو ادب کی پائین گے کیونکر کوئی غم ہم
 چین سے کسی بحرِ جہان میں گونہ نشین تخیلِ گہر ہم
 کھولتو ہی پردانہ کی شہرِ نیست ہو مانندِ مشر ہم
 آنہ سان ہیں بزمِ جہان میں ہر کہ دمہ کو دستِ نگر ہم
 واہری غفلاتِ فکر نہیں کچھ چٹھو ہیں اتنا کھلو کر ہم
 زار ہیں مثلِ سوون ساعتِ پھر تو ہیں لیکن آٹھ پہر ہم
 دُور سے دیکھیں اسکو جو آتے دوڑ کو دھدین پونپہر ہم
 سبکی نظر سے اتو میں غائب بن گئے گویا تارِ نظر ہم

ساری جوانی رنجِ مین گزری ہو گئی راحت کی جو پیری
 ہجرِ مین ہم موتِ خزانہ کیست ہو پیرِ دل اپنا
 چرخِ مخالفِ بخت ہو دزدون کوئی نہیں امید کی صورت
 باغِ جہان میں سنہ کو آئے ساتھ ہو لیکن قسمتِ بد بھی
 گھر سے کالائجِ مین ڈالا ظلم کیا غواصِ فلک نے
 دہر میں تھو وہ طائرِ قیدی کچھ بھی نہ گزرا وقفہ ہستی
 دل کی صفائے اور بگاڑا کام نہ اپنا کوئی سوزِ آ
 وقتِ سحر ہے شوِ سفر ہے چستِ مسافرِ قافلہ ابھی
 غیر ہے حالتِ ضعفِ طاری ہو ہی گردشِ ابھی
 شوقِ مشہاوتِ لپہ ہے غالب ڈھونڈ رہی ہیں کو چٹاقل
 حالِ دُچھو عشقِ مکر میں گھل گئے بالکل ہو گئے لاعز

شکر کی جا ہے شکر کی جا ہے یا امیرِ آبادِ بیدار
 کیسے کی جانب کوئی تبادی سجدہ کرین ایشاکہ صبر ہم

رولیفِ نون

کیا ناز و نوب از ہو رہے ہیں
 دو ہنستے ہیں چار رو رہے ہیں
 سکیوں میں مرے سے سو رہے ہیں
 جو ہنستے تھے وہ بھی رو رہے ہیں
 حسرت کے ساتھ سو رہے ہیں
 جو ہاگتے ہیں وہ رو رہے ہیں
 سو میں کہیں ایک دو رہے ہیں

ہم لوٹتے ہیں وہ سو رہے ہیں
 کیا رنگِ جہان میں ہو رہے ہیں
 دنیا سے الگ جو ہو رہے ہیں
 پہنچی ہے ہماری اب یہ حالت
 تنہا تو خاک بھی نہیں ہم
 سوئے ہیں لحد میں سوئے والے
 اربابِ کمال چلے بسے سب

پلکوں کی چھپک دکھا کے یہ بیت
 مجھ کو غنیمت کی محسوس
 پسیری میں بھی ہم ہزارا منوس
 دامن سے ہم اپنے داغ ہستی
 میں جاگ رہا ہوں اسے شب و غم
 روئین کے بہن رلانے والے
 لے حشر دینے میں نہ کر شور
 آئینے پہ بھی کڑی نگاہیں
 بھاری ہے جو موتیوں کا مالا
 دل چھین کے ہو گئے ہیں غافل
 ہے غیر کے گھر جو ان کی دعوت
 مدد شکر خیال ہے اسی کا
 ہو جائیں نہ خشک داغ کے پھول
 پوچھے کوئی دیدہ ہائے تر سے
 آئیگی نہ پھر کے عمر رفتہ
 کیا اگر یہ بے اثر سے حاصل
 نہ یاد کہ ناخدا سے کشتی
 کیون کرتے ہیں نگہ سار تخلیف
 محفل پر خاست ہے پتنگے
 ہے کوچ کا وقت آسمان پر
 انکی بھی نمود ہے کوئی دم

دل میں نشتر چھو رہے ہیں
 لالے کا وہ بیج بو رہے ہیں
 بچپن کی ٹینڈ سو رہے ہیں
 آہ خنجر سے دھو رہے ہیں
 پر میرے نصیب سو رہے ہیں
 ڈوبتے وہ جو ڈبو رہے ہیں
 چپ چاپ سرکار سو رہے ہیں
 کپڑے عتاب ہو رہے ہیں
 آٹھ آٹھ آنسو وہ رو رہے ہیں
 فتنے وہ جگا کے سو رہے ہیں
 ہم جان سے ہاتھ دھو رہے ہیں
 ہم جس سے لپٹ کر سو رہے ہیں
 آنسو انکو بھگو رہے ہیں
 کیون نام و فادہ بو رہے ہیں
 ہم معقت میں جان کھو رہے ہیں
 اس رونے پہ ہمتو رو رہے ہیں
 کشتی کو مری ڈبو رہے ہیں
 آنسو مرے منہ کو دھو رہے ہیں
 رخصت شمعوں سے ہو رہے ہیں
 تارے کہیں نام کو رہے ہیں
 وہ بھی نہ رہیں گے جو رہے ہیں

<p>کچھ ہوش بہنیں ہے سو ہے ہین دو چار نفس ہی تو رہے ہین کانٹے مرے حق ہین بور ہے ہین</p>	<p>دنیہ کا یہ رنگ اور ہکو ٹھہر دو دم نزع دو گھڑی اور پھول اُن کو پچھا پچھا کے اختیار</p>
<p>زانو پہ امیر سر کر کے چہرہ نگر کرے کہ رو رہے ہین</p>	
<p>ڈھونڈنے اُسکو چلا ہوں جسے پا بھی سکوں کیا قدم نقش قدم ہین کہ اٹھا بھی نہ سکوں کچھ تری شرم نہیں ہے کہ اٹھا بھی نہ سکوں لاگ کی آگ نہیں ہے کہ بجھا بھی نہ سکوں داغ کچھ درد نہیں ہین کہ دکھا بھی نہ سکوں کیا یہ جو بن ہے کسی کا کہ چرا بھی نہ سکوں کیا دم باز پسین ہوں کہ پھرا بھی نہ سکوں کہ وہ روٹھے تو کسی طرح مسنا بھی نہ سکوں کچھ یہ مہندی نہیں میری کچھ پا بھی نہ سکوں پر نہ اسنے کہ اٹھاؤں تو اٹھا بھی نہ سکوں اگر اسے حال سناؤں تو سنا بھی نہ سکوں وہ مجھے دل سے بھلا دی ہین بھلا بھی نہ سکوں راز الفت یہ نہیں ہو کہ چھپا بھی نہ سکوں دل بچا بھی نہ سکوں جان چھپا بھی نہ سکوں بات کچھ ایسی نہ گڑے کہ بنا بھی نہ سکوں خط تقدیر نہیں ہے کہ سنا بھی نہ سکوں</p>	<p>اُسکی حسرت جسے دل سے مٹا بھی نہ سکوں کون مانے ہے کہ در پر ترے آ بھی نہ سکوں آنے سے غیر کو اتا ہے اگر خلوت ہین اُنکے غصے کے مٹانے کی ہین سو تیر ہین چنگیان لینے سے دل مین وہ کرین تو انکار دل مراد و متنا مجھ سے چھپ کر بولا مین اگر گھر سے نکلتا ہوں تو گھر کیوں ہو اداس وصل مین چھپڑنا اتنا اسے لے شوق وصل ڈالکر خاک مرے خون پہ قاتل نے کہا ناؤ کرنے سے تجھے منع نہیں کرتا ہین حنیض کہنیت نے اور آ کے کلا گھوٹا ہے کوئی پوچھے تو محبت سے یہ کیا ہے انصاف مین کسی سے نہ کہو نکا وہ کرین وعدہ وصل ہاں کیا سحر ہے یہ حُسن کہ مانگین جو حسین شکوے تو شوق سے کر وصل مین لیکن دل نقش بہتی مین ابھی محو کیے دینا ہوں</p>

<p>ایک نالے میں جہان کو تہ و بالا کر دوں رعب کو ساتھ لگا لائے میں اپنے شبِ مہل منہ پہ قاضی کے ہیں کہدوں گا کہ ہوں جن پرست انکے پہلو میں جو لیجا کے سدا دوں دل کو</p>	<p>کچھ ترادل یہ نہیں ہے کہ ہلا بھی نہ سکوں کہ جو اٹھیں تو خوشامد سے بٹھا بھی نہ سکوں عشق کچھ کفر نہیں ہے کہ جتا بھی نہ سکوں نیند ایسی اسے آئے کہ جگا بھی نہ سکوں</p>
<p>اے امیر اپنی غزل ہے کوئی آیت یہ نہیں کہ گھٹا بھی نہ سکوں اور بڑا بھی نہ سکوں</p>	
<p>ہاے وہ دن کہ گزر جاتی تھی شبِ باتون میں لطف کیا آئے تحلف کی ملاقاتون میں آگیا غیر کی صحبت کا اثر باتون میں گھر کیا جب سے کہنچاوٹ نے ملاقاتون میں جب کہا نالہ وزاری مری دیکھو بولے چارہ ہی دن میں وہ بت دیکھیے کیسے چل نکلا مسجد دن میں ہیں یہ ہوئی کے کہاں نکلا ناؤ ادا آن جیسا غمزدہ کرشمہ شوخی دل دیا میں نے تو بولے کوئی ہم بھولی ہے عمر رفتہ کو بخت شیخ حرم روتا ہے یہ سمجھ کر کبھی ماضی کی بھی سن لیتا ہوں انتہا ٹوٹے ہوئے دل کی وہان ہے مقبول انجمن ہو کہ چین سب ہیں اسی کے سرست کچھ اشارے جو کیے میں نے تو جھنجھلا کر کہا مہربان وصل میں قصے یہ نکالے کیسے</p>	<p>آپ نہ باتون میں مڑوے نہ ملاقاتون میں کچھ رکھائی کے سوا بات نہیں باتون میں اور کچھ ہو گئے تم بیٹھ کے بدو باتون میں بیٹھ کا تیسری رکاوٹ کا ہوا باتون میں بجلیاں ہمیں بہت دیکھی ہیں برس باتون میں کیسی قنچی سی زبان چلنے لگی باتون میں رنگ توحید اچھلتا ہے خسرا باتون میں لیگیا دل کو اڑا کر کوئی ان ساتون میں دل ہی دل روز چلے آتے ہیں سوغاتون میں ڈھونڈ لے آئے جوانی کو خراباتون میں اک نہ اک بات نکل آتی ہے سوا باتون میں درد کی ساری ہے تاثیر مناجاتون میں ایک ساتی ہے ہزاروں ہی خراباتون میں تم ہا کرتے ہو دن رات انہیں گھاتون میں آج کی رات بھی کیا ٹالے گا باتون میں</p>

چار ادھر لوٹتے ہیں چار ادھر لے ساقی واعظ اب چھیڑ کے زندوں سے سنا کر تو ہیں وصل میں زلف سپید نے جو کیا ہے اندھیر بوسہ مانگا تو کہا پھیر کے منہ غلام نے دل اڑا لیتے ہیں وہ کھول کے زلف کی لٹین	لے کھینچی یا کوئی شمشیر خرابا توں میں کچھ مزائے لگا ہے انہیں صلو توں میں یہ اندھیرا تو نہ تھا جس کی بھی باتوں میں کہ زبان کتنی ہے انسان کی نہیں باتوں میں دیکھو دن بھر تے ہیں چور و کینہ نہیں راتوں میں
--	---

بت نہ بولیں جو نہیں بولتے میں ہم سوا میر
اپنے اللہ سے باتیں ہیں مس حلا توں میں

یہ تو میں کیونکر ہوں تیرے خریداروں میں ہوں وصل کیا تیرے نادیدہ خریداروں میں ہوں حشر میں اتنا کوٹکا اُس سے میں محروم وصل نا توانی سے ہے طاقت ناز اٹھانے کی کہاں جان پر صدمہ جگہ میں درد دل کا حال زار ما سے ہی غفلت نہیں ہوں تنگ اتنی خبر وہ کرشمے شانِ رحمت نے دکھائے روزِ حشر وہ مجھے روتا ہے میں روتا ہوں اُسکی جان کو صبح سے مطلبِ نکل سے کام کیا جانوں انہیں دل جگر دونوں کی لاشیں پھر میں ہیں سانسے میں کسی غالب میں ہوں خالی اُداسی ہی نہیں چھیڑ دیکھو میری میت پر جو اسے یہ کہا زادہ کافی ہے اتنی بات بخشش کے لیے کس طرح زیادہ کرتے ہیں بتا دو قاعدہ	تو سراپا ناز ہے میں ناز برداروں میں ہوں واہ رمی قسمت کہ اس پر بھی گنہگاروں میں ہوں پاکدامن تو ہے میں کیونکر گنہگاروں میں ہوں کہہ سکوں کیونکر کہ تیرے ناز برداروں میں ہوں گھر کا گھر بیا کس کے پرستاروں میں ہوں کون ہے مطلوب میں کسکو طلبکار و نہیں ہوں بیچ اٹھا ہر گینہ میں بھی گنہگاروں میں ہوں دل مرے ماتم میں میں دگر عزا دار و نہیں ہوں میں تمہارے بیوہ چاکوں میں لا لنگار نہیں ہوں میں کبھی اسکے کبھی اُسکو عزا داروں میں ہوں رنگ ہوں یا تو ہوں مرجھاؤ ہو یا نہیں ہوں تم وفاداروں میں ہو یا میں وفادار و نہیں ہوں اُسکو شوقِ مفرت میں گنہگار و نہیں ہوں لے اسیرانِ قفس میں نو گرفتاروں میں ہوں
--	--

کیون اسی منہ پر یہ کہتے تھے میں دلدارو نہیں ہوں
 مغفرت بولی اور ہر آئین گنہگاروں میں ہوں
 میں بھی اس سرکار کے ادنیٰ گنہگار و نہیں ہوں
 کون پوچھے گا مجھے میں کن گنہگار و نہیں ہوں
 اب وہ آزادی کہاں میں بھی گرفتار و نہیں ہوں
 کہتے ہیں عیسیٰ کہ میں بھی انکو بیداروں میں ہوں
 دڑتے دڑتے مرنے سے گلا میں گنہگار و نہیں ہوں
 میں کسی کے قد موزوں کر گرفتاروں میں ہوں
 درد ظالم بول اٹھا میں اسکی غمخوار و نہیں ہوں
 کچھ پوچھو مبتلا میں کتنے آزاروں میں ہوں
 ایک جنس ہے حقیقت دو خدایاروں میں ہوں

حال زار اپنا دکھا کر دل نے اس کو یوں کہا
 بیگنا ہوں میں چلا زائد جو اسکو دھونڈنے
 خال کہتا ہے دکھا کر یار کا حسن بیچ
 اوپنچے اوپنچے مجھ کو کی ہوگی پریش حشر میں
 وقت آرایش پہنکر طوق بولا وہ حسین
 چارہ سازی کس سے چاہیں اب مریض درد غم
 بیگنا ہی کا تو دعویٰ انکے آگے کیا مجال
 پوچھتا ہوں وجہ آزادی تو کہتا ہے یہ سرو
 آچکا تھا رحم اسکو سن کے میری بیکیسی
 سوز و غم درد و دل زخم مگر ناسور پیشم
 مشرم و غمخواروں کا کہ میں الہی کیا کروں

پھول میں پھولوں میں ہوں کاٹا ہوں کاٹوئیں میر
 یار میں یاروں میں ہوں عیار عیاروں میں ہوں

چوٹ لگ جائیگی کہیں نہ کہیں
 چرخ پر جا پڑے زمین نہ کہیں
 آج بجلی گری کہیں نہ کہیں
 دیکھ پائے وہ نازنین نہ کہیں
 دیکھ سن لے دل حنین نہ کہیں
 ہائے کچھ وقت واپسین نہ کہیں
 پوچھ لے گا کوئی کہیں نہ کہیں
 سہم جائے وہ نازنین نہ کہیں

ضبط کرنا دل حنین نہ کہیں
 جب تڑپتا ہے دل میں ڈرتا ہوں
 مسکرا کر وہ شوق کہتا ہے
 حورین لپٹی ہیں نزع میں مجھ سے
 وصل کی شب ہنیں ہنیں کیسی
 دل میں باتیں بھری تھیں کیا کچھ
 دل سی شے لے کے اب تو نکلے ہیں
 نہ تڑپ استدر دل بیتاب

<p>میرے عیسیٰ کے ولین چھج جائے چین مردوں کو قبر میں بھی نہیں</p>	<p>نگر وقت واپسین نہ کہیں آسمان ہو یہ زمین نہ کہیں</p>
<p>آگ ہو جائے گا وہ شوخ میر کھینچنا آو آتشین نہ کہیں</p>	
<p>اس شان سے ہم آئے تری جلوہ گاہ میں اندھیر کر رہی ہے یہ چشم سیاہ میں کیا جہل جاسکے کوئی اس جلوہ گاہ میں شجر کچھ اس ادا سے کھینچا قتل گاہ میں تو یہ بھی کچھ بھروسے کے قابل ہے لاہور وہ دشمنی سے دیکھتے ہیں دیکھتے تو رہیں گھر سے مرے بلائے شب غم گئی کہان ہم مست تھے بھی پیتے ہیں تو کا پیتے ہوئے قالب میں دل ہے دل میں ہے وہ قدران ل اقتادگی میں بھی مجھے معراج ہے نصیب پھونکا اور عدد کو اُدھرا آسمان کو وہ دیکھتے ہیں خون تمنا جہا کے آنکھ اہل نظر کو دست امکان بہت ہے تنگ جب میں پکارتا ہوں تو کہتا ہے آفتاب ڈرتا ہوں جذب شیخ کا سن سن کے غلغلہ آنکھ اپنی فتنہ ہا سے قیامت پر کیا پڑی دل میں صد صد ہوزبان پر صنم صنم</p>	<p>مشعل دکھائی بری بجلی نے راہ میں شوخی کو قبر کیجیے بیچی بنگا ہ میں عمر چھری لیے ہوئے بیٹھا راہ میں لپٹا لیا گلے سے ترے اشتباہ میں پہنچی ہے ہم سے لٹ کے اقبال گاہ میں میں شاد ہوں کہ ہوں تو کسی کی نگاہ میں بیٹھی ہے چھپ کے پردہ روز سیاہ میں تو یہ پڑی ہوئی ہے ہمارے گناہ میں یوسف گرا ہے بیکے زین کو چاہ میں ٹٹو کر بھی کھائی ہے تو محبت کی راہ میں دونوں کی لی ہے خبر ایک آہ میں سفیدی لگائی جاتی ہے پائے نگاہ میں گردن نہیں گرہ سے یہ تار نگاہ میں کجبت گم ہوں میں ترے روز سیاہ میں کھینچ جاے دھت رز نہ کہیں خانقاہ میں جسکے یہ فتنے ہیں وہ ہے اپنی نگاہ میں حسن عمل کی بھی ہو جھلک کچھ گناہ میں</p>

دیتا بیان جو مانگین تو دینا نہ تو ہمیں اُٹھتا نہیں ہے اب تو قدم بچھ غریب کا قدرت خدا کی ہے کہ طین خاک میں تو ہم	لے صبر اب ہم آئے ہیں تیری پناہ میں منزل سے کہ دو دوڑ کے لے مجھ کو راہ میں اور سر نہ گھر کرے تری چشم سیاہ میں
---	--

شاعر کو مست کرتی ہے تعریفِ شعر امیر
سو بوتلون کا نشہ ہے اس واہ واہ میں

افتداری لاغری کہ تری جلوہ گاہ میں ہے اس غضب کی آگ دل داد خواہ میں دل ہے تباہ قافلہ اشک و آہ میں آفت کی شوخیان میں تہا ساری نگاہ میں بھاگا خیال یار یہ کہہ کر شب فراق محشر خرام تم جو نہیں ہو تو کون ہے تیرے جلال میں بھی مزہ ہے جال کا یہ عکس کسکے چاند سے چہرے کا پر گیا افتادگی میں بال برابر نہیں ہے فرق تیرے کیلی کیلیں کون سے اللہ کی پناہ قالب کو بھی قیام نہیں روح کی طرح مانند شمع تاج ہی سے ہے بقائے شاہ ہم ہیں سیاہ کار تو رحمت ہے پردہ پوش صحبت سے پاک طبع کو آسودگی کہاں غمرے کا بانگین صفِ نرکان میں دیکھے اللہ سے رشک جمع نہیں ہو تو دو حسین	پس پس گیا ہوں دب کے میں گرد گاہ میں اُن کر کے بھاگے آئے جو تا شیر آہ میں گھیرا ہے آندھی پانی نے بیکس راہ میں محشر کے فتنے کھیلتے ہیں جلوہ گاہ میں دشمن مرے شریک ہوں حالِ تباہ میں فتنوں کے پہرے کسے پھانسیں میں راہ میں چشمِ کرم چھپی ہے غضب کی ہنگامہ میں پانی کو ناز ہے کہ میں یوسف ہوں چاہ میں ہے ایک رنگ سایہ درویش و شاہ میں کیا دل میں پیر جانی میں خجھہ کرنگاہ میں منزل چلی ہے ساتھ مسافر کے راہ میں ہے اس کلاہ پوش کی جان اس کلاہ میں نئے پیتے ہیں تو سایہ ابر سیاہ میں آئے تری نہ دیدہ ترے سے نگاہ میں کس نوک کا جوان ہے یہ اس سپاہ میں روز ازل سے پھوٹ ہے خورشید واہ میں
---	---

پازیب موتیوں کی سہے پاسے نگاہ میں
لیتا نہیں کوئی مجھے اپنی پناہ میں
ماہم کی نصف بچھی مرے روزِ سیاہ میں
مارا پڑا غریب ہمارے گناہ میں
یوسف مرا امیر نہ سکا گر کے چاہ میں

آنسو ہمارے دیکھ کے خوش ہو رہے ہیں
لے تیغ ناز ہاتھ جو تو لے اٹھا لیب
چشمِ سید کے عشق میں یادِ مرثہ جو کی
قاصد کو اُس نے قتل کیا نامر و یکسر
آئینہ جب سے دیکھ لیا لوط ہی رہا

سودا و تیرادون تھے کامل گرامیہ

ہے فرق واہ واہ میں اور آہ آہ میں

نقطہ اک دل ہے تو وہ بھی تہا زو جانِ نثار نہیں
شرارِ مردہ ہے بجلی بھی تیرے ہیستہ زار و نہیں
منشا اودھی اودھی بدلیاں ہیں ہنرہ زار و نہیں
بہت جب نیند آئی سو رہے جا کر مزار و نہیں
وہ دشمن جان کو ہر تھوڑا تو جانِ نثار و نہیں
ہمیں ثابت قدم ٹھہرے تہا رومی بقرار و نہیں
الحاجو بن کے سمیٹے جہ قدر تھے پھول مار و نہیں
کہیں چھپ چھپ کاہل بجا میں بادہ خوار و نہیں
پری ہے میکشون میں حور ہے پرہیزگار و نہیں
علیم اللہ آگے بڑھ گئے امیر و اور و نہیں
بٹاہہ کو ان ناعی چلو چلو سنگد زار و نہیں
بظاہر رب بنے بیٹھے ہیں ہم ہر چہ یاد و نہیں
مرے کشتے کی تربت کو لکھی حیران مزار و نہیں
کو لوٹے جاتے ہیں مار بھڑی کو پھول مار و نہیں

وہ بیکس ہوں نہیں ہے کوئی میر جو نگار و نہیں
تو سے کی بوند بدلی ہی نہیں ان استکبار و نہیں
کہو زاہد پئے سے رنگ تو رسات کا دیکھے
حقیقت شتون کی مرگ کی ہم سے کوئی پوچھے
نگاہ پار کیا بدلی جان بدلا ہوا بدلی
اڑا پارا جلا اسپند و بکر گہنی جھلسلی
شبِ وصلت تہا رومی شرم سے کس کس کو شرم آئی
فرشتوں سے کہو اتنی قیامت میں خبر رکھیں
جدا ہے دھت رز کا نام ہر صحبت میں احو ساقی
بہت تھے جلوہ گاہ یار میں دیدار کے طالب
ہوئے ہم قتل جب جلسہ نظر آیا حسینوں کا
خدا جانے کہاں دل جان کس جلو میں ہی اپنی
سو گور غریباں آئیں وہ یہ پوچھتے یارب
ترا ابھر ہوا جو بن یہ اُن کو گد گداتا ہے

<p>جو آئے ہو تو بیٹھو بے تکلف ہو کر یاروں میں کہ روزِ حشر میری آنکھ نہ میچے ہو نہ یاروں میں</p>	<p>قبائے بند کھولو پردہ اٹکو کچھ بندو بو لو اوپر بھی لک نکادہ ناز اپنے حسن کا صدقہ</p>
<p>امیران سے نہ بچتی دختِ رزائیکھوں میں پی جا کے جوانی کا گر شاید نہیں پرہیز نگاروں میں</p>	
<p>دلکھن بنکر نہ بیٹھے دخترِ رزبادہ خواروں میں کہو تو چہ چندے جا رہے پرہیزگاروں میں موسے مر کر بھی اٹھیں چاندنی آئے مزاروں میں نہ تم پرہیزگاروں میں نہ ہم پرہیزگاروں میں سیاہی جقدر تھی گہر تر ساکے مزاروں میں بترک جیسے ہو دستارِ قاضی بادہ خواروں میں ہو اسے بادہ خوار می لے آئی پرہیزگاروں میں یہ اُسکے سو گواروں میں وہ اسکو سو گواروں میں موسے پھولوں کی چرچہ ہو ہرچیز گلخواروں میں یہی سن لوں کہ میرا نام ہے امیدواروں میں قدح گئے تہین بیلا بٹ رہا ہولالہ زاروں میں الہی خیر ہو بحث آپڑی دو بیقراروں میں ہمارا خون ناحق رنگ لایا گلخواروں میں وہ خواہے در دولت پہ میں امیدواروں میں کہ جو رہیں دنگو پران شب کو آتی ہیں مزاروں میں کسی کی روح مثل بونہو پھولوں کو بادوں میں انہیں کو داغ پھیل ہو ہی لالہ زاروں میں</p>	<p>چلے ساقی رہنے بولے اگر آئی ہو یاروں میں بہار آئی گندہ باقی خم کے خم ہم بادہ خواروں میں رہے ہم زنجیوں کی قبرین یا رب کوئی روزن بہار آئی گھٹا چھائی کھلے بوتل چلے ساغر شبِ فرقت سمٹ کر میرے گھر میں آ رہی شاید اڑا اسے پرزے سے دیکھ خوش چشموں کیوں ملکر ہماری کشتی سے جا لگی جنت میں کوثر پر جگر روتا ہے دل کو دل جگر کو طرہ ماتم ہے یہ کس گھر کے غم میں مر رہا ہوں میں کہ پہلے سر نہ کھلے آرزو سے وصل کچھ تو دل کو تسکین ہو بہار آتے ہی کھولا بچھون نے کیا در بہشت اوپر دل لوٹتا ہے اُس طرف بجلی مڑتی ہے اسی کا نام کلا کو نہ اسی کا نام ہے غلغلا نظر ہے آنے پرانے ہیں عکس سے ہوسہ عجبِ حیاتِ حرمِ قدیم میں تیرے ناز کو گشتے درِ زینت یہ ہے دسواں انکو بدگمانی سے کھلا سے گل پر ساقی زاروں کی رو سیاہی سے</p>

	<p>شکوہ کوئی پھولے گا یہ صحبت رنگ لایگی امیر اچھا نہیں ہے بھینا ان گلزاروں میں</p>	
<p>وہ پھول ہوں جو کسی کے گلے کا ہار نہیں کسی لحد چسپاں ہوں لالہ زار نہیں شہر ہے مجھے یا قوت آباد ہر نہیں زمین شور سزاوار لالہ زار نہیں خدا کا شکر ہے گویا لب مرزا نہیں یہاں سوال مانگ نہیں فشار نہیں</p>		<p>اچھ پڑوں کسی دامن سے میں وہ ہار نہیں کسی شہید کا ہے رنگ خون ہار نہیں نصیب دولت دنیا جو ہو تو اور بدلون نہ دو رقیب کو تم داغ اپنی الفت کا جہاں ہی خاک بھی کرتی شکایت اس کی زمین شہر میں ہم دفن ہوں تو بہتر ہے</p>
	<p>اسیروصل میں اس شوق سے تلون ہے سزاوار کہی ہاں سزاوار ہر نہیں</p>	
<p>حب کہتا ہے ترپنے کی اجازت ہی نہیں اتنی اس نغمہ دہر میں فرصت ہی نہیں پیشہ تھی جو عنایت وہ عنایت ہی نہیں میکشہ انگہ میں ساقی کی مروت ہی نہیں کون روکے گا انھیں گھر میں مچھلتی ہی نہیں اُن سے الفت ہی تمہیں جن میں محبت ہی نہیں</p>		<p>دل جو کہتا ہے مجھے ضبط کی طاقت ہی نہیں غم سے چھوٹوں تو میں کچھ عیش کا سامان کروں اب کس امید پر ہسم یار کا دربار کریں طالب جام عیش کرتے ہوئے پھوڑ کے تم دھوپ کا اوس کو ناحق ہے تکلف آئین باغچہ میں شانہ ہے آئینہ سے زانو پر مدام</p>
	<p>دین کی فکر کروں ہاں میں کس وقت امیر کبھی دنیا کے کھیلوں سے فراغت ہی نہیں</p>	
<p>اس طرح گھر میں ہوں گھر میں نہیں غیر عکس آئنے کے گھر میں نہیں کوئی ساتھی مرا سسر میں نہیں</p>		<p>مثل تار نظر نظر میں نہیں جلوہ خالق کا کس بشر میں نہیں ہوش تک راہ بیخودی میں میں گم</p>

خطمرا دستِ نامہ بر میں نہیں
 اب تو نگس بھی کچھ نظر میں نہیں
 کہ یہی تو خدا کے گھر میں نہیں
 راہِ زن کوئی رگِ زن نہیں
 کون کہتا ہے کچھ بشر میں نہیں
 کہ جگہ درو کی جگہ میں نہیں
 کیا پری میں ہے جو بشر میں نہیں
 کیا کروں میں جگہ جگہ میں نہیں
 کہ گرہ رشتہ گھر میں نہیں
 خوف سے جان نامہ بر میں نہیں
 کوئی تو شہرِ مری کمر میں نہیں
 ایک قطرہ لہو جگر میں نہیں
 خون اتنا بھی اب جگر میں نہیں
 کونسی شے خدا کے گھر میں نہیں
 تیغ اس ترک کی کمر میں نہیں

ورق گل کو لے اُڑی ہے نسیم
 دیکھ لی آج آنکھ اس گل کی
 عجزِ ندون کا کیوں پسند ہو
 کیسے سراسیمہ یہ بارِ سفر
 دیکھئے تو اسی میں ہے سب کچھ
 اس قدر بھر گیا ہے داغون سے
 دیکھ کر اُن کو سب یہ کہتے ہیں
 سارے عالم کے داغ بھر لیتا
 قربِ منعم میں پیچ و تاب کہاں
 کون لیجا سے نامہ قاتل تک
 دھڑ دھڑ عیش ہون جزو درو
 ہو سکے خاکِ پیہمانی غم
 کیجئے تر زبانِ نشتر کو
 مانگنا ہو جو مانگ لے اُس سے
 رشتہ کہکشان میں جھلی ہے

عیش کا نام ہی سنا ہے امیر
 ڈھونڈ مارا جہان بھر میں نہیں

کہ عاشق آنکھ سے پہلے نگاہ دیکھتے ہیں
 کہ لوٹ جاتے ہیں جو وہ نگاہ دیکھتے ہیں
 یہ کسی نگہ کی آنکھوں کی راہ دیکھتے ہیں
 شہیدِ ناز قیامت کی راہ دیکھتے ہیں

غضب کی آنکھ سے یہ جگلاہ دیکھتے ہیں
 بت اس نظر سے خدا کی پسند دیکھتے ہیں
 کھڑے ہیں ہاتھ میں ساعز لئے جن میں جگہ
 چلو بھی گورِ غریبان میں ہو چکے غم سے

<p>وہ دیر سے مری قتل میں راہ دیکھتے ہیں کبھی جو راہ میں مردم گیا وہ دیکھتے ہیں ہم ایک عمر سے اپنی ہی راہ دیکھتے ہیں کہ جیسے سوئے گدا بادشاہ دیکھتے ہیں</p>	<p>اب آپ میں مجھے آنے سے ہیرو دی ملے سفر میں اہل وطن یاد آتے ہیں ہمسکو وہ انتظار کسی کا کرے جو آپ میں ہو وہ اس نگاہ سے کرتے ہیں یہی صحت نظر</p>
<p>وہ مست جانب میخانہ جب نہیں آتا اسیہ رکشتی ملے کو تب وہ دیکھتے ہیں</p>	
<p>پاسے بجلی کی چمک بھی شب ہر نہیں نہیں پھر جو کیا جوتری زلف پریشان میں نہیں کہدے عبرت ہی کوئی گوہر نیامین نہیں آب خنجر کا مڑہ چشمہ حیوان میں نہیں سکرا لینے کی فرصت بھی گلستا میں نہیں شوخی جنبش نرگان توڑک جان میں نہیں کانٹے اُن پھولوں سے اچھی جو گریبا میں نہیں رنگ پھولوں میں نہیں پھول گلستا میں نہیں</p>	<p>روشنی نام کو بھی حنائی ویران میں نہیں میرے پہلو میں نہ دلی ہے نہ تری مٹھی میں بیکسی دیر سے چلائی ہے دی کوں جواب ہے حیات ابدی دونوں میں لیکن اور خضر غصے کہتے ہیں کہ کیا جلد گزرتی ہے بہار بڑھکے بجلی سے تڑپ میں سہی پر کیا حاصل اپنے موقع پر ہر اک چیز بجلی لگتی ہے پڑ گیا تفسر قرائت ہی خزان کے ایسا</p>
<p>قاضی و معتب و شیخ سب آئے ہیں امیر ایک تو یہ ہے کہ وہ محبت زندان میں نہیں</p>	
<p>ایک اونچا ٹیکرا ہے سیکدے کی راہ میں سارے عالم کو مسخر کر لیا اک آہ میں حد فاصل ہے تو یہ ہے بسندہ و اللہ میں سکینہ و بسند بٹے باہم گدا و شاہ میں پاکال اپنے ہوئے ہم رفتہ رفتہ راہ میں</p>	<p>دھوم ہے چرخ برین کی کس قدر افواہ میں جوش و خروش نے دکھایا اسم اعظم کا اثر بے نیازی اُس طرت ہو اس طرت بالکل نیاز حکم رب سے جب ملا اسباب راحت خلق کو شیخ کی مانند ملے کی راہ ہستی اس طرح</p>

تیرے زخمی کے جو کام آیا یہ پایا مرتب
 کھتے ہیں وہ کیا جلدیں ہم خارِ مژگان چھ نہ جان

جب چلے ہم منزلِ الفص میں ششِ اشک امیر
 ہر قدم پر لغزش پانے گرایا راہ میں

کلیدانِ یہ سرخِ سرخ نہیں لالہ زار میں
 ٹوٹیں گے اب کے سال مرے ہم بہار میں
 جو آبلہ ہے اپنے دلِ داغدار میں
 اس واسطے کہ ایک ہی ہو میری اسکی شکل
 آئینہ دیکھ دیکھ کے اُس نے بنائی زلف
 آنے دے آپ میں مجھے اکدم تو بیخودی
 گردِ نگاہِ یار سے دل ہے مراتبِ ہا
 آئے گا کون او صبر کہ تصدیق کیواسطے
 بدلی ہے رت چمن کا ہے جو بن اُبھار پر
 جو سرخ طبع میں وہ چھپکتے نہیں کہیں
 کس پر دوسے میں کہ درتِ دل کا اشارہ ہو
 جالی کسے پر دوسے میں نوحِ گلگون نہیں ترا
 کس گل کا سوسے کو بغیر بیان گزر ہوا
 کیا بے ثباتِ باغِ فشاں ہو گئے ہوا
 دنیا ہی میں جو بات نہیں پوچھتا کوئی

سہندی لگی ہے دستِ عدوسِ بہار میں
 شک و شک بھرن گے دلِ داغدار میں
 گنبد کسی شہید کا ہے لالہ زار میں
 منہ دیکھتا ہوں آنسو سے یار میں
 پہنچی ملکِ حلب سے براہِ رستار میں
 بیٹھے ہیں کب سے لوگ مرے انتظار میں
 رخصت کو کٹھن جیتی نہیں منزلِ غبار میں
 موتی ہیں اشکِ دامنِ شمعِ مزار میں
 کیا کیا بھرے ہیں گالِ گلگون کے بہار میں
 بجلی کٹار کھینچ کے آئی مزار میں
 لکھا ہے خط بھی اُس نے تو خطِ غبار میں
 ہیں جالیانِ نقابِ عدوسِ بہار میں
 چھوٹے نہیں سہاتے ہیں مرفے مزار میں
 جب تک کروں میں چاکِ گریبان بہار میں
 روزِ حساب آئیں گے ہم کس شمار میں

جی لوٹ ہے تڑپنے پر اب تک مگر امیر
 اب جان ہی نہیں ہے دلِ بقیہ دراز میں

<p>اچھا کہا ہے جسکو اُسے کیا بُرا کہوں اُس شوخ کی ادا کہ میں اپنی قصص کہوں کہنے کی ہونے بات تو میں اُسکو کیا کہوں تھوڑی سی شب دراز فسانہ ہے کیا کہوں دل سے جو تو مئے تو کچھ اسے دلربا کہوں جز آشنا کیسے کہے نا آشنا کہوں آج اُن سے کچھ بھی کہہ نہ سکا یا ہے کیا کہوں بیجا بھی وہ کہیں تو میں اُسکو بچا کہوں اپنا کہوں لحاظ کہ اُس کی حیا کہوں بجلی جھپک کے آسے تو اُسکو گھٹا کہوں</p>	<p>شرم آتی ہے کہ یار کو میں بیوف کہوں حسرت بار کی تیغ کے کھینچنے کو کیا کہوں کیونکر بیان کروں جو مزہ خامشی میں ہے ممکن نہیں ہے عمر دروزہ میں وصفِ لاف میں قصہ گو نہیں کہ کہے جاؤں داستان مجھ سے تو ایک نے بھی بنا ہی نہ دوستی یہ کہہ کے وہ چلے گئے ہم کل پھر آئیں گے وہ خوش رہیں مجھے حق و باطل سے کام کیا دو ہون طرف تھا ایک سا عالم وصال کا ایسا ہوں عشقِ عارض و گلیہوں میں جو ہوں</p>
---	--

وہ خوب جانتا ہے جو ہے میری آرزو
منہ سے مہیہ کر کچھ نہ میں وقت دعا کہوں

<p>بہار جھول رہی ہے خوشی سے جھولوں میں انھیں کی خاک شریک آج ہو گولوں میں کوئی شگوفہ نہ چھوڑے ہمارے پھولوں میں گمان ہوا کہ حسین جھولتے ہیں جھولوں میں</p>	<p>لچک ہے شاخوں میں جنبش ہو آہ پھولوں میں وہ گلزار کہ تلتے تھے روز پھولوں میں رقیب ساتھ ہے اُن کے یہ خوف ہے ہمسک نظر جو آسے ترے بال بال میں موتی</p>
--	--

محمد عربی سا گمان ہے کوئی امیر
خدا کے فضل سے سترج میں رسولوں میں

<p>کراست یہ نہیں دیکھی کسی اللہ والے میں لکھناک ہر روز سے بڑا بڑا ہر سرو دیکھ چالے میں جو لائے خوب بھی بھر کر مے کو تر پالے میں</p>	<p>کیا عارت مجھے پیرِ مغان نے اک پیالے میں نئی شاہد نکلوئی ہے اُسے گونج بالے میں لگاؤں منہ نہ بچا یار میں داعظ کے سر ماروں</p>
---	--

نہ ایسا زخم ہے گل میں نہ ایسا دلغ لاسے میں
 آنکھوں میں آنکھ میں چھپتی ہے کاٹا جیو چھپا لے میں
 چھپکا لیتے ہیں آنکھ میں چاند ہوتا ہے جو مالے میں
 پلاؤں کے کوکڑ کو بوند بھر پانی ہو چھپا لے میں
 ہمیں بھی ایک جھوٹے کسی ٹوٹے پیالے میں
 خداوند کوئی تاشیب تو پیدا ہونا لے میں
 کہ دم اٹکا ہے نرس میں تو جان لگی ہو لے میں

فر سے جتنے تھے باغ وہر میں سب چن لے گئے
 خطا اُس عارض کا جسے چھپ گیا یہ میری نظروں سے
 یہی ہے شرم تو وہ اچکے آغوش میں میرے
 ہزاروں خار پہاڑ سے وادی الفت میں ہیں باز
 ادھر بھی اک نگاہ لطف خم کی غیر اسے ساقی
 تر پتے عمر گزری یا آئے یا اُجل آئے
 چمن سے خانہ صیاد تک زندہ نہ پہنچوں گا

امیر اُس ناز میں پر ہے گراں بیل چندیلی تک
 پہننا ہے پرو کر بھول جو ہی کے دہ بالو میں

سایہ بستر بہنیں سائے کا بھی بستر میں ہوں
 جامہ ز میون ہی کا زیور ہوں اگر زمین ہوں
 بخت منعم ہوں کہ مفلک کا مقتدر میں ہوں
 ظن سلطان ہوں اگر خاک برابر میں ہوں
 مقتل دہر میں گویا حق بے سر میں ہوں
 ناتوانی سے گھر تو ہے یہ میر میں ہوں
 شکر کرتا ہوں کہ ہر ایک سے کمتر میں ہوں
 پردہ اٹھ جائے اگر جا بے کرا ہر میں ہوں
 بیت کوئین میں مصراع مکر میں ہوں
 کہ شکافِ ظلم قدرتِ داؤد میں ہوں
 پھر سزاوار سزا داسے مقتدر میں ہوں
 کبھی صہب کبھی بیٹا کبھی مسافر میں ہوں

پستی بخت سے یہ خاک برابر میں ہوں
 زمیٹ گوشت حینان ہوں وہ گوشت میں ہوں
 کوئی کہتا ہے بُرا کوئی بھلا کہتا ہے
 گر کے رستے سے بھی نظروں کو کیسی نہ گردن
 سب ہین حیرت میں بہنیں کوئی شتا سا میرا
 لوگ ہر شہر سے آئے ہیں زیارت کے لیے
 رنج ہوتا جو کوئی میرے برابر ہوتا
 سایہ پروردہ تو حید ہے عزت میری
 بہنیں وحدت کے سوا رنگ دوی جھکو پست
 بے صدا دل جو مرا ہوم سے سیبے میں دھوم
 بوسے لینے کا نہ مجرم نہ گنہگار وصال
 بیخودی میں بھی مری نگاہ ہے نیرنگی کا

<p>اور گلزارِ جہان میں کوئی دم بھر میں ہوں اس عنایت کا سزاوارست مگر میں ہوں کان تک اُس کے نہ پہنچو گھا وہ گوہر میں ہوں</p>	<p>میں کہان، ربطِ گلِ دلالہ کہانِ مثلِ شیم دیکھ پڑ جاے نہ مقتل میں کسی غیرِ پناہ اکرواشک کی مانند جو پانی بھی تو کب</p>
<p>جلوہ حسن یہ اُس شوخ کا کہتا ہے میر ہرم میں شمع ہوں گلشن میں گلِ زمیں ہوں</p>	
<p>اپنے سب کام بگڑ کر وہ بنا لیتے ہیں اپنی چالیں اُسے پہلے وہ سکھا لیتے ہیں کروٹین کشتہ شمشیر ادا لیتے ہیں دخترِ رز کو بھی پہلو میں جٹھا لیتے ہیں دوڑ کر ہم اُسے چھاتی سے لگا لیتے ہیں دُن کی کس و قمرِ صبح و مسا لیتے ہیں فدۂ حشر کو نالوں سے جگا لیتے ہیں ہم غیبِ ہجر کو کچھ اور بڑھا لیتے ہیں جو کراہی پڑتی ہے مردوں پہ اٹھا لیتے ہیں دہنِ زخم سے بوسوں کا مزا لیتے ہیں صبح کو اٹھ کے جو ہم نام خدا لیتے ہیں ہم تو دوباؤن میں پریو گلو لگا لیتے ہیں تیغِ قاتل کو گلے سے جو لگا لیتے ہیں ہم بھی دم بھر میں خدا جا رہے تو بلا لیتے ہیں دیر میں شمع کو کعبے سے بنا لیتے ہیں جی میں سرچیں تو وہ کیا دیر میں کیا لیتے ہیں</p>	<p>دلِ خدا مالِ خدا جانِ خدا لیتے ہیں میان سے لیتے ہیں جب قتل کو میرے تلوار دسمم ہے یہ زمانے کے بدلنے کا سبب مجلسِ وعظ میں جب بیٹھتے ہیں ہم میکش درد آگین جو کوئی دل نظر آتا ہے کہیں رُوح سے پردہ اگر اُٹھو تو حقیقت کھلیا ہے جی اکیلے شبِ فرقت میں جو گھبرا تا ہے دھیان میں لاکے ترا سلسلہ زلفِ دراز خانہ گور کی چھت بیٹھے کہ دیوار گرے تیغِ قاتل رہے آباد کہ گشتے اُس کے ہو ہی رہتا ہے کسی بت کا نظارہ تا شام تم تو انسان ہو آؤ گے نہ کیوں قابو میں عیدِ قربان کی حقیقت میں انہیں کو ہوشی جا چکا قافلہ ناکِ عدم دور تو کب حُسنِ اندر سے نچشتا ہے بتوں کو الپ ایک بوسے کے عوض مانگتے ہیں دل کیا خوب</p>

<p>ہاں کبھی چوم کے آنکھوں سے لگاتے ہیں چپکے بیٹھے ہیں الگ آپکا کیا لیتے ہیں گالیاں دیکے غریبوں کو دعا لیتے ہیں</p>	<p>چھوتے ہیں مصحف و سار کو کب بے وقوف اپنی محفل سے اٹھاتے ہیں جب تک حضور بت بھی کیا چیز ہیں اللہ سلامت رکھے</p>
<p>شاخ مر جان میں جواہر نظر آتے ہیں امیر کبھی انگلی جو وہ دانتوں میں دبالتے ہیں</p>	
<p>جو اسکی صبح نہیں ہے تو اسکی شام نہیں جہاں کر کے جو عورت ملے حرام نہیں کسی کا ذکر نہیں ہے کسی کا نام نہیں ادھر ہیں سجدے پر سجدے اُدھر سلام نہیں ملے جو نعمت تو قاصی کو بھی حرام نہیں کسی امیر کا مجرا نہیں سلام نہیں دیا ہے جسے کہ حاتم کو اس کا نام نہیں تو ہنسکے بولے کہ منظور قتل عام نہیں جو میرے یار کا بھاگا ہوا غلام نہیں مرے گناہ سزاوار انتقام نہیں</p>	<p>فراق یار میں شب ہو کہ دن تمام نہیں ملی ہے دختر رز و دھجگر کے قاصی سے دہ گالی دیتے ہیں شکوہ کرو تو کہتے ہیں یہاں کمال تواضع و ہاں کمال غرور گرہ سے کچھ نہیں جانتا ہے پی بھی لڑا ہوا فقیر گوشہ نشین ہیں خدا کے درباری زمانے بھر میں پڑی ہے پکار حاتم کی کہا جو میں نے کہ رخ سے کبھی نقاب الٹو یہ داغ کیوں ہے رخ ماہتاب پر ای چرخ کریم جان کے بچاؤ خطا میں کین یارب</p>
<p>جو سیکشتی سے ہو فرصت تو دو گھڑی کو چلاو امیر مسجد جامع میں آج امام نہیں</p>	
<p>واہ کیا حسن منو نگر نے نکالی ناگن گنڈلی مارے ہوئے بیٹھی ہو سیکالی ناگن دیکھ نازک ہے بہت ناز و نکی پالی ناگن کیا بلا سو گتھ گئی پھولوں کی ڈالی ناگن</p>	<p>ڈسکسی دل کو مرے زلف کی کالی ناگن اُسکے جوڑے سے ذرا بچکے ٹکنا اودل دست گستاخ بڑھے زلف کی جانب تو کہا یا دگیو میں مرے داغ بدن نیلے ہیں</p>

<p>ناگنوں میں ہے یہ دنیا بھی نرالی ناگن جب نظر آگئی بے خوف اٹھالی ناگن</p>	<p>اپنے دیوانوں سے پر یون کی طرح اڑتی ہے اگیا پیار تری زلف کے دھوکے میں مجھے</p>
<p>عشق کیسو کے اڑتے دم تحریر امیر جو لکھوں سطر وہ کاغذ پہ ہو کالی ناگن</p>	
<p>جلوہ اُسی کے لڑکے کا ہے ہر چراغ میں روغن کی جاسے خون کہو تو چراغ میں گویا ہے ترشش و خم خجہ چراغ میں جلوہ تمہارے چہرے کا ہے ہر چراغ میں پر وانیے پھرتے ہیں لکڑی چراغ میں پر وانیہ سان بجلے نہ سمندر چراغ میں روغن بنو تو نور ہو کیون کر چراغ میں ہر پھول میں وہ بو ہے ضیہ ہر چراغ میں کیا ہے بھری ہے صورت ساغر چراغ میں پر وانیے جل رہے ہیں برابر چراغ میں روغن کے بدلے عطر جلے ہر چراغ میں ہر صفتیادہ شہ کو ہر چراغ میں</p>	<p>پر وانیوں نہ خاک ہوں جل کر چراغ میں فاصلہ کا سر سے محفل جان میں میر فرشت بے یار قتل کرتی ہے ہر کوئی بزم لالہ میں تم ہو گل میں جو تم ہر رومہ میں تم عاشق ہیں کشتہ گیر نہیں کوچہ گرد ہر دم کمال جو عشق میں ہے اُسے سوز ہے ہر سزا نائل خباب ہو تو کہاں حسن میں ملک ہے جلوہ گارہ یار چہن ہو کہ بزم ہو پر وانیے ایسے نشہ الفت ہیں جو مست دل عاشقوں کے کیون نہوں تو ان رو یار لے دل وہ میر زانمش آتا ہے بزم میں ہنسنے میں اُسکے دانتوں کا پر تو اگر پڑے</p>
<p>آلی ہوا یہ کس لب لعل میں کی لے امیر ہیں لعل شب چراغ کے جو ہر چراغ میں</p>	
<p>بان دل دیکھے کسی کا یہ بظہر نہیں چھوٹا ہوا درخت ہے لیکن شہر نہیں میری خیر کبان اُنہیں اپنی خبر نہیں</p>	<p>کہتا ہے کون آہ میں اپنی اثر نہیں آہ شرفشان میں ہماری اثر نہیں ایسے ہیں مست بادہ حسن و جمال سے</p>

<p>ہم ہتھ مار لوٹتے ہیں کب سے خاک پر محل میں شمع باغ میں شمع خاک پر ابر بوسہ جو ناک در کو دیا بول اٹھا وہ شوخ گھر جانے کا ابھی سے ارادہ نہ کیجیے شیخ حرم حرم میں برہن سے دیر میں افسر دگی وہی ہے ہمارے ہی پس</p>	<p>آسودگان خاک تھیں کچھ خبر نہیں کسی سے آنکھ جو مرے ماتم میں تر نہیں بندے کا ہے مکان خدا کا یہ گھر نہیں یہ میرے درد دل کی چپکلی سحر نہیں ہم کس جگہ ہیں کچھ ہمیں اپنی خبر نہیں سنگ مزار میں بھی ہمارے سحر نہیں</p>
<p>دینا سے طرفہ سیکہ بیخودی امیر سب سے بہن کسی کو کسی کی خبر نہیں</p>	
<p>دیکھی مہزون کی شبیہ آج جو تصویروں میں باغبان بلبل و طوطی کی زباندانی کیا ذبح ہوں کیوں نہ نمازی جو پڑھیں آپ نماز لے صورت سے دامن کے اڑتے پر سے</p>	<p>ہڈیاں سوکھی سی دو چار تھیں نہ بخیر و نہ بین ہم تو دونوں کو اڑا دیتے ہیں تقریر و نہیں کہ چھری بن کے زبان چلتی تو تکبیر و نہ بین کھجائے ہاتھ جو دیوانوں کے تصویر و نہ بین</p>
<p>تج پر بازہ جو رکھوائی ہے قافل نے امیر عید قربان کی خوشی پھیلی ہے نخچیر و نہ بین</p>	
<p>پرگنی کیا لوٹ یارب گلشنِ احباب میں شوخیوں نے تیری چھپکے پر وہ بیداد میں بال پر اپنے کہاں اس گلشنِ ایجاد میں ہو گئی کچھ اور آکر حنائی صیاد میں دیکھ کر تصویر شیریں نے یہ حسرت سے کہا دیر میں ٹافل نہیں اُس سے صدم بھی ایک دم پر سے ٹوٹے ہوئے اڑ جائیں کب سوئی چمن</p>	<p>دست کھینچیں میں ہر گن بلبل کف صیاد میں جلیان بھروی میں میرے نالہ و فریاد میں رہ گئے کچھ دام میں کچھ حنائی صیاد میں یہ مزہ آگے نہ تھا بلبل تری مسرہاد میں ہمے کیا وارفتگی سے صورت فریاد میں نماز و بت بنگلے ہیں سب خدا کی یاد میں ایسی آندھی آئے یارب حنائی صیاد میں</p>

<p>سُن کے حال دل ہمارا کیا کیا دل دُکھے چو کھٹا بنوانے کی مطلق نہیں ہے احتیاج بلبلو خوشیاں کرو آئی ہے گھر بیٹھے مراد جرم کیا نکلا انا الحق گر لبِ مصدور سے دائے قسمت کنگھی تیبِ قفس میں اپنی عمر قتل سے پہلے ہی تھا معدوم اپنا جہم زار بیقراری اس قدر تڑپا نہ محب کو زبردست لپٹے لپٹے ہیں نصیب اے ہمدرد چہر بلبلین بھی آئین کی جلنے کو پردانوں کو ساتھ ایک دن برباد ہوگا شہِ باد و مرگ سے</p>	<p>جلگیا ہے شورشِ دل سے اثر فریاد میں آپ کی تصویر کا گھر ہے دل بہزاد میں پھول والوں کا ہے سیلا کو چڑھ صیاد میں تھی اُسے از خود فراموشی خدا کی یاد میں نکلے بھی گر بھی گئے چرخِ صیاد میں خون کیا لکھتے فرشتے نامہ جلا د میں دیکھو ظالم دل نہ اچھلے سینہ جلا د میں پھنس گئے تم دام میں ہم کیو صیاد میں رد عن گل ہے چراغِ حناء صیاد میں جلتی ہیں اس غم سے شمعین خانہ آباد میں</p>
<p>فی الحقیقۃ دل سے دیکو راہ ہوتی ہر امیر بسم ہیں آنکی یاد میں وہ ہیں ہماری یاد میں</p>	
<p>جو لڑے گل چہن میں ڈھونڈتے ہیں جو گم کرتے ہیں راویستیِ حسم میں زار ایسا بڑے نادان ہیں قصدا وہ پیاسے ہیں کہ ہم گھبرا کے پانی پتا پاتے ہیں یوسف کا وہی لوگ دہ لاغر ہوں مرے لاشے کو قاتل ہمیں اے باغیان غنچوں سے کیا کام</p>	<p>مسافر کو وطن میں ڈھونڈتے ہیں کمر میں یاد میں ڈھونڈتے ہیں لہو میرے بدن میں ڈھونڈتے ہیں ترے چاہ و عشق میں ڈھونڈتے ہیں جو اپنے پیر میں ڈھونڈتے ہیں فرشتے آکے رن میں ڈھونڈتے ہیں ہم اپنا دل چہن میں ڈھونڈتے ہیں</p>
<p>ایسے ریلِ حسد کب ہیں ہنرمیں عیوب اکثر سخن میں ڈھونڈتے ہیں</p>	

<p>چندین یارب سایہ ابر کھن میں کیوں نہیں یا خدا اخلاص اس دلدل و لہن میں کیوں نہیں آج وہ کل کی سی رونق انجمن میں کیوں نہیں آشیائے ان غریبوں کے چین میں کیوں نہیں بدھیاں زخموں کی کشتوں کو بخین کیوں نہیں ٹسے یہ بھی چاک میرے پیر میں کیوں نہیں کیوں پڑے ہو آج وہ کس بن میں کیوں نہیں انجمن آرا کا جلوہ انجمن میں کیوں نہیں وہ بہار افشان کی زلف پر شکون میں کیوں نہیں سیکڑوں دامن ہماری پیر میں کیوں نہیں پیر میں میں تھی جو سچ و سچ وہ کھن میں کیوں نہیں پھر جو غلوٹ میں مر رہے انجمن میں کیوں نہیں میری غربت کی خبر اب کون میں کیوں نہیں میرا حصہ اس پھل چھوڑ چیں میں کیوں نہیں</p>	<p>فرق بعد مرگ کچھ دلی جلن میں کیوں نہیں روح کو آرام آغوش بدن میں کیوں نہیں مر گیا جب میں تو کس پردی میں اس بت کو کہا اگر گئیں زوحین شہادت کا و الہی کہان تو اگر دلوں بٹاتی ہے انہیں اسے تیغ ناز ہوں وہ مجھ کو دیکھ کر جوڑا کو اتارے خیال پوچھتی ہے قیصر و خاقان سے عورت گور میں صورتیں طاہر میں صورت آفرین پوشیدہ ہے سوگ ہے کسے دل پر داغ کا او گلبدن ہاتھ میں تیرے تو دیو کو ہزاروں اسے کریم جامہ زیوہ نمایش بعد مردن کیسا ہوئی وحدت و کثرت تو دونوں ہیں اسی کی جلوہ گاہ سیکڑوں جاگے ہیں سستی و عدم کو رات دن لوٹی ہے ساری دنیا بزم جانان کے مرے</p>
--	--

اس زمین میں بھی بہت سے شعر مکن ہیں اسیر
ہو اگر فرصت تو گنجائش سخن میں کیوں نہیں

<p>گرسخت خاک نشینوں کی یادگار ہوں میں غریب چاہنے والوں میں تیری یاد ہوں میں ترسے کرم میں کبھی کچھ نہیں کریم ہے تو پڑا ہے دست اجل ٹھپے لاکھ باہر مگر کچھ آج میں نے نبی پی ہے حضرت واعظ</p>	<p>مٹا ہوا سا نشان سہ مزار ہوں میں دام غرش پہ ظاہر میں خاکسار ہوں میں مرا قصور ہے جھوٹا امیدوار ہوں میں کل گیا ہوں تڑپا کروہ بیقرار ہوں میں ازل کا مست پرانا شراب خوار ہوں میں</p>
---	--

<p>ہنگاہ گرم سے محکوم نہ دیکھ اسے دوزخ زمین قصر سلاطین سے ابھی سے صدا پھر اسکی شان کریم کے حوصلے دیکھے جوست ہوش میں آنے کا قصد کرتا ہے وہ کشتہ ہوں کہ مری لاش جھڑک گزری حضور واصل کی حسرت ازل سے ہے محکوم خبر نہیں اسے روتا ہوں حال پر جس کے شب فراق مری جان دل سے کہتی ہے بلائیں لیتی ہے پھر پھر کے گرد و سیدی وہ بیقرار ہوں دیکھے اگر تڑپ میری پکارتا ہے یہ موبانف اسکی چوٹی کا</p>	<p>خبر نہیں تجھے کس کا گناہ گار ہوں میں کہ آج منزل عشرت ہوں کل مزار ہوں میں گناہ گار یہ کہہ سے گناہ گار ہوں میں پکارتا ہے یہ سانی کہ ہوشیار ہوں میں زمین پکارا اٹھی قابل مزار ہوں میں خیال کیجیے کب سے اُمیدوار ہوں میں اُداس صورتِ شمع سر مزار ہوں میں تڑپ چکا ہوا اگر تو تو بقیہ رار ہوں میں یہ کس کے در پر الہی اُمیدوار ہوں میں قرار بھی یہ پکارے کہ بیقرار ہوں میں کہ سب سے پیچھے ہوں پر چوٹی کا سنگار ہوں میں</p>
<p>بڑے مزے میں گزرتی ہے بخودی میں امیر وہ دن خدا نہ دکھائے کہ ہو سفید ہوں میں</p>	
<p>کسی کی روح پہ صدمہ ہوا شکبار ہوں میں گھڑی یہ نزع کی کہتی ہے جان پر غم سے کسی کا دل نہیں دکھتا مرے تڑپنے پر پڑا ہے تفرقہ کیا اضطراب سے پس مرگ شگفتگی میں بھی میری فسردگی سے عیان نہ محبت کا مجھے خون ہے نہ سانی کا فرشتے لے کے چلے تھے تجھے جہنم کو وہ پیر ہوں کہ جو انون کا رنگ رکھتا ہوں</p>	<p>کسی کے دل میں اٹھے درو بیقرار ہوں میں کہ وقت آخر ایام روزگار ہوں میں سمجھتے ہیں مجھے بجلی وہ بیقرار ہوں میں سر مزار مرادل یہ مسند ہوں میں شہر سنگ لحد ہوں اگر مزار ہوں میں گدا سے میکہ مفلس شہر بخوار ہوں میں تڑپ کے خلد میں پہنچا وہ بیقرار ہوں میں عزیز کیوں ہوں بے فصل کی بہار ہوں میں</p>

<p>کفن کا پاس نہ محبو مزار کا ہے لحاظ کسی سے کھوٹ نہیں میری دل میں دوست تو کیا شکستگی سے سوزنا ہے اور کام مرا شراب غیب سے میرے لیے اُترتی ہے</p>	<p>بڑا پیش کا ہود دونوں سے شرمنا ہوں میں عدو بھی یار بنائے مجھے تو یار ہوں میں شریک قسمت گیسو سے تابدار ہوں میں خدا کے گھر میں ہے حرمت وہ بادہ خواہ نہیں</p>
<p>امیر ملتی ہیں بے مانگے نعمتیں کیا کیا بڑا کریم ہے جسکا اسیر وار ہوں میں</p>	
<p>بانگی اداس ہے وہ نگہ حشمتیں نہیں خلوت میں بیخودی سے پتا ہی کہیں نہیں مانگی جگہ لحد کو تو بولا وہ شاد حسن کیا خوش ہو دل فلک پہ تار و نگو دیکھ کر سرکار ہے کریم کی ساتی کی بارگاہ حسرت سے دیکھیے تو یہ کہتی ہے وہ نگاہ کہتے ہیں ذبح کرنے میں مجھ کو چمک ہو کون عصمت یہ دست شوق سے کہتی ہے روز وصل غفلت نے میری محبو بنایا ہے دھوپ چاؤن روتا ہے در عشق میں اُس دنواز کے بسل سے اپنے کہتی ہے مقتل میں تیغ ناز پیکان تبریا سے کہتی ہیں سرزمین نزدیک جا کے اُن کو جو دیکھا تو بول اٹھے دشوار ہے بہت دل معشوق تک گزر ہوں مست شوق وہ تو کہوں اُن سے چھٹی کر</p>	<p>غزہ چھڑی لیے ہے وہ چین چین نہیں کیا سیر ہے وہاں کہ میں ہیں ہمیں نہیں تکیہ بنے فقیر کا یہ وہ زمین نہیں افشان چنی ہوئی یہ کسی کی جبین نہیں جو آئے چھپکے جائے کسی سے نہیں نہیں دشمن مرے کوئی نگہ واپسین نہیں میں نازین ہوں دل تو مرا نازین نہیں چھو جائے جبکہ ماٹھ یہ وہ استین نہیں مخل کا خواب ہوں کہ بہان ہوں وہ میں نہیں کچھ قدر غم بچھے دل اندوگین نہیں اس وقت بھی زبان پر تری آفرین نہیں تو دنواز تو ہے مگر دل نشین نہیں چل دوڑ ہو نگاہ تری دُور میں نہیں لے آہ ہوشیار یہ عرش برین نہیں کیون میری جان اب نہیں کہتے نہیں نہیں</p>

<p>واہ ایک آستین تو ہے ایک آستین نہیں کہتا ہے دل کہ تجھ میں نہیں تو کہیں نہیں کیا آپ ناتوان ہیں تو میں نازنین نہیں</p>	<p>شب کو پھول دیکھ کے بولا وہ جامہ زیب جس بے نشان کو ٹھونڈتے ہیں ہم جہان میں بولے جو عذر جنت سے اُن کو طلب کیا</p>
<p>پچھلا کلام بھی ہے جو اس میں ٹکریا میر دیوان میں اب کارنگ کہیں ہو کہیں نہیں</p>	
<p>کرتی پھنسی کہ لیٹی ہوئی آستین نہیں ایسے ہی تم میں ہوتے ہیں ایک تحسین نہیں چھت جی کی آسمان سے یہ وہ زمین نہیں وہ کونسا ہے دم جو دم واپسین نہیں مان مان سنی کسی کی نہ اُن کی نہیں نہیں اک پھول اسی چمن کا ہے داغ چین نہیں اے جان ناتوان ہوں میں نازنین نہیں کلی ہوئی تو دیکھو کہیں آستین نہیں تحسین نہیں سپاس نہیں آفرین نہیں سارے جہان میں ہی ہی کچھ پھیر نہیں تجھ سے ملا ہوا تو مرا ہمنشین نہیں پھیرو نہ آنکھ یہ نگو واپسین نہیں ہم نازنین نہیں تو کوئی نازنین نہیں کچھ زیرِ شق یہ سپے خط حبسین نہیں خیر آج تیری اے خاک ہفتین نہیں نازا آفرین ہے کیا وہ نیاز آفرین نہیں</p>	<p>مشتاقِ دہل کون تو نازنین نہیں شکوہ جفا کا تم سے کچھ اے نازنین نہیں عالم سے اُنکی انجمن ناز ہے الگ گورا ہوا زمانہ پھر آتا نہیں کبھی بوسہ لپٹ کے لے ہی لیا سہنے بزم میں نقشِ سجو سے وردِ لدا رہے چمن دیکھے تجھے زمانہ مجھے دیکھتا ہے کیا مقتل میں ماتھا اٹھاتے وہ شرماؤ جاؤ ہیں غش میں پڑے ہیں جلوہ گہ ناز میں کلیم کہتے ہیں جو فانی کا رونا نہ رو بہان تڑپا رہا ہے اٹھکے مرے دل کو دردِ عشق گھبراتے کیوں ہو دم مری آنکھوں میں ہو ابھی انداز سے ناز دیکھکے کہتے ہیں آئندہ کہتے ہیں سنگِ در پہ مرے سجدے تا کجا اک آہ کھینچنے کا ارادہ ہے ہوشیار نسبت ہو ایک عاشق و معشوق سے اے</p>

شادی کی انجمن میں بھی رونا ہون مثل شمع	مجھ سا جہان میں کوئی اندھ لگین نہیں
چو کھٹ سے تیری سر نہ ہٹے گا امیر کا سجدے سے گر کے اٹھے یاسی میں نہیں	
<p>عالم میں کوئی دست بردار نہیں وہ شمع لاکھ پردوں میں پردہ نشین نہیں یا ہم ہی ہم تھے کوئی نہ تھا اُن کی بزم میں اُن چوٹوں کو دیکھ تو نا صحرپ ہی جا ایسا ہی جوش گریہ ہے تو ہجر یار میں پردے ہی پردے میں میں تبسم کی خوشیاں تو قابلِ سجدہ ہے لے میرے بے نیاز فراتے ہیں کہ اُنیں تو زاد ہمارے پاس شوخی کا ہاتھ اٹھکے پکڑ لے شبِ وصال اسے جان ابھی نہیں مری حسرت کا خاتمہ تلوار میں ایک چھوڑ کے دو دو کر میں ہیں رودیا جو میں وصال میں بولے ہٹا کے ہاتھ رسوا ہوا تو حشر میں اتنا کہوں گا میں آنسو سے آشنا نہیں شمع مزار بھی دل نازاٹھا نیو لون کے کیا دیکھ کر بڑھیں</p>	<p>شیشے میں اک پری ہوئے آتشیں نہیں اور پھر جو دیکھیں تو کہاں ہے کہیں نہیں یا اک جہان آج دہان سے ہمیں نہیں بید رویت سے دل پہ یہ پھر یارِ جلیں نہیں یا ہم نہیں زمین پہ یا یہ زمین نہیں یہ جلیان ابھی کسی دل پر گرین نہیں پر قابلِ سجدہ کسی کی حسین نہیں ہم اُن کی تو بہ توڑنے کو ناز میں نہیں اتنی بھی کام کی نگہ شر لگین نہیں پہلی نظر سے یہ نگہ واپسین نہیں اس بوجھ اٹھانیکے لیے تم ناز میں نہیں آنسو کسی کے پوچھے یہ وہ استین نہیں بدون میں تیرے کیا میں جہان آفرین نہیں اب کوئی میرے حال پر اندو گین نہیں ہر انجمن میں ناز سے ناز آفرین نہیں</p>
واعظ کو تم تو دیکھتے ہی ہنس پڑے امیر باتیں تو ان بزرگ کی تم نے سنیں نہیں	
یا و قائل میں کہو سے جو ہو میں تر پلکین	بت لگین ظاہر مذبح کی شہر پلکین

<p> نا تو ان پاکے چڑھا لاتی ہیں شکر پلکین مردک آنکھ میں ہوا آنکھ کے باہر پلکین آج تک دل میں کھٹکتی ہیں برابر پلکین کہنچتے ہیں مجھے کانٹوں میں دکھا کر پلکین بگیا آنکھ سے دریا نہ ہو میں تر پلکین مردم چشم سے کہتی ہیں یہ جھک کر پلکین طاق ابرو کی طرف ہاتھ اٹھا کر پلکین صاف بڑھک ہو میں گیسو کے برابر پلکین ہیں اذیت کش شمسبازہ برابر پلکین لاکھ اڑے گرد نظر ہوں نہ مگر پلکین آنکھ میں رونیں جو کھنچیں بال برابر پلکین گردش چشم سے کھاتی نہیں چکر پلکین </p>	<p> کھینچتی ہیں دل سیر پختہ پلکین سو ہو اس سے ہے انسان کی شرافت ثابت گور میں بھی غلش خارجیت ہے وہی نرگسی آنکھیں دکھاتے نہیں یہ لالہ عذار اثر سوز محبت نے دکھایا عجز اہل بنیش کو بہت سیر جان خوب نہیں قتل عشاق سے باز آنیک کھاتی ہیں قسم چشم بد و دور ہے کیا ظلم کی رسی بھی دراز چشم مجھ سے ٹٹے کہیں انکا بھی غار عیب اپنوں کا نہیں ہے سب کلفت دل کیا ہی ہمسائے کو ہمسائے کی ایذا ہو بال نا تو ان کو ترے دیگا فلک کیا گردش </p>
--	---

آج آنکھوں کو جو الی میں یہ زیور ہیں امیر
 گر کے ہو جائیں گی کل خس کے برابر پلکین

<p> عالم شکستہ ہو جو میں آفت رسیدہ ہوں مطلب کی سمت رخ ہے مرادہ رسیدہ ہوں راغب مری حرف سے کوئی دل نہ کوئی گوش میرے صفا دل نے جو کھولے ہیں میرے عیب ماہی کی طرح ہے مجھے مرہم وہ آبِ تیغ ضبطِ فغان سکھائوں میں اور دیکھو ہوں جو خاک چہرے پہ اُسکے مطلع ابرو کا ہے یہ قول </p>	<p> صبح بہار ہوں جو گریبان دریدہ ہوں گویا قصیدے ہیں میں گریزِ قصیدہ ہوں بزمِ جہان میں حرفِ مکررِ شہیدہ ہوں شہرِ سندھ مثلِ رنگی آئینہ دیدہ ہوں کیا بتلا سے دردِ نگاہ کے پریدہ ہوں سر پہ پے صدا سے گلو سے پریدہ ہوں دیوانِ انوری کا میں صنوبرِ چیدہ ہوں </p>
--	--

<p> دریا کے جوش میں پریل آسیدہ ہوں شمع سحر ہوں عمر بیاں رسیدہ ہوں لیکن وہ بد عقیدہ ہے میں خوش عقیدہ ہوں یوسف کی جلوہ گاہ میں دست بریدہ ہوں میں بیخبر تو کشتہ تیغ خمیدہ ہوں حرف نگفتہ ہوں سخن ناشینہ ہوں تو آنسریہ گار سے میں آنسریہ ہوں بابے شکستہ ہوں نہ میں دست بریدہ ہوں بنیس دانوں میں میں زبان بریدہ ہوں یوسف کے خاندان کا میں کوزہ دیدہ ہوں دونوں سے مثل سرو میں دامن کشیدہ ہوں بان غم سے آنکھ کی طرح آبدیدہ ہوں صبا دیر سے پیچھے میں صید رسیدہ ہوں بان اک پر شکستہ درناگ بریدہ ہوں </p>	<p> غلامِ جہان نہ دور فلک کا مجھے خیال لے اہل بزم بجلو اٹھاؤ نہ بزم سے میں اور جم میں پیرِ مغان دو تر سے مرید مجروح تیغِ حن ہوا اک شبِ سر نہیں مارا ہے اہل کبر نے پروے میں عجز کے اب تک کسی پہ میری حقیقت نہیں کھلی پیدا کئے کی شرم الہی سرور ہے صحر اکو کپڑے پھاڑ کے چلتا ہوں اوجِ جون ہوں دشمنوں میں پر نہیں فریاد کی مجال بہتا ہے یادِ رخ میں تو کہتا ہے طفلِ اشک مطلبِ خزان سے کچھ نہ غرض ہے ہمارے دیکھوں کسی کے عیب تو کیا خاک کہہ سکوں کہتا ہے مرغِ روح اہل سے ڈرا ہوا بلبل ہوں میں نگل ہوں گلستانِ دہرین </p>
<p> شبنم کے لے امیر ملے میں مجھے نصیب گلِ ہنس پڑیں چین میں جو میں آبدیدہ ہوں </p>	
<p> چاندنی ہے سایہ دیوارِ قیصر باغ میں اسکے طالع ہو گئے بیدارِ قیصر باغ میں حورین پھرتی ہیں سر بازِ قیصر باغ میں چشمِ نرگس تک نہیں بیا قیصر باغ میں دل پھلتے ہیں دم زفا قیصر باغ میں </p>	<p> کسے چکے چاند سے رخسارِ قیصر باغ میں سبزہ خوابیدہ کیسا آگیا جو خضتِ بخت فی الحقیقتہ یہ بھی کم گلزارِ جنت سے نہیں ہر روش پر چل رہی ہے ایسی صحت کی ہوا پاؤں کا یان نوکر کیا صاف ہے ایسی زمین </p>

<p>بند جب تو میں شکست تو یہ کی آسے صدا دوتا پھر تارے یہ مارے خوشی کے صبح و شام یہ اشارہ نہر میں کرتی ہے ہر گشت موج چار نمون میں ہو سعدی کی گلستان کا جواب زیر شاخ گل اگر سبزہ کبھی سونے لگا اتنے پتے بھی نہ ہو گئے گلشن فردوس میں تنگ گن شوق ہن شیریں لہر کے میہمان قطرے شبنم کے رگ گل پر دکھاتے ہن بہار کہہ رہی ہے یہ صنوبر تاقستوں سے فاختہ آتے آتے لب تک بنجاسے بکا نور کا سخی گل ہے ہر نشانی زب سے فیض بہار موجہ نے کی نسیم صبح میں تاثیر سے ایل بلبل سے برگی سے افسردہ نہو دور ہو مکی کلفتیں ست جائیں گی سب کا ہشتین</p>	<p>لین اگر انگڑائی میں سیو اقصیہ بارغ میں وجد میں ہے سایہ دیوار اقصیہ بارغ میں سب کا ہوا بیکار بیکار اقصیہ بارغ میں بلبلین کھولیں اگر منتظر اقصیہ بارغ میں شہر بلبل نے کیا بیدار اقصیہ بارغ میں جس قدر بھولوں کے ہن انبار اقصیہ بارغ میں وٹ رہا ہے شربت دیدار اقصیہ بارغ میں گندہ رہے ہن موتیوں کے اقصیہ بارغ میں آؤ بھی بہر علم و دار اقصیہ بارغ میں کلینچے گراہ آتش بار اقصیہ بارغ میں پھول جھڑتے ہن و گنڈا اقصیہ بارغ میں بے صبر و صبر میں ہن اقصیہ بارغ میں لاسے کا نعل تننا بار اقصیہ بارغ میں لالہ سے بیدار گل بنجار اقصیہ بارغ میں</p>
<p>سایہ بال ہا کیا ڈھونڈتا ہے لے امیر بیٹھ زیر سایہ دیوار اقصیہ بارغ میں</p>	
<p>داع لے بہار جیسے ہمارے بدن میں ہن نالہ دنا کرے تو سمجھ جو جھ کر کرے رشع حرم سے بلکے ہوا سمت افعال سینوں میں عاشقوں کے کہاں عاشقوں کی ولی اک عمر سیتے سیتے رنر کو ہو گئی</p>	<p>اس رنگ دیوار پھول بھی تیرے چمن میں ہن بلبل سے کوئی کہہ دے کہ ہم بھی چمن میں ہن کتنے ذلیل ہرسم نگہ برہمن میں ہن کچھ زلف میں ہن کچھ ترے چاہ و تمن میں ہن کیا جانے کتنے چاک مرے پیر ہن میں ہن</p>

<p>یا دُائین کیون قفس میں نہ گلشن کے محض تھوڑا سا لطف اور بھی اسے پہنچے جنوں آئے ہیں سب سمٹ کے تری صید گاہ میں ہوں آبدیدہ درد کی باتیں نہ سن کے آپ</p>	<p>غربت میں ہم ہیں یار ہمارے وطن میں ہیں دو چار تارا اور ابھی سپرہن میں ہیں اب کوہ پر ہیں کبکب نہ ۶ ہوشن میں ہیں پہلو ہزار طرح کے اپنے سخن میں ہیں</p>
<p>پاسی ہیں اب خنجر قاتل کی دیر سے جتنی رگین امیس ہمارے بدن میں ہیں</p>	
<p>عزیزا جابا سب تھی دم کے ہیں پھر چھوٹ جاتی ہیں کڑی منزل ہو پیری دانت بھی سبٹ جاتی ہیں الہی کیا علاقہ ہو وہ جب لیتا ہے انگڑائی اداول مانگتی ہے جان غمزہ اسے شرہ خوبی عجب کا نسا ہے ساقی محسب جب آکھتا ہے زمانے بھر میں ہے مشہور حال اخوان یوسف کا</p>	<p>جہان یہ تار ٹوٹا سارے شش ٹوٹ جاتے ہیں قدیمی ساتھ یاروں کو یہیں تو چھوٹ جاتے ہیں مرے سینے میں سب نمون کو ٹانگوں ٹوٹ جاتے ہیں ترسے کشور میں ہے اندھیر کو ٹاٹ جاتے ہیں تو سب ظلم و سب بچاؤن کی صورت پھوٹ جاتے ہیں طلح دنیا کی وہ ہے جس سے بازو ٹوٹ جاتے ہیں</p>
<p>امیر زار کی تربت کو چھت سمجھے ہیں کیا گھر کی یہ ماتم دارا کر چھاتیان کیوں کوٹ جاتے ہیں</p>	
<p>ملکا کر آنہ مجھ شہ لب کو یاد کرتے ہیں شہید عشق جی جاتے ہیں جی سے کیا گرتے ہیں مقام شرم ہے ہم ہجر میں جی سے گرتے ہیں یہاں آنکھوں میں دم ہے اب کوئی ساعت میں نہیں زمانہ ذرہ جو رشید سے آئینہ حنا ہے ہمارے زخم بھرنا اور اسے جراح کیا جانیں رہے بیدار دل جو عمر بھر مردہ نہ جان اُکو</p>	<p>وہ ساحل کو بھی لیکر ساٹھ دریائیں اترتے ہیں خدا یہ موت دے سب کو ہم اس مرنے پر مرتے ہیں پتنگے بھی تو حضرت شمع سے ہو ہو کے مرتے ہیں قضا کہتی ہے جلدی کیا ہے آئینکے سنورتے ہیں مگر اسپر بھی جب دیکھا وہ پرہیز سنورتے ہیں اگر بھرتے ہیں تو دم خنجر قاتل کا بھرتے ہیں برا برات دن جاگے تھے آبا کم کرتے ہیں</p>

دل پر آرزو کہتا ہے چل کر خضر سے پوچھو
پھر کتنا اُن سے بس کا کبھی دیکھا نہیں جاتا
خزان غافل نہیں ہے اور جو اناں چین تم سے
کسے ہے ہوش فصل گل میں رخت نو بد نے کا
نہیں جلتی ہے قینچی یہ چھری پھرتی ہو گلچین پر
تفادات اس قدر ہے زاہد و نین اور زونین
نہ اتنی چاہ کر آب و دم شیرت تل کی
نئے گل چولتے ہیں اپنی آؤسرو سے ہر دم
بیان نہلا کے بہو دفن بھی احباب کر آئے
شمس گل ہیں ہم بھی عمر اگر باد بہاری ہو
خضر کوڑھوڑ تا پھر تار ہے کیہ مجنون سیان میں
غضب ہے سامنا غصے میں اُن جو نوازا نکھو نکھا
کہان انکو شیرازی کہان بیکشس ہندی

بزرگ طائر تصویر آید سر اُن کا کہان مکون
ہم اپنے آشیانے سے چین میں کب اترتے ہیں

پھر تک کر مرغ بس کی طرح عاشق جو مرتے ہیں
نکھانے ہیں وہ جس راہ سے بھیجیں کرتے ہیں
لبوں پر آئے ہجر بامین دم ضبط سے لا
لیا تو میں نے بوئے غمبہ قاتل کا قتل میں
میں اس شوخی پہ صدمے میں کجیہ زمزم میں پوچھا
تسل خاک ہو و عدون سے انکی چو تین ظالم

یہ قتل میں عروس تیج کے صدقہ اترتے ہیں
ہزاروں چکیان لیتے ہیں جن میں گرتے ہیں
سلاست بقراری ہم کہیں گھٹ گھٹو مرتے ہیں
اجل شراگئی سمجھی کہ مجھ کو پیار کرتے ہیں
یہ سب تو غش میں مجھ پر آپ کہیے کہہ مرتے ہیں
اشاروں سے یہ کہتی ہیں کہ دیکھو اب کمرتے ہیں

ہماری جان ہم ہو وہ ہماری جان کا دشمن
 میں کہتا ہوں تمہیں نے دل لیا میرا تو کہتے ہیں
 سینوں کی نعلی سے سبب محبوب ہونے کا
 بڑے رستم میں تیرے چشم و ابرو دیکھنے والے
 بتوں کے چاہنے والوں میں بھی ہے شان محبوبی
 نہ رحم آجائے قاتل کو نہ رک جائے کہین نچر
 خیر ہم سخت جانوں کی وہ سنگدہن سے بولے
 سلیمان ہکو باد چشم و گیسو نے بنایا ہے
 رہیں بنیا بیان خط یار کو لکھتے نہیں یکن
 شباب اُن کا غضب ہوا تھ پڑا ہے جو سینے پر
 شب صلت بھی یہ عالم ہے میری بیکاری کا
 کبھی تہ نظر گراشتقون کا قتل ہو تو کو
 بزرگ نبض چلنے سے ہیں اپنی دست و پا چلتے
 بڑی ہیں پاکبازان محبت رشک سے دیکھو

تمہارے دوست ہیں ہم ایلو دشمن ہو ڈرتے ہیں
 کہ مان مان لے لیا اچھا کیا ہم کب مکتے ہیں
 جو چڑھ جاتے ہیں نظروں پر وہی زمین اُترتی ہیں
 نہ مجھ سے جھپکتے ہیں نہ وہ قاتل ہو ڈرتے ہیں
 نقصا مری ہے اُن پر جو ادا پر اُن کی مرے ہیں
 نکاح حسرت آگین ہم اثر سے تیرے ڈرتے ہیں
 کوئی مرنے کی حد بھی مر نہیں چکتی ہیں مرنے ہیں
 ہمارے گھر میں شب بخت پر یوں کاتے ہیں
 حکمت سے جب اُٹھاتے ہیں تو دل پر ہاتھ دھرتے ہیں
 سنگھاتا ہے منہ سے مار ڈالنا سے مرنے ہیں
 تڑپ جاتے ہیں وہ دل پر جو میرے ہاتھ دھرتے ہیں
 ہمیں بھی یاد رکھنا ہم بھی تلو پیار کرتے ہیں
 بھڑ جاتا ہے سارا قافلہ جب ہم ٹھہرتے ہیں
 جو تلو پیار کرتے ہیں ہم انکو پیار کرتے ہیں

امیر اس جان کے دشمن سے تلو ڈر نہیں لگتا
 دھرتے سے تم اُسکے منہ پر کہتے ہو کہ مرنے ہیں

دبا پایا جو ہے ہکو تو یہ بھی غم کرتے ہیں
 عدم کے جا نیالے راستے میں کب ٹھہرتے ہیں
 پھرون میں گرد تو وہ ڈر کے کچھ خیرات کرتے ہیں
 عجب پر وہ ہے پر وہ شرم عصیان کا دم آخر
 مریض عشق سے پہلو تھی طرف تماشا ہے

ہماری قبر کے تختے بھی اب ہم سو رہے ہیں
 جہان یہ نکلے گھر سے جا کے مرنے اترتے ہیں
 مرے قربان ہونے پر وہاں صدقہ اترتے ہیں
 اسی پر سے میں ساری عمر گریٹے سوزتے ہیں
 ہو سکے سار تو ہم اور پر ہی نہ آپ کر گئے ہیں

خیال یاوہر دین جو یاوہر چشم ساقی ہے
 لڑی ہین انکی آنکھیں آنے میں خطِ عارض سے
 مرا خطِ عینک کر قاصد کے منہ پر ٹنٹر سے بولے
 پڑے ہین ابرو دن پر پل یہ کیوں دلفریب ہے
 تسلی دل کو ہم دیتے ہین کیفِ چشم ساقی سے
 مدد اے آبِ خیرِ رحم کر ان تشنہ کاموں پر
 نہ مہر اس گل کا ہر سر سے نہ ماہ اسکے برابر ہے
 چلے ہی جاتے ہین پیکِ نفس اک غم گزری ہے
 میں کسی دید کا طالب ہوں کس کو وصل کا جو بان
 نہ اتنا محتسب کا خوف ہے نہ کو نہ قاصدی کا
 اٹھنیں کا مال تھا اچھا کیا دل لے لیا میرا
 بھرا ہے حسرتوں سے دل کہاں داغوں کی گنجائش
 معنی کی نہ میخانے میں حاجت ہو مطلب کی
 ابھی اسے جان تو نے مرنوالوں کو نہیں دیکھا
 یہ اپنے داغ ہین دن رات جن کا ایک عالم ہے
 وہ سر سے پاؤں تک تصویر ہین بیاضتہ کی
 وہم آرائش آئینہ جو دیکھا ناز سے بولے
 قیامت دور تنہائی کا عالم روح پر صدمہ
 جو رکھتی ہے شانہ آئینہ تنگ کے مشاطہ
 خیال آتا ہے میری ہین جانی خواب بھی گویا
 کیا ہو نام کیا استاد روشن حذر رکھے

حرم میں بیٹھے بیٹھے میکے کی سیر کرتے ہین
 غزلانِ حرم فردوس کے سبز زمین چرتے ہین
 خلاصہ سارے اس طوار کا یہ ہے کہ مرتے ہین
 یہ دہرے دہرے خیر آپ کی سیر کر کے ہین
 شرابِ جن لیکر عشق کو ساغر میں بھرتے ہین
 نہ انکی پیاس مرنی ہو نہ یہ پیاسی ہی مرتے ہین
 ہین دو دن ایک ہی سوکھ دیا چڑھتا کرتے ہین
 نہ منزل ہے کہیں انکی نہ رستے میں ٹہرتے ہین
 یہ کسکی حسرتیں ہین آپ جن کا خون کرتے ہین
 کہیں تو نہ نیم خانہ میں آؤ اس کی ڈرتے ہین
 کوئی پھینے نہیں لیتا کوئی کیوں کرتے ہین
 یہ سب ارمان ہین جو داغ بن جلا بھرتے ہین
 شکست تو یہ کی آواز پر ہم وجد کرتے ہین
 جیسے ہم تو دکھا دین اگر دکھا طرح مرتے ہین
 ستارے ڈوبتے ہین دیکو را تو کو ابھرتے ہین
 سونے سے بگڑتے ہین بگڑا سو سونے ہین
 اُدھر یہ کون میری لاگ سر بیٹھے سونے ہین
 ہمارے دن لحد میں دیکھتے کیونکر گزرتے ہین
 ادائیں بول اُٹھتی ہین کہ دیکھو یوں شور ہین
 پلک پیچھے جھپکتی ہے یہ دن پہلو گزرتے ہین
 امیر استاد زادوں پر ہم اینٹو فر کرتے ہین

حباب آسا محیط عشق سے جو بار اترتے ہیں
 لگاتے ہیں جو سرمہ آنے کو دور دھرتے ہیں
 تصور میں اڑ کر رنگ رخ نیز نگ کرتے ہیں
 بتو اہل حرم جیسا نہیں تم کو بُرا کہتے
 نہیں ہے دیر سے غور شدی کہ گرم بازاری
 پسند آیا انہیں جگہ اس کا شکر کیا کم ہے
 مرے سینے پہ نقطا طیس تیرا تھکے ہے اور بت
 شب غم میں ہے جلیتے برا ہو سخت جانی کا
 جواب اعصاب میں دیو تیرے کیوں وضع ہے پری میں
 چمن کی سیر ہی چھوٹی تو پھر جیسے سو کیا حاصل
 چل اسے باو بہاری اک ذرا آہستہ آہستہ
 لب ایسوی جانے ترا خط کا یہ رنگ اس تہر کی نگین
 تصور میں بھی مٹے چوموں تو اڑ جاتا ہے رنگ انکا
 قیام اس بحر طوفان خیز دنیا میں کہاں ہدم
 جھپک جاتے ہیں دھڑکے اپنے زور روشن میں
 دکھایا انقلاب تازہ عالم کے حوادث نے
 بہت سنبل چمن میں آج سچ و تاب کھاتا ہے

گرد جاتے ہیں پہلے سر پہ سجھو پاؤں دھرتے ہیں
 ستم دیکھو وہ اپنی چوٹوں سے آپ ڈرتے ہیں
 کہ تصویر خیالی میں تری ہم رنگ بھرتے ہیں
 برہمن ہی کا گھر بھرتے ہو جب صد اترتے ہیں
 ہوا ہر و صوب کا منہ زور شاید وہ کھرتے ہیں
 کہ شکوہ سیکے بیٹھوں آپ دل لیکر لگتے ہیں
 کہ جتنے دل میں پیکان جمع ہیں سب بھرتے ہیں
 نہ آئی موت اس غیرت ماری ہم تو مہرتے ہیں
 جوانی کی تو ہم ان سے نہیں درخواست کرتے ہیں
 گلا کاٹیں مرا صیاد پرنا حق کترتے ہیں
 کہ وہ مجھ سے اُلجھتے ہیں جو بال انکو کھرتے ہیں
 مسیح و خضر و عزرائیل تینوں تم پر مرتے ہیں
 بلاتین خواب میں بھی لوں تو بال انکو کھرتے ہیں
 حباب آسا ٹھہرتے ہیں تو کوئی دم ٹھہرتے ہیں
 اندھیری رات میں زلفوں کو لہرنے سوڑتے ہیں
 جو مرتے ہیں وہ جلیتے ہیں جو تیرے ہیں وہ مرتے ہیں
 کسی محبوب کے شاید کہیں گیسو سنورتے ہیں

امیر اول سر لشکر ہفت سے تیرا الفت کا

شکار انداز پہلے مرغ کے شہید کترتے ہیں

کر تا ہوں میں شب بھر دو دیوار سے بائیں
 بیمار نے کین راز کی بیمار سے بائیں

بخت ایسے کہاں ہیں جو گردن بار سے بائیں
 کیا سمجھیں ہم اس آنکھ کا ایسا سوگز بائیں

<p>جسدن ہوئیں اس آئست نغمہ سے بائین دو چار سے گھامین ہین تو دو چار سے بائین صباوند کر مرغ گرفتار سے بائین</p>	<p>اقبال سکندر سے مرے لئے گئے طلح ٹھیک ٹھیک نہ وعدہ ہین نہ ٹھیک ٹھیک ہدایت ڈرنا سے یہ خوشی ابھی آواز سے تیری</p>
	<p>کیا دھیان میرا کہ وہ ہٹ گئے پیچھے جھک جھک کے جوہر کرنے لگے پیاسہ بائین</p>
<p>قنوں نے قدم چوم لیے نعرش پائین اک شافعہ تامل کی لگا دی ہے جفا میں شوخی بھی جھپی بیٹھی ہے پہلو سے حیا میں تاثر کھلی جاتی ہے اس غم سے دوا میں لمحہ سے نہ دل پس کے کہیں رنگ حیا میں آج آگ لگا دوں گی میں دامن حیا میں کچھ میری قصا میں گئے کچھ تیرے ادا میں چل جاے کہیں آج نہ شوخی و حیا میں ہم سے نہ رہا جاے گا اس تنگ قبا میں کلی ہے تھنا چپ کے حسیوں کی ادا میں وہ چیز ہے یہ جو نہیں درگا و خدا میں کیا جو روئے جگر مت ہین مزار شہدائین ہم سا ٹھیکوں کے روئے کو اتڑی تھے سرا میں پورا ترانہ گرد ہون میں جو رجوع حیا میں لے لیتی ہے چٹکی وہیں پہلو سے حیا میں تاثر ہین لکین سب ترے دشمن کی دعا میں</p>	<p>شوخی تھی قیامت تری ستانہ ادا میں چھوڑا ہے شگوفہ زیب انا زوا دایں شیرانی ہوئی جوتون پر اسکی نہ جانا بیاوجبت نے کبھی منہ نہ لگایا اس ڈر سے وہ بال نہیں کرتے ہین عبا کو کہتی ہے شب بصل یہ چتون کی شرارت جو ہر جو تامل کے ازل میں ہو سے تقسیم دل ایک خریدار ہین دو خیر ہو یا رب کہتا ہے جوانی میں یہ اس شوخ کا جو بن مشکل ہے مسیحا کو بھی اب جان بچانا کس طرح ہو ناز مجھے غم ز پر اپنے آئے کا نکیرن کو رستہ نہیں ملت احباب کے ماتم میں کئی عمر بھاری عکس آئینہ میں ان سے پکھتا ہے کہ شوخ شرائے ہیں جب بصل میں وہ مجھ کو شوخی انگی جو دعا میں نے مذاعش سے آئی</p>

کیونکہ اس سے نوازہ ہوں رو حین پھولوں کی رہے بودا من گلچین کی ہوا میں	
قابلِ عفو میں آلودہ عصیان ہوں پھر وہی میں ہوں وہی جامہ درسی وحشت میں پھر کے پتلی نے دم نزع کہا قاتل سے آنے دیگی مجھے پھر کا ایک وحشت ہو شہر ابھی نعلیہ گلستان سے پھنسا کر صیاد مہر ہم زخم جولائی وہ زبان شیرین نیمچان کر کے مجھے چھوڑ دے دم بھر قاتل	اسے اجل صبر کرنا کہ پشیمان ہوں پہلے واعظ سے ذرا دست و گریبان ہوں مرتے مرتے ترے ہاتھوں پرین قربان ہوں رخصت احباب ہو اسے شوخی بیا بان ہوں ہمسفیرون میں ذراہ کو خوش ایمان ہوں لب خندان نے کہا میں نکل نشان ہوں خاک میں خون میں جی کھول کر غلطان ہوں
قدرِ راحت کی پس رنج ہے دنیا میں امیر تب چلون باغ کو جب قیدی زندان ہوں	
باعثِ تڑپ کا شوخ ستمگر سے کیا کہیں اُس بت کے جو خالقِ اکبر سے کیا کہیں غم نے ترے چوڑ لیا سر سے پاؤں تک شرم آتی ہے گناہوں سے امی پرہیز خلق خالق ہی جب نہ دے تو گلہ آسمان سے کیا واقعت دلوں کے بھید سے ہے آفریدگار بگڑا ہوا وہ آپ ہے اُس کا تصور کیا سارے بدن میں اب تو ہو بوند بوند نہیں ٹھہرا ہے روزِ حشر چر و دیار کا دل پیچ و تاب میں ہے تو قسمت کی پیچ سے	دل تو ہی کچھ بتا دے کہ دلبر سے کیا کہیں آپس کی چھیڑاؤں محشر سے کیا کہیں رگ رگ پکارتی ہے کہ نشتر سے کیا کہیں محشر میں جا کے شایعِ محشر سے کیا کہیں ساقی نہ منہ لگاے تو ساغر سے کیا کہیں آئینے اپنا حال سکندر سے کیا کہیں بگرین بھی ہم اگر تو مفت زر سے کیا کہیں سوکھی زبان دکھاے تو خنجر سے کیا کہیں اندھ حشر تک دلِ مضطر سے کیا کہیں وہ بے خطا ہے زلفِ معنبر سے کیا کہیں

<p>منا نہیں مکان سے مالا مکان پست کہنے کی بات ہو تو کسی سے کہے کوئی کہہ نہیں سننے تو کہیں اس سو درو دل قسمت سے سامنا کبھی ہوتا بھی ہے اگر</p>	<p>ہم کیا ہو سے نکل کے ترو گھر سے کیا کہا دل تم نے لیلیا سپہ یہ دلبر سے کیا کہا کہے میں اینٹ پونے سے پتھر سے کیا کہا بہر وہ ہی سوچتے ہیں کہ دلبر سے کیا کہا</p>
--	--

پیاسے شراب وصل کے ہیں بہنو اسے امیر
 شرم آتی ہے کہ ساقی کو نثر سے کیا کہیں

<p>محبت کے جو دارغ ڈالے ہوئے ہیں یہ بت سب مرے دیکھے بھال ہوئے ہیں خوشامد جو کی ہیں نے جو بن کی بولا نہ کر بے نیازی سے تو خون ارمان کبھی خون سودا یون کا گرا تھا ہر کب ہیں غصے میں آنکھیں تہاری بلا کا بلا نوش ہے دل ہمارا زمانہ تقا کے حوالے ہے اور ہم بتوں کا تصور جو انکو نہیں ہے گراتے ہیں کیا بجلیاں بھر کی سسکی یوں توڑیں واسے کے ہاتھ ٹوٹیں پیٹھے ہیں جوٹی میں ہر اس پر ہی نے جو آنا ہے تو نزع میں جلد آؤ نہ تھی کوچہ گردی یہ صحرانوردی پیالے کہاں وصل کے میکہ سے ہیں</p>	<p>ابھر کر وہی دل میں چھال ہو سے ہیں انصو کر ساچے میں ڈال ہو سے ہیں اے یار ہم بھی نکالے ہو سے ہیں کہ سب تیرے ناز کے پال ہو سے ہیں اچھل کر وہی قطرے لال ہو سے ہیں یہ دوشیر آنکھیں نکالے ہو سے ہیں غم دو جہاں دو ڈالے ہو سے ہیں تمہاری ادا کے حوالے ہو سے ہیں تو بت کیوں یہ اندال ہو سے ہیں ٹرپ کر وہ ٹرپانے والی ہو سے ہیں بہت دل شک تیرا ہو سے ہیں جو کالے تھو اب کوڑیا ہو سے ہیں سنبھالے ابھی کچھ سنبھال رہے ہیں یہ رستے ہمارے نکال ہو سے ہیں کف دست ساقی پیالے ہو سے ہیں</p>
---	--

<p>یہ لپٹے ہیں گیسو کہ اسے بُت کہنیا چلی ہے وہیں جتنے کیا تیغِ قتل</p>	<p>کمر میں تری ہاتھ ڈالے ہوئے ہیں عروسِ اجل کے یہ چالے ہوئے ہیں</p>
<p>امیر ایسے روئے ہیں ہم میکہ سے مین لہو سے لبالب پیالے ہوئے ہیں</p>	
<p>یہ سب گیند اُنکے اُچھالی ہوئے ہیں کہ جب زمین آئی زمین بھالی ہوئے ہیں اُسٹھے دردِ ہم دل سنبھالی ہوئے ہیں کہ بل تیوریوں پر وہ ڈالی ہوئے ہیں یہ شہ زور و لون سنبھالی ہوئے ہیں اثر سے ہم آغوش نالہ ہوئے ہیں مگر دل ہم بیک سنبھالی ہوئے ہیں حسین ہم پر اکھین نکالی ہوئے ہیں وہ ہم کو ہجران کو سنبھالی ہوئے ہیں کہ بلبل کو جیسے کوالی ہوئے ہیں کہ نخر زبا میں نکالے ہوئے ہیں وہ نچکے کا موبات ڈالو ہوئے ہیں تو چھا گل لیو ساتھ چھالی ہوئے ہیں یہ بلبل کو بس سنبھالی ہوئے ہیں یہ سب جام سے کھنگل ہوئے ہیں پرری اڑکے پروار کا لی ہوئے ہیں</p>	<p>ستارے مرے دیکھے بھالی ہوئے ہیں یہ بوسے ترہ بھی ہیں جادو کے پٹنگے مراضہ کو تپا ہے مجھ سے کہ کبرو تیلواریں کس کے گلے پر چلین گی راوہ صنفِ ادھر ضبطِ تپوں میں کیونکر راوہ پارسے ہم ادھر آسمان پر نہے ضبطِ سینے میں دم گھٹ رہا ہو ہرن چوٹ کرتے ہیں شیروں پہ دیکھو عجب بچو دی صحبت وصل میں ہے چمن میں یہ پھولوں نے کیا گل کھلایا الہی یہ کس کے لہو کے ہیں پیالے کوئی کچلی میں ہے ناگن کہ یار سب سُنا ہے جو بے آب وشتِ جُزون کو جگر دل کو دل روکتا ہے جگر کو پسین شیخ جی بید صرک ان میں پانی ہوئیں عجب جن ہے گیسوؤں کا</p>
<p>امیر اُن سے کیا کیا لپٹتے ہیں شب بھر</p>	

رقابت میں یکتا دوست لے ہو سے ہیں

ہزاروں سرکشتہ شانی کچھوں کے بیٹھے ہیں
 وہاں دشمن ہی سب اُٹھتے ہوئے ہیں کے بیٹھے ہیں
 کہیں بھادوں کے فریادی کہیں ساون کے بیٹھے ہیں
 نگہ نیچی کیے وہ سامنے مدفن کے بیٹھے ہیں
 تو خجری طرح پہلو میں ہم دشمن کے بیٹھے ہیں
 ابھرا آسمان جوین اور چہاں وہ شے بیٹھے ہیں
 بنالین کے بہت کچھ آج وہ ہر شے بیٹھے ہیں
 مراد لیکے کیوں پہلو میں دشمن کے بیٹھے ہیں
 نشا لے ہی پر سنا دک تری چٹوں کے بیٹھے ہیں
 غضب کے دو اُچھکے ہیں جو بکری بیٹھے ہیں
 کہ چلن کے ادھر بادہ اُدھر چلن کے بیٹھے ہیں
 تو ہم سمجھے کہ سائیں تری دامن کے بیٹھے ہیں
 ہنیں دشمن تو اب وہ سوگ میں دشمن کے بیٹھے ہیں
 یہاں سب بوٹے والو سے جو بکری بیٹھے ہیں
 کہیں ہم روٹھ کر اُٹھے کبھی وہ من کے بیٹھے ہیں
 حقیقت میں ہیں ہم بھڑیں میں ہنر کو بیٹھے ہیں
 ہزاروں ہتھیار اُٹھے ہیں جہاں وہ بکری بیٹھے ہیں
 کہیں گاہک گر بیان کہ کہیں دامن کے بیٹھے ہیں
 یہ کلچیں بھول چھٹنے کے تری گاش کے بیٹھے ہیں
 یہاں سب گھینچنے والو مرد دامن کے بیٹھے ہیں

ذرا چلن تک سائیں گھر میں وہ کیا بکری بیٹھے ہیں
 اُٹھیں وہ جمع اغیار میں کیسے بیٹھے ہیں
 عجیب برسات ہو گیا سائے گھر کے بیٹھے ہیں
 راکر خاک میں بھی اسے شرم اُن کی نہیں جاتی
 ہمارے دوست کے پہلو میں جب بیٹھا ہو وہ جگر
 نو وخن دُونی ہو گئی ہے خود سائی سے
 بگاڑینگے ہزاروں گھر ناوٹ کی اداوں سے
 وہ میرا مال لیکر کیا مرے دشمن کو دیدینگے
 کیسے تو نے تاکا چوٹ آئی میرے ہی دل پر
 اُڑا لجا تے ہیں عاشق کے دل کو سینہ زوری سے
 نگاہ شوق رسی پردہ در سے کچھ نہیں کھلتا
 تری دھن میں جو آیا آفتاب حشر بھی سر پہ
 علاقہ میرے دشمن سے نہیں جانا نہیں جاتا
 یہ کہتے آئے خانے سے اُٹھ بھاگے وہ گھبرا کر
 ہے ہیں وصل میں کیا کیا ناز و ناز کے جھلکے
 دکھاتے ہیں عدم کی راہ اُن کے مردم دیدہ
 بکری کہ جب وہ اُٹھے ہیں تو دل بیٹھے ہیں لاکھوں
 بڑے ہی قدر دان کا سٹے ہیں صحرا و محبت کے
 ترے درد اُسے بڑے نہیں لطف رہ بازو کا
 چھڑا نا جان کا شکل ہے کانٹوں و علاقے کے

کہی اُنھر سے ہو سے اُن جو ہون پر پنی چھتی کہ دو مالی یہ دو غنچے لیے سون کے بیٹھے ہیں

امیر آتی ہے محکمہ میں محفل میں کچھ پڑھتے
کہ میں ناقص ہوں اور کامل یہاں ہر فن کو بیٹھے ہیں

تو سوغندوں سے پلیر تیراں چوں کہ بیٹھے ہیں
غضب جو بن بدود گرد تو تنکے بیٹھے ہیں
وہ سب باری ہوئے عالم تری چوں تنکے بیٹھے ہیں
اُدھر وہ بن کے بیٹھے ہیں ادھر تم تکا بیٹھے ہیں
اُٹھا کر ہکو خود وہ سامنے دشمن کے بیٹھے ہیں
اُٹھے ہیں دروہر نقش حسرت تنکے بیٹھے ہیں
بھلا پردہ نشین باہر کہیں جلن کے بیٹھے ہیں
وہ دیکھو دیکھنے والی مرے جو بن کے بیٹھے ہیں
اگ پھر مجھ کو یوں پہلو میں دشمن کے بیٹھے ہیں
دو طرفہ کھینچنے والے مرے دوہن کے بیٹھے ہیں
ترمی محفل میں ہم تصویر حسرت تنکے بیٹھے ہیں
بذل میں انکی ہم پہلو میں وہ دشمن کے بیٹھے ہیں
یہ کیا کم ہے کہ ہم نزدیک اُس جلن کے بیٹھے ہیں
کہ یہ ہیں کون میرے گھر میں جو بن کے بیٹھے ہیں
جوانی کے وہ تنکے نقش پہچن کے بیٹھے ہیں
تماشا ہے کہ خضر غرض میں رہنر تکا بیٹھے ہیں
وہ رکھ کر ہاتھ پتھر پر مرے مدفن کے بیٹھے ہیں
تری کشتے کی تربت پر مجاور بن کے بیٹھے ہیں

وہ دل کی تاک میں جب شوق یوں بن کے بیٹھے ہیں
اُدھر ہی عکس اودھر وہ دونوں بانکے تنکے بیٹھے ہیں
یہ آہو چم جتنے کھر کیوں میں بن کے بیٹھے ہیں
وہ آمادہ سوز نے پر ہم آمادہ ہیں مرنے پر
عداوت ہم سے کچا تی ہے پر دے میں محبت کو
اویٹ سے ہنیں خالی کوئی نعل اپنا فرقت میں
یہ کیا بہودہ فرمائش ہے اُس سوی دل نادان
اشارہ کر کے آئینے کی جانب کہتے ہیں مجھ سے
جو میرا دل دکھانا ہے مرے پہلو میں آ بیٹھیں
وہ کہتے ہیں اودھر عاشق اودھر عاشق کہدے جاکوں
پڑی ہے آنکھ تیری بھی تو رونما تجھ کو آیا ہے
وہی انصاف سے کہدین کہ ہے کسی جگہ ابھی
بھلا ہے پردہ کوئی جلوہ اُس کا دیکھ سکتا ہے
وہ آئینے میں پیاری شکل اپنی دیکھ کر بولے
دل آغا زو شتابِ عمر کے بھولو مرنے کو نہ کر
وہ رنج غارتگر جان ہے تو خطِ سبز چہر کیا
لگے چہ کمانہ آہ آتشیں کا دل دہاتا ہے
خال انکو جو غیرت ہو کہ لے قاتل تے ارمان

نہیں اسے ماہ و نشیہ آسمان پر جا بجا آئے یہ کیا بے وقت کی اسے حضرت دل کو سوچی کڑی منزل ہے بوڑھوں کی جوت آؤ تو یہ طر ہو	پتنگے کچھ تری شمع رخ روشن کے بیٹھے ہیں اٹھے ہیں روٹھ کر باپ جب منکے بیٹھے ہیں تھکے ماڑے مسافر منتظر ہر نکلے بیٹھے ہیں
---	---

امیر اچھی غزل ہے داع کی جب کیا مصرع ہی
بھوپن تپتی ہیں شجر ہاتھ میں ہے تنکے بیٹھے ہیں

نعت وہ کس کی جان لیتے ہیں آرامش میں جان لیتے ہیں نا توانی سے ہم سینوں میں فقرے فقرے میں دل پہرین جو ہیں وصل میں کچھ نہیں نہیں ہی نہیں پیر ہوتے ہیں جو شباب کے بعد طعنے دیتے ہیں عشق میں بے مہر سو زرد اس پر ہی سے کہنے کو دخت رز کی جو بات آتی ہے کس سے سیکھے ہیں ظلم پوچھو تو ساتھ ستون کے لفت میں قاضی لب سیکون و خط سبز کے مست ہر دم پر بزم نقش قدم وصل میں بھی چھپک نہیں جاتی کیون سدا پانہ جان ہون عشق میکشون کو عسرو ج مستی میں	دے کے منہ میں زبان لیتے ہیں نوب آپ امتحان لیتے ہیں چھانٹ کر دہان پان لیتے ہیں باتوں باتوں میں جان لیتے ہیں مانتے ہیں تو مان لیتے ہیں تیر دے کر کس ن لیتے ہیں چنگیان مہربان لیتے ہیں شمع سے ہم نہ بان لیتے ہیں منہ سے خوب بھان لیتے ہیں کس کا نام آسمان لیتے ہیں دخت رز کو سان لیتے ہیں مے میں سبزی بھی چھان لیتے ہیں دم ترے نا توان لیتے ہیں پھیر کر منہ وہ پان لیتے ہیں سارے عالم کی جان لیتے ہیں ہاتھوں ہاتھ آسمان لیتے ہیں
--	--

ہم سند کے لئے لعنت میں امیر
نصحا کی زبان لیتے ہیں

وصل میں یوں وہ جان لیتے ہیں
دل تو لیتے ہیں جان بوجھ کے پھر
دل بچے کس طرح حسدوں سے
ہنہیں ساقی قتلِ میل سے
میری ہر بات پر ہیں سوسو عذر
ہوں گے برباد تیرے خانہ خراب
ہاسے کیا دلیری کی ہیں گھاتیں
یہ ملاوج ح کساری سے
نقد دل دیکے مصرحس سے ہم
چھوڑتے ہیں وہ سینے میں پکائن
ہر گلوری پہ چھپڑ ہے رشید صل
دہن زخم چوستے ہیں وہ تیغ
پھیر دین دل انہیں جو ان کو پسند
چوم کر خط و بی کو اس گل سے
مردم دیدہ پہلے گرد نظر
تب مزہ دیکھ بھال کا تیرجی

ضبط کا امتحان لیتے ہیں
نکے استخوان جان لیتے ہیں
ملکے سب چھین چھان لیتے ہیں
ہچکیاں نیمکان لیتے ہیں
غیر کی خوبیاں لیتے ہیں
لامکان میں مکان لیتے ہیں
وم دلا سے میں جان لیتے ہیں
کہ تدم آسمان لیتے ہیں
کیا نگہ لا جوان لیتے ہیں
دلہ ہی کر کے جان لیتے ہیں
ہم یہ حفت کا پاں لیتے ہیں
کیا مزے بے زبان لیتے ہیں
کیون غریبوں کی جان لیتے ہیں
اٹے ہم پھول پاں لیتے ہیں
سات پر دون میں چھان لیتے ہیں
دور سے میری جان لیتے ہیں

ہماک کر دل مرا کہ کر امیر

ہم تو اب جوان لیتے ہیں

عش میں گر لکھنے زلف نگھاتے بھی نہیں
جاسیے جاسیے ہم آپ میں آتے بھی نہیں

بت بنے بیٹھے ہیں کچھ بات بتاتی بھی نہیں
 کچھ وفا کچھ ہے حیا جان سے کس شکل میں
 نیمجان کر کے مجھ پر پکھڑے ہیں چھپکے
 روٹھنا روز کا ٹھہرا ہے تو یہ سُن رکھیے
 آگے آگے کے بیٹھے ہیں جب کائے آنکھیں
 اپنے پہلو میں بٹھاتے نہیں عاشق کو مگر
 اُن نگاہوں سے جوانی میں حیا کہتی ہے
 نکلے ہی پڑتے ہیں محرم سے اُچلے دیکھو
 جی دھڑکتا ہے کہ چوری نہ ہو دل کی ثابت
 پریش حشر میں چو کے تو وہ مجھ سے بولے
 بیچ ہیں حوروں پر سیلی و شیریں کیسی
 ہنس ہی دین دیکھ کے رونا نہ کریں ہمدردی
 آگے تربت پہ مری کہتے ہیں لو اٹھ بیٹھو
 پھیر دو دل جو نہیں دیتے ہو بوسہ یہ کیا
 ناز کہتا ہے کہ جان اسکی ہو تم جی نہ اُٹھے
 زاہد حق تو یہ ہے تم ہو بڑے بے توقع
 جب سے عاشق کے ہوئی پھول پہننا کیسا

اور یہ غصہ کہ میں روٹھا تو مناتے بھی نہیں دل ہو جاتے بھی نہیں آنکھوں میں آؤ بھی نہیں ہاتھ اٹھاتے بھی نہیں ہاتھ لگاتی بھی نہیں روز کے روٹھنے والا کو مناتی بھی نہیں چوٹ کھاتے بھی نہیں چوٹ لگاتی بھی نہیں بیٹھ جائے تو مروت سے اُٹھاتی بھی نہیں جاؤ اب پردے میں ہم تکو بھاؤ بھی نہیں شرم کی بات ہو تم ان کو دباتی بھی نہیں منہ سے نکال رہی ہے آنکھ ملاؤ بھی نہیں تم کھڑے دیکھتے ہو اور بتاتے بھی نہیں ایسے دیو نکو تو وہ دھیان میں لاتی بھی نہیں محکو رونا تو یہی ہے کہ رلاتے بھی نہیں اب تودت ہوئی ہم تکو سناؤ بھی نہیں مال پر لوٹ بھی ہو دام لگاتے بھی نہیں مارے اس ڈر کے جواز پر وہ آؤ بھی نہیں اپنے مہمان کو دو گھونٹ پلاتے بھی نہیں کپڑے دسواں ہی پھول ہیں بساؤ بھی نہیں	لطف مرنے کا دکھائیں کسے فرقت میں میر نہیں آتے وہ تو ہم جان سے جاتی بھی نہیں
اے خوش غم ہوئی الجھن جو سرِ مودل میں آنکھوں تیری میں نظر دین مری تو دل میں ہر بیٹھے بڑھتے وہی آخر ہوئی گیسو دل میں سیر سے آنکھوں میں پران ہیں پریر دل میں	

دانہ اب ڈالے گا خیال تیرا برو دل میں
 صغفایا ہے کہ آیا مجھے غش جب آیا
 اگر نمایاں کر کے ملا تے ہو مجھے یاد رہے
 جوڑ پورا دل صد چاک کا ہوا چھپا ہے
 ہجر میں ہوش نہیں صبر نہیں تاب نہیں
 کرتی ہے آنکھ تری داغِ محبت پیدا
 طرفہ سا چنپا ہے غم و دردِ محبت جس سے
 ہو گئے مست سب اٹھی جو تری منج سے نقاب
 ہے نگہ تیرا داتیسیرِ بلا تیسیرِ قضا
 ناوکِ ناز ہے آواز تری چھپا گل کی
 کرتے ہیں اپنے تصور کے مکان کی زینت
 دل سے جلتی ہوئی آنکھوں نے جو مانگا پانی
 کھینچ کر سر سے کا دبا لہ دکھائی مجھے آنکھ
 ناز اندازِ اداعہ سبزہ کرشمہ شوخی
 کہتے ہیں تیرا مکان دونوں ہیں میری مڑپاں
 اب خدا حافظ و نا صبر سے اربانوں کا
 پرگنی جان جو آیا تری افشان کا خیال
 ناوکِ ناز و ادا کا ترے اندر سے ادب
 کوئی چیز ہے معشوق کو عاشق سے عزیز

جال لاسے ہیں بچھانی کو وہ گیو دل میں
 کوئی پہلو کے بدلنے کا بھی پہلو دل میں
 چھالے ڈالینگے یہ جلتے ہوئے آنسو دل میں
 ساتھ ساتھ کبھی لے آئیں گے وہ دل میں
 اٹھ بھی اسے دردِ دل با کیوں ہو پڑ تو دل میں
 گل کھلاتی ہے تری زنگس جادو دل میں
 ڈھلتے ہیں آٹھ پہر موتی سے آنسو دل میں
 رنگ اس پھول کا آنکھوں میں گیا بول میں
 دل ہے پہلو میں مرے تیرے پہلو دل میں
 اسے پری بلکے پیکان تری گھنگرو دل میں
 دودھ آسنے لیے آئے ہیں زانو دل میں
 ضبطِ الفت نے کہا تیرے آنسو دل میں
 پھر گئی کوکب و مدار کی جعبا رُو دل میں
 لیکے آیا ہے پر نیچا نہ پریرِ دل میں
 جھوٹی باتیں ہیں نہ ٹرکان ہی نہ ابرو دل میں
 بھانسیاں لیتے ہوئے آئی ہیں گیو دل میں
 سارے آہوں کو مشرب رنگے جگنو دل میں
 حشر تین جتنی ہیں بیٹھی ہیں دو زانو دل میں
 مژہ دل میں ہے نگہ دلیں ہو ابرو دل میں

آنکھ اس آنکھ سے دیکھو نہ مقابل ہوا میر
 اسی کھڑکی سے اُتر آتا ہے جادو دل میں

<p>طرف آیا ہے پہنچنے کا یہ پہرہ دل میں جھوٹے موتی جو بھرتا ہے انہیں تو دل میں غمرہ اس شوخ سے کہتا ہے اواسے اسکی حکم و ضبط محبت کا کہ ہوا زہ فاش شوخی اس شوخ کی آنکھوں کے تصور میں بھی ہے ڈیوڑھی سے شائین تک ہو مہاک پھولگی سرد دیکھتے اشکوں کا یہ سان آہ بیٹھو خالی مشوق سے عشاق کہیں رہتے ہیں سرد گلزار سے فردوس سے طوبی انکڑے طفل اشک ٹھکے جو دوڑیں تو سنبھالو انکو ہر چکا حسرت دارمان کا تو خون اسے قاتل نخل اے یاس کہ سے دل میں رمان کا ہجوم</p>	<p>تیر جاتے ہیں چھری بن کے وہ بزدل میں اور اس غم سے گھلے جاتے ہیں اسٹول میں چمکیاں لون میں کیلجے میں تو تو دل میں آکے آنکھوں میں پلٹ جاتی ہیں آنسو دل میں بھرتے ہیں چوڑیاں آکے یہ آہو دل میں آنکھوں میں وہ گل خسار ہون خوشبو دل میں خوب آتی ہے نظر سیر لب جو دل میں دھیان تیرا ہے جوسے بارہنیں تو دل میں پیر جما ہی ہے وہ قاسم تیرا دل میں اب تو اتنا بھی نہیں ضعف تو قابو دل میں کپڑا بکھینچے ہیں چھریاں تریاں دل میں اب جگہ اتنی نہیں ہے کہ رہے تو دل میں</p>
---	--

ایک ایک ان میں شرارہ تھا جہنم کا کایہ
انگ لگ جاتی جو رہ جاتے یہ آنسو دل میں

<p>دور رخ و زلف نہ تڑپا میں یہ ممکن ہی نہیں رنگ بیری میں جوانی کے ہون ممکن ہی نہیں دیکھئے محکمہ حسن سے کیونکر ہونچا ست جذبیل اُن سے یہ کہتا ہے کہ اب کیوں آئے یون تو سنبھلے گا نہ اُلجھا ہوا ہوسوں کا حسا سادگی میں مرے محبوب کی ہے لاکھ بناؤ اُن سے مطلب کی کہی بات تو ہنس کر بولے</p>	<p>ہاے راتیں بھی قیامت میں فقط وہی نہیں پھولنے پھلنے کو اب بن ہی نہیں بن ہی نہیں مجرم عشق ہوں میرا کوئی صاف نہیں ہی نہیں تم تو کہتے تھے کہ تمام ممکن ہی نہیں سہل ساگر میں تباہ دوں تھو تو گن ہی نہیں سرے مستی سے سنور نیکی ابھی ہی نہیں بات وہ کہیے جو ممکن ہو یہ ممکن ہی نہیں</p>
---	--

<p>دار فانی میں پتا اُس کا میں کس سے پوچھوں میرے آغوش میں آنیکو جو وہ اُٹھتے ہیں ناک کش دلو نہ دیکھا تو وہ کافر بولا جب کہا میں نے کہا اب ہم سے واجب ہے اے صنم وصل میں کیا تید کہ ٹھہرے کس دن وہ جفا کو ابھی حایین نہ دوس کو سمجھیں تیغ قاتل ہے کچھی مجھ سے اہل روستھی ہے غیر کے پاس سے اٹھ کر جو میں اُن سے لپٹا اُن سے ہو وصل کی درخواست وہ چاہا میں کہیں صنعت کا تب قدرت میں رخ خطا دو نون</p>	<p>سب میں پرکھی بیان کا کوئی ساکن ہی نہیں ناز کی کہتی ہے بیٹھو بھی لیکن ہی نہیں اچھی مسجد ہے جہان کوئی مؤذن ہی نہیں آپ واجب کہیں یا فرض لیکن ہی نہیں سب ان اللہ کے ہیں کوئی براون ہی نہیں بارہویں سال کا آغاز ہے کچھ سن ہی نہیں کس کا احسان اٹھاؤں کوئی محسن ہی نہیں بولیو بیان بھی بنی نگ کی ہیں جن ہی نہیں غزہ کیون بیچ میں بول اٹھتا ہو ممکن ہی نہیں وہی اس متن کا شایع بھی ہوتا ہی نہیں</p>
<p>بے جگہ شام ہوئی جاتی ہے جنگل میں امیر ہاے کیا پہنچیں گے سفر لپہ کہ اب نہ ہی نہیں</p>	
<p>روایف واو</p>	
<p>الفت میں برابر ہے دفا ہو کہ جفا ہو ہم تم ہوں شب وصل اکیلے تو مزا ہو آئے جو مری لاش پہ وہ طنز سے بولے جو اُن سے ادا ہوتی ہے کہتا ہے مرا دل مہمان چین آج ہے میرا گل نازک گھبرا کے وہ بولے جو سنا شور قیامت آئے جو دم نزع کہا ہنکے سدا رو کیا شوق تھا مرقہ سے قیامت میں میں پہنچا</p>	<p>ہر بات میں لذت ہے اگر دل میں مزا ہو ہم سے ہوا وہ دوجیہ تم سے جدا ہو اب میں ہوں خفا تم سے کہ تم مجھ سے خفا ہو اس پر سے ہیں امتد کرے میری فضا ہو کہہ دو کہ دبے پاؤں روان باد صبا ہو دیکھو مے عاشق کا جنازہ نہ اٹھا ہو پر یوں کو تو چاہا بہت اب حوروں کو چاہا ہو کہتا ہوا اب وعدہ دیدار دوسا ہو</p>

ایسی کوئی لے دل جو خطا ہو تو مزار پر
بے پردہ جو ستوخی ہو تو در پردہ حیا ہو
گھر خانہ خرابی کا مرے گھر سے جدا ہو
تیرا ہے تری راہ میں سر جس کا خدا ہو
آخر کی تڑپ ہے یہ کچھ اس میں تو مزار ہو
چتون میں شرارت ہو تو آنکھوں میں حیا ہو
کانٹوں میں نہ کھینچ اسکو جو بھولوں میں تلاء ہو
مشاط کا بہروپ نہ عاشق سے بھرا ہو
دڑتے ہیں کہ مجھ سے نہ ملی با صوب ہو
نادک سے جدا ہو مرے دل سے جدا ہو
اتنا بھی نہ اپنا کوئی مشتاق لقا ہو

جنھیلا کے سزا دین وہ مجھے ہاتھ سولپنے
ہر رنگ میں ہے یار نیا رنگ لہا را
وحشت کو مر سی ساتھ مرے وطن نہ کرنا
تو صورت و ریاست جہاں بل جہاں ہیں
ہنس تنکے چھری پھیر گلے پر مرے قاتل
نیرنگی جن ان کی یہ کہتی ہے شب و صبح
رحم اس دل پر داغ پر اسے الفت مرگان
اس وہم سے گدھو آنسو میں چوٹی کو وہ چھپکے
اٹھ جاتے ہیں محفل سے جو بوجھ جاتی ہو گل شمع
کیا ربط ہے سینے سے کھینچے تیر تو پیکان
لایا مہ نو بدر کا آئینہ رنل میں

کیا ہاتھ میں درکار امیہ رانکو جو منہ ہدی

چھو لین گل عارض تو وہی رنگ حنا ہو

کون ہو مہم نہ ستاؤ مرے دیوانے کو
رند بہکا کے ہمیں لیکنے میخانے کو
محبیب دیکھ مر سی آنکھ سے پیانے کو
بیر زبان چار سے ہلکی ترے دیوانے کو
فوج کرنے مجھے آیا ہے کہ سمجھانے کو
رات بھر شمع سے نفرت رہی پروانے کو
بزم میں کون طلب کرتا ہے پروانے کو
دخبت رز آ کے دگا لیگی میخانے کو

بولے وہ آئے جو ناصح مرے سمجھانے کو
گھر سے ہم نکلے تھے مسجد کی طرف جانے کو
تو نے کہنت کھمی پی ہی نہیں کیا تجھے قدر
زلفین اتنی نہ بڑا ہے وہ بہت زار و خیریت
یہ زبان چلتی ہے ناصح کہ چھری چلتی ہے
ہٹ گئی عارض روشن سے تہا ری چونقاب
شمع دولت ہے جہاں آپ ہی آتے تھیں لوگ
چشم ساقی کی ادا نے یہ مجھے مونس کیا

مے کہاں فرقت ساقی مین میسر ہم کو
گور مین آئے نیکسین تو مین یہ سمجھا
شور ہو حقیقت ہے یہاں بڑا کو دہان سے زلہ
آج کچھ اور بھی پی لون کہ ساسے مین نے
باغبان ہاتھ لگا تاہنیں پھونکو تر سے
وہ کہاں دن کہ رہا کرتا تھا دُور ساعہ
رات دن خال و خطا زلف کا رہتا ہے خیال

رکھ لکے ہم سینے پہ سو رہتے مین پیانے کو
ناصح آپہنچے یہاں بھی مرا سر کھانے کو
اپنی مسجرت سے لڑا لے مرے میخانے کو
آتے مین حضرت واعظ مرے سمجھانے کو
آنکھ لگا ہوں کبھی دل کے مین بہلانے کو
آنکھ بھرتی ہے اب دیکھ کے پیانے کو
گھیرے رہتی مین ہلا مین تر سے دیوانے کو

جا بجا گل بہنیں چھلتے کے بدن پر یہ امیر
کیا ریاں پھولوں کی مین جی مرا بہلانے کو

بولے وہ مین نے کہا جی کے جو بہلاؤ کو
ساقیا دختر زکا تو بڑا رتبہ ہے
موسے ترکان یہ بہنیں گردن تری آنکھوں کے
پھیڑ ہر بات مین اچھی بہنیں یہ اسے ناصح
دل مین تیرا جو قصور ہے تو اسے رشک پری
بے ادب جا کے جو لپٹا تو منرا بھی پائی
مے پلانے کو جو ہوتی ہے قیدیوں کی طلب
اگے نزع مین تم راہ سفر کی کھوٹی
بخت واژون کو کہ اسے ساقی دوران سیدھا
خواب الفت مین وہ ہے کون ہی نعمت جو بہنیں
میری آتش قدمی سے بہنیں واقف خدا
بکلیان جان پہ توبہ کی گرانے کے لیے

منہ لگاتے بہنیں دشمن مرے دیوانے کو
بے دھرمین کبھی چھو تاہنیں پیانے کو
غول پر یون کے مین گھیری ہو میخانے کو
چٹکیان لینے کو آیا ہے کہ سمجھانے کو
دیکھنے آتی مین پر مین تر سے دیوانے کو
آگ مین پھونک دیا شمع نے پروانے کو
زہر تھوڑا سا عنایت ہو مجھے کھانے کو
رک رہے عقم گئے تیار تھے ہم جانے کو
کیا کروں لیکے مین اُٹے ہو پیانے کو
خون دل پیے کو ہے لخت جگر کھانے کو
بھون ڈالے گی یہ زنجیر کے ہر دانے کو
بدلیان گھیرے ہوئے مین مرو نہانے کو

<p>اب خدا چاہے تو مقتل میں اٹھیں جو باہر سے برق دم تلخ ہوئی ہے مرے تڑپانے کو لے اڑی ہے یہ صبا دوشنبہ پہنچانے کو</p>	
<p>یا کو محفلِ خوبان سے اڑا لائے امیر لیچھے لوٹ کے ہمارے پریشانے کو</p>	
<p>تم بادشاہِ حسن ہوا اس کو ہمارا کرو نامِ خدا جوان ہو سے ہو حیا کرو ایسا نہو محو یہ قیامت بپا کرو کہتے ہیں شاہِ جی مرے حق میں دعا کرو یارو تم اپنے پاؤں سے کانٹے چٹنا کرو کہتے ہیں بت کہ اپنے خدا سے دعا کرو پر دے سے باہر آؤ تو کیا جانے کیا کرو کہتا ہے اپنے منہ سے جو چاہو بکا کرو اپنی طرف خیال تم اسے مہ لفت کرو کہتے ہیں پہلے ہوش کی اپنے دوا کرو پہلے تم اپنے درد سے دل آشنا کرو تہا جو مجھ کو پاؤ تو کیا جانے کیا کرو</p>	<p>صدقے میں مرغِ دل کو ہمارے رہا کرو عصمت یہ اُن سے کہتی ہے اب تم چپا کرو چلتے ہو ساتھ میرے جہان سے کہ ہے یہ خوف شوخی یہ ہے کہ دیکھو وہ عاشق کو گالیاں لوہم تو آگے جاتے ہیں صحرا سے عشق میں جب پوچھتا ہوں میں کوئی تدبیر وصل کی پر دے میں تم ہوا ہے یہ عالم ہے حسن کا ہم مانگتے ہیں بوسہ تو جھنجھلا کے ہلڑیاں کیا روٹھتے ہو عکس سے آئینہ دیکھ کر جب پوچھتا ہوں اُن سے دوا درویش کی مشکل ہے اُس سو حضرتِ دل یوں تو رسمِ وراہ کہتے ہیں بزم میں تو تمہارا یہ رنگ ہے</p>
<p>کیا قدر ہے فسادِ الفت کی دان امیر کہتے ہیں ہم نہیں یہ سنیں تم کب کرو</p>	
<p>اب روٹھنے کا وقت نہیں ہے خفا نہو وہ فتنہ کیا ہے جس سے قیامت بپا نہو معتوق نام اس کا ہے جس میں دفا نہو</p>	<p>اسے تیغِ یار تلکے گلے سے جدا نہو وہ کیا خرامِ ناز ہے جو فتنہ زرا نہو حسن و وفا کا ساتھ تو اسے دل ہوا نہو</p>

اُس سے کہتی ہے شب وصل یہ حسرت میری
 ناوک ناز پر ایسا ہے بھر دسا مجھ کو
 تم تو وہ ہو کہ کبھی بوسہ لگیو بھی نہ دو
 ٹوٹ کر ابے ناسور ہو سے جاتے ہیں
 اُنکے لگیو تو بلا ہو کے پڑے ہیں پیچھے
 کوئی پامال بھی کرنے کو نہیں لیتا ہے
 تیری خفا کی آواز سے چنچ اٹھتا ہے
 دل کیا نڈھ جو میں نے تو کہا ٹھکرا کر
 منجھے دختر رز سے ہیں لگاؤ میں سوا
 تم جو پوچھو تو کرے کون تمنا سے اجل
 ہو گیا سر و تڑپ کر تو وہ بولے ہے تہے
 اسکو ذخیر میں جکڑے گی گلے کی رنجیر
 اپنے مطلب کی انہیں آتی ہیں کیا کیا گھائیں
 چکھ چکا خوب محبت کے مزے دل دھر کر
 سخت نادان ہے کہ ملتا ہے وہ پاؤں کرتے
 وہ دم رقص جو ہر بار لگا میں ٹھوکر

مجھ سے روٹھا ہے مری جان منالے دل کو
 مفت بھی لے تو کروں اسکو حوالے دل کو
 کس توقع پہ کوئی پیچ میں ڈالے دل کو
 ہاسے چھلنی کیے دیتے ہیں یہ چھالے دل کو
 بے ڈسے آج نہ چھوڑینگے یہ کالے دل کو
 مجھ کو دو بھر سے کروں کس کو حوالے دل کو
 تیرے گھنگرہ ہی تو سکھلاؤ میں نالے دل کو
 جان اپنی جسے دو بھر ہو وہ پالے دل کو
 سماکتے رہتے ہیں یہ میکے والے دل کو
 جان بھی دین نہ تقنا کو جو اوالے دل کو
 کیا ہوا آج مرے چاہنے والے دل کو
 طوق پہنا میں گے وہ کان کو بالے دل کو
 ناز سے مانگتے ہیں ناز و نیکے پالے دل کو
 لاؤ جاؤں میں کر د میرے حوالے دل کو
 کچھ بھی سمجھے تو کیلجے سے لگالے دل کو
 پھر کہاں تک کوئی سینے میں بٹھالے دل کو

کہتے ہیں شوق سے آئین مری محفل میں امیر
 ساتھ لائیں نہ مگر بوسے والے دل کو

حسن کس کام کا جو آن نہو	کیا وہ معشوق جس میں شان نہو
اے جنوں لیل اب وہاں کہ چہاں	یہ زمین اور یہ آسمان نہو
اُسکی تصویر کیسے سوتا ہوں	کہیں وہ شوخ برگ ن نہو

<p>یوں مٹا المیت خدا میں خودی ہم رہیں تم رہو وصال رہے ہو رہیں ہم تو اسے صفحہ تیر سے وہ بھی معشوق ہے کوئی معشوق زلف تجھ زار کو دکھائی واہ مست عالم کو کرتی ہے وہ اکملہ وہ اٹھاتے نہیں مرا غرور سیتوں کا عروج کیا جب تک</p>	<p>نام باقی رہے نشان نہو علم نہیں ہے جو یہ جہان نہو تو ہمارا خدا کی شان نہو جسمین جو بن ہو آن بان نہو اسپہ سوار سے جسمین جان نہو میف روشنی کی یہ دکان نہو کہتے ہیں دیکھو اسمین جان نہو پاؤں کے نیچے آسمان نہو</p>
<p>میں جو آیا کہا یہ اس نے امیر دیکھنا یہ وہی جوان نہو</p>	
<p>منہ دکھا دو جو ہر سم ندیرون کو ملے ہیں تربتون میں عید و نکو کہتے ہیں رشک سے کہ لپٹی ہیں تو وہ بت ہے جو کعبے جا سکلے ہر جہا کو ادا سمجھتے ہیں نامہ بر لا مرے خطون کا جواب اس ادا سے کیا شہید اس نے دیکھ لے حال شمع دیروانہ سیر فردوس و سایہ طوبی اور تو آسرا نہیں کوئی آنکھ خانے میں وہ کہتے ہیں</p>	<p>تو جب لاواہل رسیدون کو کیا خوشی ہے ترے شہیدون کو حسرتیں کیوں مرے شہیدون کو بت بنا دے خدا رسیدون کو کیا مزے ہیں تم کشیدون کو پھاڑ کر پھینک دے رسیدون کو خوبہا ملک شہیدون کو گھر جہنم ہے زن مریدون کو ہو مبارک ترے شہیدون کو یاس ہے آس نا رسیدون کو کوئی دیکھے تو ان مدیدون کو</p>

<p>گھورتی ہیں ترے شہیدوں کو سب یلین گے خدارسیدوں کو</p>	<p>چشم بد و زور اب تو حورین بھی جتنے بت ہیں یہاں وہ جنت میں</p>
<p>تعل خاطر تو کیا کھلے گا امیر آزما تے ہیں ہم کلیدوں کو</p>	
<p>پہلے لے لینے دوجی بھر کے بلا میں مجھ کو لیٹی جاتی ہیں زمانے کی بلا میں مجھ کو مرگ کو بعد بھی گھیرے ہیں خط میں مجھ کو اب لمحہ میں بھی جو ڈھونڈیں تو پناہ میں مجھ کو نظر آتی ہیں بلا میں ہی بلا میں مجھ کو</p>	<p>قتل کرتے ہو دکھا کر جو ادا میں مجھ کو دیکھے اُن زلفوں کو دل جان مصیبت میں پڑی حکم دے عفو کو یارب کہ کرے مطلع صاف ہاے وہ لوگ جو رکھتے تھے ہام آنکھوں میں دلو بند بجاتا ہے جس شب ترے گیسو کا خیال</p>
<p>نقش بیٹیا سے مرا کو چہ جان میں امیر کیا نگہبانوں کی طاقت کہ اٹھائیں مجھ کو</p>	
<p>جاؤ بھی کو پیار کرتے ہو تم بھی کیا مجھ کو پیار کرتے ہو کیون بھرا امیدوار کرتے ہو اور پھر آنکھ چار کرتے ہو سچ کہو کو پیار کرتے ہو میتیں تم ہزار کرتے ہو اک ٹھہرے مجھ کو پیار کرتے ہو کس کا اب انتظار کرتے ہو کیون مجھے شرمسار کرتے ہو</p>	<p>غیر سے آنکھیں چار کرتے ہو عکس آئینہ سے وہ کہتے ہیں ہے جو نفرت اسیدواروں سے دلکے دو ٹکڑے اک نگہ میں کیے بنگے اجمان مجھ سے کہتے ہیں ایک نالہ جو ہم کرین تو ابھی روز آنے کو جب کہا بولے تم ہو خیر ہے میں ہوں قتل کرو میں نے تقریب حسن کی تو کہا</p>
<p>سچ کہو کس کو دل دیا ہے امیر</p>	

جن پر نثار کرتے ہو

<p>سکھو الجھونہ واعظم سے عبت جانے بھی دو آسنو نکلے ایک چھینٹے میں بچھا دو کچا مین آگ غوث کیا تنہا ہے وہ مجمع یہاں ہے سیکھو وہ خط عارض وہ گیسو دیکھ کر آیا خیال سخت دل میرے جو دیکھے ہنکے اُس گل زکھا اُڑا ہم تم سیکھو مسجد سے بیٹھانے چلیں کون پوچھے گا تمہاری نغمہ سنجی کے حضور ابرو دو نکو اور آنکھوں کو تو اُن کی دیکھیے حضرت دل اب تو چند سے ربط پر یوں سے بستے تنگ ہو کر کہتی ہے مشاطہ اُن سے بار بار</p>	<p>منہ کی کھائیگا جو آئے پتہ منہ آنے بھی دو آتش افروز آنکو بھڑکا مین تو بھڑکانے بھی دو محتسب آتا ہے بیٹھانے میں تو آنے بھی دو غول پر یوں کا ہے اُسکے ساتھ دیوانے بھی دو پھول یہ بے فصل کے ہیں آنکو مڑھانے بھی دو یہ جو سر سجدوں میں ٹکراتے مین ٹکراتے بھی دو زہرہ اپنی سی اگر گاتی ہے تو گانے بھی دو ساعقہ ہی دو سجدو نکلے ہیں بیٹھانے بھی دو حورین جنت مین جو گھبراتی ہیں گھبراتے بھی دو اس قدر الجھونہ صاحب بال سمجھانے بھی دو</p>
---	---

ہوئے لب لیکے خود ہی بن گیا ہے بت امیر
 بات کیا ہو تم بھی چپکے ہو رہو جانے بھی دو

<p>دیکھ سکتے نہیں پیاسا مرے آنسو مج کو پھولوں کی سیج سے آتی ہے تری بو مج کو آہڑوے نگہ لطف سے گر تو مج کو سرگین آنکھیں جو آئینے میں دیکھیں تو کھا کشت ہوں دشت طرز نگہ مت مل کا ہوں وہ بلبل کبھی صبا کو آیا جو ترس چو نہیں چلتی ہیں لے لیکے کیسی چہر بیان گھر سے کیوں مجلس منہ میں لیے جاتی ہو چہر</p>	<p>روز دیجاتے ہیں پانی کوئی چٹو مج کو نیکے پہلو کے ہیں اب حور کے راؤ مج کو سب جگہ آنکھوں پہ دین صورت ابرو مج کو گھورتے ہیں یہ جگائے ہو سے جادو مج کو خطا شیر ہے موج روم آہو مج کو پھولوں مین چھوڑ دیا توڑ کے بازو مج کو دو دو تلواریں سے دھکا تے ہیں ابرو مج کو چار زانو سے بٹھائے گی دوڑاؤ مج کو</p>
---	--

<p>میری نگاہ یاس کی اک چوٹ کھا تو لے چٹکا چین میں غنچہ تو بولا جھپک کے یار سو سلی پڑے ہین عیش میں تڑپتی ہے برقی طور ہنستے ہین اوچھو زخم تو خوش ہو کو تو بھی ہنس اے ضعف اس قدر تو کھلا میرے جسم کو ہر وار میں نمک کی بھی چنگی چلی ہی جاے</p>	<p>بیدر و پھر میں دیکھوں کہ درو آستنا نہو ٹوٹا کمین مرا ہی یہ بند بربا نہو پردہ تہار سے رخ سے کہیں بہٹ گیا نہو یہ تو ہنسی کی بات ہے ظالم حنف نہو آئیے میں بھی شکل مری رونما نہو کس کام کی تڑپ ہے وہ جس میں مرا نہو</p>
<p>حسرت سے دیکھتا ہوں جوان کی طرٹ امیر کہتے ہیں دیکھو دیکھو کوئی دیکھتا نہو</p>	
<p>حکم دربان کا ہے عشاق سے سر کو سر کو بد شکونی دم رخصت نہ کرو گرم نہو ہند میں آکے ہے آئینہ مصاحب ان کا تھا وہ پیاسا جو گیا غلہ میں دل نے پوچھا مختلف جھروں میں بن بنکے جو تھٹھے ہین کون میخوار ہے ذی رتبہ جہان میں مجھسا نا خدا ہے جو خدا پار ہے بیڑا تیرا محتسب نے تو کیا دونوں کا خون اور ساقی ملکے بیٹھا میں شب وصل تو جھنجھلا کے کہا پھیر کر گردن بسل پہ چوڑک جاتے ہین میری ایذا کا ہے کب وادی دشت خوابان پھیرنا آنکھ کا اچھا نہیں مجھ سے قاتل</p>	<p>ہاے جاوین یہ کہاں چھوڑ کے تیرے در کو ٹھنڈے ٹھنڈے مری جان جاؤ سدا رو گھر کو مزدہ دے روم میں جا کر کوئی اسکندر کو پہلے تسنیم کو پی جاؤن کہ میں کو شر کو کیا بلا دیر بن یا ہے خدا کے گھر کو تاک دیتا ہے کینری میں مجھے خوسر کو پھینک کر توڑ کے کشتی سے الگ لنگر کو رو میں میخوار ترے شیشے کو یا ساغر کو دم گھٹا جاتا ہے گرمی سے ذرا تو سر کو ذبح کرنے کا سکھاتے ہین چلن فوج کو پاؤں سے کہتی ہین کانٹوں کی زبانیں سر کو پھیر دے اس سے تو گردن پہ مری خنجر کو</p>
<p>اس قدر ہے ادب پیر معان مجھ کو امیر</p>	

بے وضو یا تھ لگاتا نہیں مین ساغر کو

آج وہ چھاؤن مین تارونکی سد ہارے گھر کو
ہارے برسات کی رٹ مین وہ سد ہارے گھر کو
کو سے قاتل کو چلین ہم تو عدم کو پہنچین
دیکھو کیا ڈھیٹ ہوا ہے یہ دل خانہ خراب
راہ میخانے کی ہم بھول گئے ہیں زاہد
دل جو چھٹک جاے تو ٹھنڈا ہو کلیجا میرا
دیکھو اب خانہ خرابی مجھے لیچا سے کہاں
گھر سے ہم داوی وحشت کی طرف چل نکلتے
دوبنا دل کا جواشکون مین ہمیں یاد آیا
کہتی ہے یاد وطن مجھ سے نہ زود خطاب مین جا
مین نے پوچھا جو پتا گھر کا پکڑ کر بولے
خانہ بردوش مین ایسے کہ بگو لے کی طرح
دم نکلتے ہی ہوئی لاش جو ایسی دو جبر
جب اُترتی تین فلک سے تو یہ مین آتی تین
کیا خبر تھی کہ گران ہو گا ہم را آنا

لگ گئی آگ دھندلکے مین ہمارے گھر
پھونکدے پھونکدے سے ابرق ہمارے گھر
راہ جاتی ہے ادھر ہو کے ہمارے گھر کو
پوچھتا تم سے ہے رستے مین تمہارے گھر کو
لے نواب اٹھکے جو پہنچا دی ہمارے گھر کو
خوش ہون مین آگ لگا دے کوئی ساکے گھر کو
نگھرا کر کے تو ہیں آپ سد ہارے گھر کو
چھوڑ کر خانہ خرابی کے سہارے گھر کو
رو دیے دیکھ کے دریا کے کنارے گھر کو
چھوڑ غریب کو پلٹ چل مرے پیارے گھر کو
ہم سے پوچھا نہ کرے کوئی ہمارے گھر کو
باد صرصر لے پھرتی ہے ہمارے گھر کو
کیا ہوئی ہم سے محبت تھی جو سارے گھر کو
ساک رکھا ہے بلاؤن نے ہمارے گھر کو
ہم تو گھرا پت سمجھتے تھے تمہارے گھر کو

خیر دل کی نہیں افشان کے تصور مین امیر
ایک دن پھونک ہی دینگے یہ نثارے گھر کو

زاہد وسیکدے مین چل بیٹھو
میری باری ہے اب سنبھل بیٹھو
فصل گل ہے چمن مین چل بیٹھو

سجدون مین نہ بے محل بیٹھو
یار و پڑتا ہون مین غزل بیٹھو
گھر مین سونہ آج کل بیٹھو

<p>دیکھو نکلی شہیناز کی لاش کہہ رہی ہے یہ سوزن ساعت جب میں اٹھتا ہوں کوئے قاتل سے شوق ویدار کا تقاضا ہے درد کہتا ہے مجھ سے رہ رہ کر وہ جو اٹھتے ہیں فتنے کہتے ہیں بزمِ ماتم کسی کی سونی ہے دیکھو دیکھو وہ آئینہ آیا یا دراجباب رفتہ کہتی ہے دولوں ہاتھوں سے تمام لود لکو بقیہ راون کی دیکھنا ہو جو سیر کشتہ ناز کے ہیں بھول اسو جان</p>	<p>تم بھی گھر سے ذرا نکل بیٹھو چلنے والوں نہ ایک پل بیٹھو روک کر کہتی ہے اسل بیٹھو شتر میں سب سے پہلے چل بیٹھو دیکھو اٹھتا ہوں میں سنبھل بیٹھو ہے تھیں سے چہل پہل بیٹھو دو قدم پر تو گھر ہے چل بیٹھو چوٹ پڑ جائے گی سنبھل بیٹھو کسی نیکی میں اب تو چل بیٹھو آہ کرنا ہوں میں سنبھل بیٹھو کبھی چلن سے تم نکل بیٹھو جی میں آئے تو تم بھی چل بیٹھو</p>
<p>ہو جو سجدین دل گرفتہ امیر کسی بھیٹی پہ کیوں نہ چل بیٹھو</p>	
<p>رازِ توحید کا جو ظاہر ہو کوئی رحلت سے آئی سے آواز شبِ فرقت دراز ہے دیکھیں سخت منزل ہے امتحان کی جگہ کیا مزہ ہو جو فرج سے پہلے اتنی وابستگی جہان سے ہے کیا</p>	<p>ایک منظور اور ناظر ہو کہ خبردار اسے مسافر ہو عمر آخر ہو یا یہ آخر ہو ٹھہرے ایوب سا جو صابر ہو پاسے قاتل پہ لڑتا ہو شہر بیگانہ تم سامنے ہو</p>
<p>اول عشق میں یہ حال امیر</p>	

مکہ از ہی مین آخند ہو

نہ آؤ تم تو حرا ج چین بحال نہو
ہے ایک عمر سے وہاں اس سے مال نہو
نخل پل سے بہت تیغ ناز و کھ اسے یار
یہ غیر سے ہے محبت کہ مین جو ہوں بیمار
جو اوچھے زخم بھی ہستہ مین یہ دوا ہوں
یہ چاہتا ہے تجھ کو وہ نون ہوں نصویر
دم خوام یہ کہتی ہے پاؤں کی چھاگل
خوشی کی دل مین تنہا بھی کر نہیں سکتا
کرد بناؤ سنوارو تم اپنے گیسو کو
عروس مرگ سے بھی مین لپٹ نہیں سکتا
ہستی جو زلفت یہ چہرے کی روشنی یہ بھیلی
تر سے مرہٹن محبت کو کوئی کیا جانے
یہ کہو رہتا ہے اظہار دوستی مین بھی خوف
بہت ہوئی مین زمانے مین لوگ شادی مرا

شجر ہمال نبو گل کا چہرہ مال نہو
شب فراق مین ذکر شب وصال نہو
کوئی غریب کہ مین سے چھری صال نہو
وہ دیکھنے کو نہ آئین جو غیر حال نہو
مہنسی ہنسی مین کیو کہ مین مال نہو
اوتھر جواب نہو کچھ اوچھستہ مال نہو
وہ سر فراز نہیں ہے جو پایمال نہو
خیال ہے تر سے غم کو کہ مین مال نہو
پر اس قدر کہ پریشاں کسی کمال نہو
خیال ہے کہ آئین اور کچھ خیال نہو
مین ڈر گیا کہ مین سے شب وصال نہو
دہی بتا سے گا یہ حال جہین حال نہو
کہ دشمنوں کو تہار سے کہ مین مال نہو
شب وصال ہے اپنا کہ مین صال نہو

منو و خط رنج یار سے ہے خوف امیر

کہ خضر کو بھی کہ مین زندگی وصال نہو

مار ہی ڈالتے مین گیدون والے دل کو
کیسے الفت مین پڑے جان کے لالہ کو
ہوں مین مکیں کوئی ہدم سے نہ غموار مرا
ساک کرتی رہی سینے پہ لگائے ظالم

پیچ پر پیچ مین اندر بچا لے دل کو
اس مصیبت سے اب اندر نکالے دل کو
ور وہی اٹھکے سنبھالے تو سنبھالے دل کو
یوں ہی نکلے مری حسرت کہ نکالے دل کو

<p>لوٹا ہے دل دیوانہ پلٹنے کے لیے چوم کر آنکھوں میں رکھ لوں انہیں تپتی کٹی طرح شع سان کیا ہے مجھے حاجت دریا پے غرق اُسی سامنے آئی تو کہا جھنجھلا کر میرے پہلو میں تری طرح وہ کجریٹھے ہوں جوان اندر پیری سے لگڑتا ہوں میں جہان بیٹھے کے روتا ہوں بہنی ہوتی ہے سمجھے ہیں دیکھنے والا جو تری آنکھوں کا سمٹا جاتا ہے مرا حشر میں رویاں رویاں سیکھ راہ ہوں بہتر ہے مجھے چادر آب</p>	<p>ساؤ لے رنگ کی پران ہین وہ گیسو مجکو یا دلو اتے ہین جگنی تری جگنو مجکو آپ لے ڈوبے گا میرا عورتی و مجکو دیدے پھوٹن ترے کیوں گھورتی ہو تو مجکو در دل ایسا بتا دے کوئی پہلو مجکو کہ جہن سے دہنا دے کہیں ابرو مجکو ہر جگہ کرتے ہین رسوا مرے آنسو مجکو کیسے شرماتے ہین اب دیکھ کے آہو مجکو شرم عصیان نے بنایا ہے لب مجکو ہے حباب لب جو تکیہ پہلو مجکو</p>
--	--

کون پہنچا ہے مجھے کو پہنچاں تک امیر
لے چلین کاش بہا کر مرے آنسو مجکو

<p>چین آتا نہیں دم جس کسی پہلو مجکو عالم غش میں بھی ہے الفت گیسو مجکو میرے قاتل کو ترپنے سے ہر کسی نفرت کشتہ عشق ہوا دیکھ کے آنکھیں اسکی انگہ شوق سے کہتی ہے عصمت اسکی کیون نہ مصنون ترے گوہر دندان کتلین عاشق چشم ہوں دل لوٹ کے رہ جاتا ہے ضبط سے اور محبت میں کلا گھٹتا ہے ہوں وہ میخوار کہ بھٹی میں ملی شوکتِ جہم</p>	<p>اتنی تکلیف تو اسے دروندو سے تو مجکو چاہیے تلخ نافر آہو مجکو ذبح کرتا ہے دبا کر تیرا تو مجکو شیر کے منہ پہ لگا لے گئے آہو مجکو کہ اچھوتا مرا پسند ہے نہ چھو تو مجکو طبع سنجیدہ کی ہاتھ آئی ترازد مجکو لفظ آتا ہے جو قید می کوئی آہو مجکو آنسو پیتا ہوں تو جو حباتا ہے اچھو مجکو ٹاٹ سند ہے سب تو تکیہ پہلو مجکو</p>
--	---

<p>چشم و ابرو کے اشاروں سے ہوا نکلت بار بار اس گلِ خوبی کا سہنا شبِ وصل ہوں وہ خوش چشموں کا عاشق کہ خضر ہوا اجا سب کو سنجیدہ کیا خود نہ ہوا سنجیدہ آہ و جان یہ کمیخت ہیں سب کے دشمن اس توقع پہ پھر راکر تا ہوں نگار و نین کس کی آنکھوں کا ہوں وحشی کہ خوشی کا ماری روح ہوتی ہے جو غصت تو یہ کہتا ہو بدن</p>	<p>زیرِ شیرِ بلا تے ہیں یہ آہو مجکو یا دلو اتے ہیں شرما کے لجا لو مجکو چھانٹ کر بھیجتے ہیں سختے میں آہو مجکو طالع بد نے کیا سنگ ترازو مجکو مار ڈالین گے ڈبو کر مرے آنسو مجکو کہ کسی گل سے کبھی آئے تری بو مجکو بھرتے ہیں جو کڑیاں دیکھ کے آہو مجکو اسیدن کے لیے لائی تھی یہاں تو مجکو</p>
---	---

پھونک ہی دیتی مجھے گرمی رخسارِ امیر
اپنے سائے میں نہ لے لیتے جو گیسو مجکو

<p>حسرت آئی یہ انھیں دیکھ کے بسمل مجکو دیکھت نیند جو آئی دم بسمل مجکو تو ہو کچھ درد سے آگاہ میں بیداری سے ہو سے پر ہو سے دم فوج اشاروں میں ہو چٹکیاں لیتا ہے پہلو میں مرے آنکھ پہر آنکھ جھپکے نہ پتنگوں سے تو اس مجمع میں پھر مڑہ تجکو چکھا دوں میں دل آزادی کا کچھ اس انداز و دناز بھرے ہاتھ چلے شبِ غم کون ترس کھا کے ہے روینوالا نا توانی نے بنایا ہے مجھے نقشِ قدم کچھ خبر مجکو نہیں ہے کہ کہاں جاتا ہوں</p>	<p>چلبلا ایسا ہی بلجاسے کوئی دل مجکو اپنے زانو پہ سلا رکھے گا قاتل مجکو دل مرا تجکو ملے اور ترا دل مجکو اچھی سوچھی یہ تیہ خنجرِ قاتل مجکو دلربا بن کے سستا ہے مرا دل مجکو پھونکدے پھونکدے ہے گرمی محفل مجکو چاروں کو بھی جو بلجاسے ترا دل مجکو آگئی نیند تیہ خنجرِ قاتل مجکو کبھی رو لیتا ہوں میں دل کو کبھی دل مجکو پاؤں رکھتا ہوں جہاں ملتی ہو منہ دل مجکو کہیں کھینچے لیے جاتا ہے مراد دل مجکو</p>
--	---

<p>گھر تلک آ کے مرے لیگئی منزل مجکو گد گد اوتا ہے ارمان بھرا دل مجکو میرے بید نہ جا چھوڑ کے بسمل مجکو</p>	<p>وہ مسافر ہوں ہوا دفن بھی اپنے گھر میں بن سوز کر جو نکلتے ہیں اوھر سے وہ کبھی دست بازو کی بنویس اور لگا دو اک ہاتھ</p>
<p>اسکی رحمت سے جو ہو خاتمہ بالخیر امیر پھر ہے سب سہل کر ٹپی ہو یہی منزل مجکو</p>	
<p>پھیر دو پھیر دو اسے جان مراد دل مجکو یا وائی کسی محبوب کی منزل مجکو نیشتر بنکے نہ چھیڑے غلش دل مجکو وہ دین آتے ہیں کیوں دیکھ کر بسمل مجکو اٹھکے تعلیم کو لے پر وہ محمل مجکو ہوے اترے ہوئی ہار اُنکے سلاسل مجکو ہر گولے میں نظر آتا ہے محمل مجکو نخلی میں اُنکھ سے باہر تو ملا دل مجکو عکس دانتوں کا پہناوے گا حامل مجکو لیگیا پیاس میں قاتل لب ساحل مجکو سر سے دے دوڑ کے گرد پس محمل مجکو پاؤں چومے گی جو پائے گی سلاسل مجکو بھیک دینے وہ بڑھے جانے سائل مجکو کہ دیے آنکھوں میں رکھ لینے کے دول مجکو</p>	<p>بوسہ دیتے نہیں پھر دیتے سے حامل مجکو خنچے خورون کے جو فردوس برین میں دیکھے سائنس کے ساتھ رگہ جان سے ہوتا ہے اُسکے بھرنے کہا کیا میں کوئی مرشد ہوں ہوں وہ مجنون کہ جو لیلیٰ کی طرف جانکوں اس تمنائیں کہ بجا میں سمجھے اٹھ نہ سکا دشتِ وحشت میں آنکھوں میں ہی جو لیلے وہ نگہ کہتی ہے کس گھر میں نہیں میری جگہ وہ نزاکت سے یہ کہتے ہیں نہ پہنوں گامین ہار تشہ لب دیکھ کے کھینچا مجھے خجری طرف شوقِ نظارہ لیلے جو بنائے اندھا شوقِ بابوس کیسا ہے مجھے دشت میں گڑا گڑا کر کچھ اس انداز سے بوسہ مانگا ساری دنیا مجھے اس پر دے میں اللہ زوی</p>
<p>یاد اس شوخ کی تڑپائی ہے اسکو جو امیر چھین لینے نہیں دیتا ہے مراد دل مجکو</p>	

<p>کم نہیں ہوئے مگر سے جسم لاغر دیکھ لو میری جھرت پر عبث ہو اس قدر حیران تم دیدہ بلیل سے لفظ رِخ گل کا کرو نزع میں ابھی جو آئی اُس نے کوٹھے سے کہا باغ میں تم نے کیا طاموس کو تو پانہال حسن میں بیجا سے یکتائی کا دعویٰ جان من نزع میں جاتے تو ہوا لین سے مجھ پرار کے</p>	<p>فرق کیا ہے ہو گئے ہم تم برابر دیکھ لو اک ذرا آئینہ اپنے آگے رکھ کر دیکھ لو فاختہ کی آنکھ سے قہر صنوبر دیکھ لو سر اٹھا کر ایک ذرا نیچے سے اوپر دیکھ لو کوہ پرست کبک اب اُسکو بھی چل کر دیکھ لو اک حسین ہے اور آئینے کے اندر دیکھ لو اک نظر آنکھوں کا صدقہ اور چہرہ کر دیکھ لو</p>
<p>سوچ کیا نظر رہ برقی تھلی میں امیر کھول دو آنکھیں دکھائے جو مقدر دیکھ لو</p>	
<p>ہو وصل پر دلی کی کہیں اُس میں بو نہ ہو زاہر شراب ناب سے جب تک وضو نہ ہو پہلو سے دل جدا ہو تو کچھ غم نہیں مجھے دہ گم شدہ ہوں میں کہ اگر چاہوں دیکھنا قاتل لکار ہا ہے جو تیغ گتھ سے ختم لنا تو کیا حق کو لگائیں نہ ہاتھ وہ سجد میں میں نے شیخ کو چھیڑا یہ کہلے آج منہدی لگاتے ڈرتے ہیں کہتے ہیں بار بار عش آگیا ہے بجو گمان اور کچھ نہ کر شاخیں اسی کی ہیں یہی جڑ ہے فساد کی تو ہو تو ہنکڑہ مجھے کہے سے کم نہیں میں اُن کو دیکھتے ہی جو کل بوٹے لگا</p>	<p>تو ہو تو ہوں ہوں میں اگر ہوں تو تو ہوں قابل ٹھیلایا سینے کے سجد میں تو ہوں اسے درود دل جدا مرے پہلو سے تو ہوں آئینے میں بھی شکل مری رو برو ہوں منظور ہے کہ چاک بگر میں رفو ہوں جب تک شریک خون صزار آرزو ہوں مے لاؤں میکہ سے جو آب وضو ہوں شامل کسی شہید کا اس میں لہو ہوں اچھا ہوں میں اُو اس مری جان تو ہوں پہلو میں دل نہ تو کوئی آرزو ہوں کعبہ صتم کدہ ہے جو کعبہ میں تو ہوں ہو لے تھارے مارے کوئی خور و ہوں</p>

<p>ایذا پسند ہیں وہ ترسے نہیں یوں میں ہم صحنِ چمن ہوا برہو شیشہ ہوجام ہو آنسو بہا سے میں نے جو جھل میں تو کہہ کہتے ہیں سامنے ترسے اے بیٹھیں ہم مگر ساری چمک دمک تو انہیں موتیوں کی ہے</p>	<p>دوڑے ندول جو زلف تری مشکبو نہو یہ سب تو ہوں غضب ہو کہ پہلو میں تو نہو دیکھہ اس قدر نہ رو کوئی بے آبرو نہو یہ شرط ہے کہ آگے کوئی آرزو نہو آنسو نہوں تو عشق میں کچھ آبرو نہو</p>
<p>ابھی آئے بھی جاتے ہو جلدی کیا ہو دم لیلو نہ دو ہوسہ نگاہ لطف ہی پر دل صند لیلو گلا خنجر پہ میں نے رکھ دیا آتے ہی تو بولے سو میخانہ آنکھ سے جو قاضی دخت رز بولی زمین گور ہر مہمان سے اپنے یہ کہتی ہے خدا نے دن یہ دکھلایا کہ وہ بت بہمان آیا خبر ہے حضرت مجنون کہ آئی تجھ میں لیلے فراق یار کا دن کم نہیں عاشور سے نالو دکھانا ہے جو زور نشہ بسم اللہ میخوارو نہ ملنے تک یہ اسے شیخ حرم سارا تقدس ہے ابھی تو آتا نو خاک میں گرا جاؤ تم ساتون چمن سے پیئے کوہے میکشو برسات میں ملازم نہیں کچھ انتہا اس ترک کو کشتوں کی عیسیٰ غرض تو میکشوستی ہے ہو تکرار سے حاصل</p>	<p>پر دے میں آنے کے یہ دل ہوا میر کا پہچان لے جو وہ تو کبھی رو برو نہو</p>
<p>نہ چھوڑو گا میں جیسی چاہو تم مجھے قسم لیلو تمہارا مال ہے تم دیکے قیمت بیش و کم لیلو کرینگے ذبح ظہر و کیوں مرے جاتی ہو دم لیلو بڑے مرشد ہیں حضرت میکشوا اٹھو قدم لیلو اتر جائے تھکن آگے کر ٹی منرل ہو دم لیلو ملے تو شیخ سے کہہ شکے دو دن کو حرم لیلو نہ پہنچے ہاتھ محل تک تو ناتقے کے قدم لیلو اٹھاؤں تعزیر میں اپنے دل کا تم علم لیلو فلاطون سے نہ ہاتھ آئے اگر خرم جام جم لیلو برہمن دے تو مسجد سے کر کے مٹی کا تم لیلو جو میر سے سر سے اپنے سر پہ میرا بار غم لیلو نہ پیچھے تو کراہیہ دیکے رضوان سے رام لیلو کہان تک تم کہو گے نہ سو تھکا جاؤ گے دم لیلو ملے پیر مرغان سے جب قدر مویش و کم لیلو</p>	<p>نہ چھوڑو گا میں جیسی چاہو تم مجھے قسم لیلو تمہارا مال ہے تم دیکے قیمت بیش و کم لیلو کرینگے ذبح ظہر و کیوں مرے جاتی ہو دم لیلو بڑے مرشد ہیں حضرت میکشوا اٹھو قدم لیلو اتر جائے تھکن آگے کر ٹی منرل ہو دم لیلو ملے تو شیخ سے کہہ شکے دو دن کو حرم لیلو نہ پہنچے ہاتھ محل تک تو ناتقے کے قدم لیلو اٹھاؤں تعزیر میں اپنے دل کا تم علم لیلو فلاطون سے نہ ہاتھ آئے اگر خرم جام جم لیلو برہمن دے تو مسجد سے کر کے مٹی کا تم لیلو جو میر سے سر سے اپنے سر پہ میرا بار غم لیلو نہ پیچھے تو کراہیہ دیکے رضوان سے رام لیلو کہان تک تم کہو گے نہ سو تھکا جاؤ گے دم لیلو ملے پیر مرغان سے جب قدر مویش و کم لیلو</p>

ہم اُسکے قد کے مین عاشق ہیں کیا غیر مطلب
عہت کہتی ہے یہ قمری صنوبر کے قدم لیلہ

امیر اس عیسیٰ دوران کو خط لکھنا جو ہو ملک
خاک سے مانگ لو کا غد غطار و سحر قلم لیلہ

جو وقت ہو سہ ایذا ہو دریا بھی لعل جانان کو
اُتار دل مین آنکھیں دیکھ کر اُس شاہ خوبان کو
اُگلون سے جا کے مین نے داغ دل پر ملا دئے
خدا نے عین کو تیر سے عجب تاثیر بخشی ہے
بہرور و رو کے ان آنکھوں کو ایسے گل کھلاؤ مین
جل آئے کہیں پیری مین ہم اس دروہ چھوٹیں
مین اٹھا ہوں تو کانٹے پاؤں پر پڑ کر یہ کہہ مین
جب اگلی صحبتیں یاد آتی ہیں یارانِ رفتہ کی
نسلی یا ورخ مین جب کسی صورت نہیں ہوتی
وہ آنکھیں تانکتی ہیں اوٹ سو مژگان کی دل میرا
اگر یوں کھٹکے جیسے دل مین وہ مژگان کھٹکتی ہو
سوا اب خاک ہو نیلے نہیں حسرت کوئی باقی
قیامت سے نہ دوں تشبیہ کسی چال کو کیونکہ
تر پنا جانان لذت ناوک سے اسی قاتل
گیامین بزم جانان تک تو بولے وہ سکندر سے
مین اُس پردہ نشین کی جامہ زیبی کا ہوں یونہی
عہت ترکش مین قاتل کچھ کھنکھاتا ہے

گہر کی طرح بیرون توڑ کر مین اپنے دندان کو
جگہ پہلو مین دی پریوں کے لالچ و سلیمان کو
بہنیں بشم پینا آگیا ہے یہ کاسستان کو
یہ لغت دیکھنے سے سیر کر دیتی ہو مہان کو
جہن سے دیکھتے آئے ہیں مین پیری زندان کو
شکستہ حال بیکھا نہیں جانا ہو دندان کو
اجی بٹھو بھی کیوں ویران کرتے ہو بیان کو
نکل کر گھر سے دیکھ آنا ہوں گور غریبان کو
تو بولے دیکے آنکھوں کو نکالیتا ہوں مژگان کو
کہ پریان جھانکتی ہیں ان جھرو کو نسو سیلان کو
مژدہ کی طرح رکھوں آنکھ پر حسرت مٹیلان کو
کہ مٹی ہو گیا جی دیکھ کر گور غریبان کو
اٹھا کر راہ مین چلتے ہیں فتنے جسکے امان کو
نہ مین سو خار کو جانوں نہ پہچانوں مین پکان کو
اٹھاؤ آئے کو بیٹھنے دو میرے حیران کو
چھپائے رکھتی ہو پری مین عصمت جسکے لان کو
مجھے دے چیر کر پہلو مین رکھوں تیر پکان کو

تصور قید مین ہے امیر اک بت کی آنکھوں کا

پر نچانہ بنا رکھا ہے میں نے اپنے زندان کو

غضب ہے اپنے عیبوں کا خیال تو نہ انسان کو
کریں مجھ سے محبت میں تو بھوکا ہوں محبت کا
میں اک غربت زدہ باقی رہا تھا میں بھی آتا ہوں
نہ جانے دین نگہبان مجھ کو زندان سے نہیں پڑا
میں اسے بت مصحفِ رُح کو ترے چھوکر ہوا مجرم
ملاحظہ ناؤ کہ فلک کی جو وقتِ صید یاد آئی
خیال آسو وہاں خاک کا دل سے نہیں جاتا
پر ہی کو بھی اترتے یوں نہیں دیکھا ہوشیے میں
اُن آنکھوں کی نظر بازی میں دل کھو گیا میرا
جو ملتا ہے یہ سہمی میں تو سہمی رنگ لائی ہو
جگر کو ڈھونڈتی پھرتی ہے تیغِ ناز قاتل کی
دبا رکھا ہے اُس نے ایک مدت سے گلا میرا
بہت ہی مختصر ہے وصل کی شب کچھ بڑھا جائی
بہار گل میں کام آئے ترے ایچہ و حفت
کیا تھا شام کو نالہ تڑپ کر تیرے وحشی نے
بہت ہی زور پر دستِ جنونِ ناصح الگ رہنا
ہو اسے گل اسے کہتے ہیں ای بلبلِ کج گل میں
میں وہ بدست وحشی ہوں جو میرا دسترس چلتا

کیا ہے شرمِ عربانی نے خمِ تمشیرِ عربان کو
اٹھا رکھیں بیٹھم اپنی نعتیہ سے الوان کو
مبارک باد دے آئے کوئی گورِ عربان کو
مری زنجیر کے نالے تو جاتے ہیں بیابان کو
مسلمان راہزن ہو سے دیا کرتے ہیں قرآن کو
دہانِ زخم نے چوسا مرے لے لیکے پرکان کو
ایسے پھرتا ہوں اپنے ساتھ میں گورِ عربان کو
عجب انداز سے تو نے اُسا را دل میں پکان کو
لگا ہوں میں اڑا کر لگی میں پر بیان سلیمان کو
پسند اس واسطے کرتے ہیں وہ خونِ شہیدان کو
کیسے دل میں جا بیٹھوں دھن ہو اسکی پرکان کو
کوئی جھٹکا تو دے اسے پچہ و حفتِ گریبان کو
مری خاطر سو دم بھر کھول دو زلفِ پریشان کو
لگا رکھا ہے میں نے لیلے اپنے گریبان کو
ہلایا زلزلے نے صبح تک دیوارِ زندان کو
ترا دامن نہ پکڑے چھوڑ کر میرے گریبان کو
لیے پھرتا ہے ہر طاؤس ساتھ اپنے گلستان کو
بنا تو کمون کی ڈاٹ واعظ کے گریبان کو

امیر ایسی کہان قسمت کہ پہنچوں اڑ کر پھولوں تک
کبھی چاکِ قفس سے جھانک لیتا ہوں گلستان کو

<p> ہمارے کیونکر قصہ پہ قابو ہو یار ہو میں ہوں ساقیا تو ہو کیا سبب ہے کہ چین باہر ہو شانہ ہو اور اُس کا گیسو ہو تیغ باندھو جو زور بازو ہو کس سے تعریف تیغ ابرو ہو رنگ میں رنگ بو میں غم ہو جاے ساغر جو چشم آہو ہو کبھی خالی نہ اپنا پہلو ہو دہی فردوس ہے جہان تو ہو </p>	<p> گردِ غیب رنج میں تو ہو جام ہوشیہ مہلب جو ہو بوسہ کب چاند سی چین کا لیا آنسو اور دہ رنج روشن عشق ابرو ہے عاشق و مشکل بات کہتے زبان کشتی ہے کیا تہا رالے چن میں نشان عاشق چشم بھی شراب پین پاس سے تم اٹھو تو دل بیٹھے قد ہے طلبے تو لب ترے کوثر </p>
<p> شام ہی سے ہو یہ دہلی کہ سحر ہونے دو کب سے برباد ہے آباد یہ گھر ہونے دو یار کا آئینہ خانے میں گزر ہونے دو یا ادھر ہونے دو یا کج کو ادھر ہونے دو لا دو اسے جو مرا درو جب گھر ہونے دو ہونے دو سارے زمانے کو ادھر ہونے دو ہے جو اُس پر بھی تھا درو جب گھر ہونے دو لاک ذرا گو غریبان میں گزر ہونے دو جان میں رات گزرنے دو سحر ہونے دو </p>	<p> وصل کی رات تو راحت سے بسر ہونے دو ناوک ناز کا پہلو میں گزر ہونے دو دیکھنا کیسی برابر کی پڑینگی جو ٹہین وصل ہو قتل ہو جو نہ نظر ہو جو جاے جسے یہ درو دیا ہے وہ دوا بھی ہے گا میں غریب اور غریبوں کا خدا والی ہے تکلانے میں ترپنے میں کمی کی کس دن کبر سب خاک میں مل گیا معسرون کا ذکرِ حضرت کا ابھی سے نہ کرو بیٹھو بھی </p>
<p> شام ہی سے ہو یہ دہلی کہ سحر ہونے دو کب سے برباد ہے آباد یہ گھر ہونے دو یار کا آئینہ خانے میں گزر ہونے دو یا ادھر ہونے دو یا کج کو ادھر ہونے دو لا دو اسے جو مرا درو جب گھر ہونے دو ہونے دو سارے زمانے کو ادھر ہونے دو ہے جو اُس پر بھی تھا درو جب گھر ہونے دو لاک ذرا گو غریبان میں گزر ہونے دو جان میں رات گزرنے دو سحر ہونے دو </p>	<p> وصل کی رات تو راحت سے بسر ہونے دو ناوک ناز کا پہلو میں گزر ہونے دو دیکھنا کیسی برابر کی پڑینگی جو ٹہین وصل ہو قتل ہو جو نہ نظر ہو جو جاے جسے یہ درو دیا ہے وہ دوا بھی ہے گا میں غریب اور غریبوں کا خدا والی ہے تکلانے میں ترپنے میں کمی کی کس دن کبر سب خاک میں مل گیا معسرون کا ذکرِ حضرت کا ابھی سے نہ کرو بیٹھو بھی </p>

<p>ہم تصور میں نہ کھینچیں یہ نہوگا ہم سے تو سہی مجھے سوا خبر تڑپ کر پھینچے وصل دشمن کی خبر مجھ سے ابھی کچھ نہ کہو ہاے وہ وصل کی شب اٹکا ادا سے کہنا جاگ کر کاٹتے ہیں ہجر میں ہم بھی راتیں شوق سے تم ہو دروہام پر سرگرم خرام آنے دو آنے دو زلفوں کو ذرا گالوں پر خواب میں آکے وہ بولے مری راہوں سے</p>	<p>لاکھ نازک ہے حسینوں کی مکر ہو نے دو میرے دل تک تو ذرا اسکا گرز ہو نے دو ٹھٹھرو ٹھٹھرو مجھے اپنی تو خبر ہو نے دو باندھتے دو مجھے جوڑے کو سحر ہو نے دو کھینچتے ہوتے ہیں گریز کے گھر ہو نے دو دو لون عالم ہوں اگر زیر و بر ہو نے دو شاہد شب کو ہم آغوش سحر ہو نے دو بے خبر کو نہ خبر و از خبر ہو نے دو</p>
<p>چھیرتے کیوں ہو جوانی میں حسینوں کو امیر رات ہی بھر کا یہ جو بن ہے سحر ہو نے دو</p>	
<p>ردیف ہاے ہوز</p>	
<p>کتنی ہے گرم دست رز کی ادا تو دیکھ اے گل بہار جاتی ہے رکھا ہو گھر میں کیا بت سنگ طور کے ہیں زے سنگ ہی نہیں وہ رخ بھی لاجواب وہ گیسو بھی برہن اب تو نہ بند کر رہ میخانہ مختب</p>	<p>واعظ ذرا سی پیکے تو اس کا مزا تو دیکھ بلبل کا سن نہ حال چین کی فضا تو دیکھ زادہ کدھر خیال ہے نوجوان تو دیکھ کبے کا دیکھتے نہ سہی کا لکا تو دیکھ نکلا ہے چاند عید کا سوے سما تو دیکھ</p>
<p>اُس آستان کو عرش سے تشبیہ دی امیر پہنچا کہاں رسائی ذہن رسا تو دیکھ</p>	
<p>چمن میں غیر بھی آئے جو میرے یار کو ساتھ خزان میں کہیے نہ بلبل سے چھپانے کو کیا وہ نالہ کہ دل سے نکل گئیں بھانسنیں</p>	<p>ہزار نالے کروں بلغ میں ہزار کے ساتھ کہ وہ بہار کی بائیں گئیں بہار کے ساتھ ہو امین اڑتے ہیں خس صطر جبار کے ساتھ</p>

مزار سے جو یہ آتی تہے دردناک صدمہ چراغے رنج و شقت سے جی نہ طالبِ عیش شبِ حال جگر ٹنے سے فائدہ کیا ہے بجاست آنکھ جو ہے جوشِ گریہ سے بے نور عدم کو روح لگی رہ گیا نجات کی	ہمیں تو روتے ہیں شیخِ سرمد کے ساتھ کہ نوشِ نیش کے ہمارے گلِ ریخار کے ساتھ مژہ تو یہ ہے کہ باتیں ہوں چاہو پیار کے ساتھ نظر بھی ہو گئی ہے آنسو و تکتے مار کے ساتھ پونج کے نہ پیا وہ کبھی سوار کے ساتھ
---	---

درا ہو سے جو وہ آرزو اپنی آئی اجمل
امیر پھر گئیں آنکھیں نہ گار کے ساتھ

رکھتے ہو رقص میں جو کمر پر اٹھا کے ہاتھ چھوٹیں جو اپنے ہاتھ سے سن لرا کے ہاتھ ڈھکا نہ بار بار مرے پاس ل کے ہاتھ اب تک تو تیغِ یار سے موٹا نہیں ہے منہ کچھ بھی ہوئی جو دستِ درازی شبِ حال ڈرنا ہوں اور کچھ نہ سمجھ کر وہ جھپ جھپ جائے لین اُسے ہاتھ اٹھا کے جو انکڑا بیان کبھی کبھی سے اچھلتے ہیں ڈوبے ہوئے نصیب دکھلا کے پاؤں کتنوں کو پامال کر دیا دیکھی جو اسکی زلف میں انشانِ ہوا یہ شوق وہ سخت جان ہوں میں نہ چلا کچھ کیا بس کہتا ہے قاتلِ پ ہی مرتے تھے جانِ ثار قائم کو شوقِ باوہ کشی کا ہے آج کل بس میں مرے نہ موت ہی میری نہ زیت ہے	موسے کمر سے باز صوگے دڑو خٹا کے ہاتھ سارے جہان سے بیٹھ رہیں ہم اٹھا کے ہاتھ دے ڈال جامِ کھینچ نہ ساقی بڑا کے ہاتھ آئندہ آن بان سے اپنی خدا کے ہاتھ چہین چہین سے اسے چھری لی بھلا کے ہاتھ سینے پر اپنے رکھ نہیں سکا اٹھا کے ہاتھ جو بن نے کتنے چھین لی دل بڑا کے ہاتھ دریا کے پارک ہوں میں بھین بگا کے ہاتھ کتنوں کو تم نے ہاتھ سے کھوایا دکھا کے ہاتھ کیا چاندنی سے توڑی تار بیٹھا کے ہاتھ جلا دیا بیٹھ بیٹھ گئے سب تھکا کے ہاتھ بنامِ ہاے صفت ہو جو ہم رگا کے ہاتھ ہنت العنب پڑی ہو عجب پسا کے ہاتھ یہ ہی تھنا کے ہاتھ تو وہ ہر ادا کے ہاتھ
--	---

<p>بے کار عشق میں نہ نگین میری ہڈیاں خون اُسے میرے دل کا کیا ہو کون ہے تارِ شمع مہر سمجھتے ہو تم جسے یہ دل چرا چرا کے اُسے دیدیے</p>	<p>بھیجا ساگ حبیب کو تھنہ ہما کے ہاتھ منہدی نے بانڈ کیوں ہیں مڑو رہا کے ہاتھ سورج یہ لے رہا ہو بلائیں بڑا کے ہاتھ خالی ہیں دیکھنے میں تو درخشا کے ہاتھ</p>
<p>قاصد اڑا رہا ہے تو کچھ غم نہیں آیا خط لکھ کے بھیج دو گا میں پیا کیا کے ہاتھ</p>	
<p>راہ ہٹاتے ہیں ہم اور اُسے وہ بیان ہو کچھ کر کے پا مال مرے دل کو کہا ظالم نے نہیں کرتا ہے ملاقات تو زائد نہ کرے سب عوامہ بنتی ہے عبا ریش سپید کر کے زخمی مجھے مقتل سے چلا ہے قاتل غیب سے آئی صدا قصد جو قاصد نے کیا</p>	<p>دل سمجھائیے کس طرح یہ انسان ہے کچھ کون تعظیم کرے اس کی یہ قرآن ہے کچھ لا ابالی ہیں ترے زندانہیں ارمان ہے کچھ نوبہ رنگ ہیں دعا عطا کی عجب شان ہے کچھ دوڑ کر کوئی یہ کہہ دے کہ ابھی جان ہے کچھ شیر کے منہ میں چلا ہے اری نادان ہے کچھ</p>
<p>ہو نہو آئی ہے اُس کو چہ کیسوی ہوا جوش سودا سے امیر آج پریشان ہے کچھ</p>	
<p>چاند سیاہ ہر نور کی چٹون اشار اشار اشار گلِ صرخ نازک لہو پہ سبیل آکھ ہو گرس یہ بخدان ساتی بزمِ روزِ ازل نے بادہ حسن بھرا ہوا سین تہر غصہ نکل ہر کی رکاوٹ آفت جان در پردہ لگا وٹ غمرہ اچکا غنہ ہو ڈاکو قہر او امین سحر میں باتین نور کا تن ہو نور کے کپڑے اُس پر کیا زیور کی چمک تہا جمع کیا ضد تین کو تنے سختی ایسی نرمی ایسی</p>	<p>طرف نکالا آپ نے جو بن اشار اشار اشار حسن ہو تم ہو غیر نگاشن اشار اشار اشار انکھ میں ہیں ساغر شیشہ ہو گردن اشار اشار اشار چاہ کو تیور پیار کی چٹون اشار اشار اشار جو رنگا ہیں ناز ہی رہن اشار اشار اشار چھلے نکلن اسے جوش اشار اشار اشار موج بدن ہے دل ہو اشار اشار اشار</p>

واہ امیر ایسا ہو کہنا شعر میں یا معشوق کا کہنا
صاف ہے بندش مضمون روشن اشار اٹل شاعر

روایف یا سہ تختانی

کیون وصل کی چرخ کو جس کی
کیسی آرنی دکن ترانی
اے یاس نہ دل میں پاؤں پھیلا
خطا لیتے ہی چسپد یا عدم کو
نیرنگی چار بارغ عالم
کچھ میری سنو کو کچھ اپنی
خطا یار نے اُس طرف کیا چاک
دن بھر مجھے رکھتی ہیں پشیمان
ہر بات میں ہوزبان سے نکلا
غفلت میں نہ کھوشت باسایدل
سینے میں نہیں ہے دلغ ظالم
چھاگل کا یہ شور ہو شب وصل
غفا جسے جانتا ہے عالم
آنکھیں کھولیں بھی بند بھی کین
ہنگامہ حشر کو جو دیکھا

آہ ہے جو شام سے سحر کی
تھی ایک صدا ادھر ادھر کی
پھانسیں نہ چھین مرے جگر کی
اشی ہی لکھی تھی نامہ بر کی
گدڑی ہے ترے گداسے در کی
باتیں نہ کرو ادھر اُدھر کی
یان اڑ گئیں دھجیان جگر کی
شرمانی وہ چوتھیں سحر کی
جب ہم نے کہی کہی اُدھر کی
یہ راست ہے جان عمر جگر کی
اُبھری ہیں یہ چٹکیں جگر کی
آواز سنو نہ میں گجر کی
پر چھائیں ہے وہ تری کمر کی
ہر شکل نہ سامنے سے سحر کی
ڈیوڑھی سمجھائیں تیرے گھر کی

شام شب بھر و عمر آتش
امید امیر کیا سحر کی

دوسرا کون ہے جہان تو ہے
کون جانے مجھے کہاں تو ہے

<p>لاکھ پر دون میں تو ہے بے پردہ تو ہے غلوست میں تو ہے جلوت میں نہیں تیرے سوا یہاں کوئی جسم کہتا ہے جان ہے تو ہی نہ مکان میں نہ لامکان میں کچھ رنگ تیرا چہن میں بے تیرے</p>	<p>سو نشانوں پہ بے نشان تو ہے کہیں پنہان کہیں عیان تو ہے میزبان تو ہے میہان تو ہے جان کہتی ہے جان جان تو ہے جلوہ فرمایاں و مان تو ہے خوب دیکھا تو باغبان تو ہے</p>
<p>حسرم راز تو بہت میں امیر جسکو کہتے ہیں رازوان تو ہے</p>	
<p>جنتی کمی کہ نامہ سیاہی میں رہ گئی حسرت بہنیں وطن کی تباہی میں رہ گئی صد شکر عفو میرے گنہ حشر میں ہوے آنکھ اُس نے پھیر لی تو کہاں پھر بکارتی لیت تھی زار کو سے یار میں کیا جاتی اپنی خاک دی بھی تو قہ یار کو طوبیے سودی شال دیکھو تعلیمات مری قسبیل آہ کی ڈوبے ہوئے نصیب نہ اُپچھکے کی طرح جنت سیڑھی سے آنکھیں نہ اُس ہی ہوئیں وہ یار سائل پر آگے تھے دکھائیں وہ شوخیان ابلیس آہ حشر تھا تو مراد دل ادھر تھا منہ روز حشر موڑ گئی تیغ یار بھی صد شکر منہ سے نام محمد نکل گیا</p>	<p>اتنی ہی دید عفو الہی میں رہ گئی کچھ گرد تھی کہ دامن راہی میں رہ گئی حسرت گدا کی مجلس شاہی میں رہ گئی اوسے تو جان نیم نگاہی میں رہ گئی اتنی تھی کم کہ اڑ کے ہو اہی میں رہ گئی پستی مری بسند نگاہی میں رہ گئی کیسی لٹک کے عرش الہی میں رہ گئی کشتی ابھرا بھر کے تباہی میں رہ گئی چومک چمک چمک کے سیاہی میں رہ گئی پستلی ٹپ کے دیدہ ماہی میں رہ گئی دو ہاتھ چل کے رہزن راہی میں رہ گئی چلتی ہوئی زبان گواہی میں رہ گئی بست اپنی بار گاہ الہی میں رہ گئی</p>

کیا رویت ہلال سیاہی میں رہ گئی
تربت فقط عارست شاہی میں رہ گئی
اچھی بھئی ٹٹے خزانہ شاہی میں رہ گئی
ہاں اک خدا کی آس تب شاہی میں رہ گئی
ایسی زبان دراز گواہی میں رہ گئی

اب رو پر اس کے اڑ کر ہوا سے زلف
اندر سے انقلاب محل ہے نہ قصر ہے
صد شکر حق نے میری تواضع قبول کی
امید نا خدا کی کہ ان مجسمہ عشق میں
انہارِ جرم عشق میں کی آہ نے کمی

پر دے سے اس کی ذات کو کیا کام تھا امیر
چھپ کر صفات نامتسا ہی میں رہ گئی

ہے ایک ہی صورت کہ ادھر بھی ہے ادھر بھی
اے بے بصر و کچھ تمہیں آتا ہے نظر بھی
صد تے تری آنکھوں کو کوئی جام ادھر بھی
ہیں باتیں ہی باتیں کہ ہے کچھ مد نظر بھی
گھبرائی ہوئی پھرتی ہے کچھ بادِ سحر بھی
پہلو میں مرسے دل بھی ہے سینے میں جگر بھی
میں کیا کہ پہنچتی نہیں دان میری خبر بھی
شاید کوئی معشوق تمہیں ساسے ادھر بھی
اک عمر ہوئی ہے نہیں آئی ہے خبر بھی
کس آنکھ سے دیکھوں میں پھرتی ہے نظر بھی
کچھ سوچ کے انجام ادھر بھی ہے ادھر بھی
کچھ دل میں ہے قاتل کے ترجمہ کا اثر بھی
دشمن ہے موفن کی طرح مرغِ سحر بھی
ہر وہ پہ کہتا ہے کہ ظلم کہیں مَر بھی

آئینہ ترے حسن کا دل بھی ہے جگر بھی
خوشید بھی اُس نوز کا منظر ہے قمر بھی
ساقی ہوں تری بزم میں میں تشنہ جگر بھی
تو چیتیم سخن گو سے مجھے پوچھ دے ات
کھلاے چلے جاتے ہیں گل کسی سے آد
کیا پاس نہیں میرے جو غم غیر سے مانگو
اللہ سے ناطاقتی وضعف کا عالم
منہ مہرِ فلک کا جو ادھر کو نہیں پھرنا
کیا جانیے کیا حال ہے یارانِ عدم کا
وہ چہرہ پر نور ہے اک برقی تجسلی
بتخانے سے دل پناہ کیجے سے پھر ہے
اڑک رک کے جو چلتا ہے گلے پر مرے خیر
کس کس کا گلہ کیجیے یارب کہ شبِ وصل
کیا تنگ ہو جلا دمری سختی جان سے

<p>گدرا سے ہوئے باغ میں دیکھے جو شعر بھی اللہ غنی ایک ہی منت نہ ہے بشر بھی</p>	<p>جو بن مری آنکھوں میں چپراکھ بدون کا رفقار تری دیکھ کے کہتے ہیں فرشتے</p>
<p>مقصود مرہ ہے تو امیر اور کچھ شعر ہو گئے انہیں پھولوں انہیں پتوں میں عمر بھی</p>	
<p>پہرہ دیکھتے جاتے ہیں کنکھ یونہی ادھر بھی اشد ہے جو آنکھ کھلے وقت سحر بھی لب خشک ہیں ایجان پسینے میں ہو تر بھی ساتی بے گل رنگ سے ساغر کہیں بھر بھی کیا تیز چھری کھینچ کے نخلی ہے نظر بھی تکلیں گی جو کلیان تو نخل آئین گے پر بھی غائب ہے دہن یار کا رو پوش کمر بھی بے شبہ کوئی شہر ہے دلچسپ ادھر بھی پیدا کرو اس بوجھ اٹھانے کو کمر بھی دل ہو کہ جگر دونوں ادھر بھی ہیں ادھر بھی تعظیم کو اٹھانہ مراد درجہ گر بھی آئے نہ کہیں شام کے ہمراہ سحر بھی کافی مرے دب جانے کو ہے گرد نظر بھی منہ پھیرے ہوؤ نکس بھی جاتا ہے قمر بھی اللہ کی قدرت کا ماتا شہرے بشر بھی</p>	<p>غیروں سے ہیں بائیں بھی عنایت کی نظر بھی پیری میں بھی جاسیگی جوانی کی نہ غفلت بیچ کھدو نخل جھاگے ہو قابو سے یہ کسکے جانا ہے مجھے وعظ کی محفل میں نہ کر دیہ جب قتل کو آیا ہے مرے غمزدہ قاتل کیا غم ہے خزان میں جو نہیں طاقت پرواز معلوم انہیں کس کو کیا قتل کہ ڈر کر جاتا ہے جو ہستی سے عدم کو نہیں پھر تا ہے شوق جو بالوں کے بڑانے کا تو ایجان پہلو میں مرے رہتے ہیں جی فیتے ہیں آنپر بیار میں کس کا ہوں کہ آئے جو مسیحا ڈرنا ہوں شبِ وصل کہ تقدیر بُری ہے اُن آنکھوں کی الفت میں ہوا نہیں لیغ ڈرتے ہیں یہ خانے سے میری جو یہ دونوں رخِ عرش کی تفذیل ہے قد شمع تجلی</p>
<p>فرقت میں امیر ایسی برستی ہے اداسی روتے ہیں مرے حال پہ دیوار بھی در بھی</p>	

ٹھٹھا ہو کلیجہا یہی اُمید بر آئے
 اللہ سے صد شام سے پہلے سحر آئے
 ہچکی ہی الہی کوئی دقت سحر آئے
 ہم آپ میں آئے تو کہا تم کدھر آئے
 کچھ نادک و لدوز ہی تکیں کر آئے
 جس طرح کہیں چاندنی پچھلے پہر آئے
 تم آنکھوں سے دین مر کو نکلا آئے
 چاند اور دُنکے گھر چاندنی ہی میرے گھر آئے
 اللہ کرے اب تری اُمید بر آئے
 دامن میں لپیٹے پھول نسیم سحر آئے
 قاتل وہ لگا ہاتھ کہ دل تک اُترا آئے

پیکان ہی ترے تیر کا پہر یوں در آئے
 آمد جو شب وصل کی سن لے مرے گھر میں
 رخصت ترے بیکس کو کرے کون دم نزع
 اللہ سے ستم بخود ہی عشق کے ہم پر
 عاشق کی طرت خود نہیں جاتے ہو تو کہدو
 آئے وہ دم باز پسین یوں مرے گھر میں
 کوٹھے سے نزاکت تو اُترنے نہیں دی
 ہمسائے ہی کے کوٹھے پر آئے کبھی وہ ماہ
 دیکھی جو مری یاس ترس کھا کے یہ بولے
 یاد آئے اگر مجھ کو چین کنج قفس میں
 ہنس سنس کے بہت زخم جگر چھوڑے ہیں

کس طرح اُمید ران سے بنا ہے کوئی الفت
 دل دینے کو ہر روز کہاں سے جگر آئے

آوار مان نکالوں دل کے
 جھلملائے چراغ محفل کے
 مفت بدنام پر دے محل کے
 پھول مے چوم لین عناد دل کے
 تم تو ارامان بن گئے دل کے
 تھکے ماند سے غریب منزل کے
 بیچ میں پڑ کے پر دے محل کے
 کسی کو نے میں پڑ رہے دل کے

ہیں اشارے یہ تیغ قاتل کے
 داغ افسردہ ہو چلے دل کے
 شرم لیلے تو ارنج دیدار
 ہم سے یکمیں جو طرزِ نالہ کشی
 دل میں آکر دل سے پھر نکلی
 سوتے کیا ہیں پڑے ہیں کیوں
 فیصلہ کر رہے ہیں مجنون کا
 غم کو نہیں سے مجھے کیا کام

<p>اب تو کپڑے بھی وہ پہنتا ہے ہون جو واقف جزا سے احسان سے کیسے مجنون کے تنگے میں رقیب حال دل درود و داغ سے پوچھو موت سے وہ جھڑک کے کہتا ہے پوچھتے ہیں وہ مجھ سے عید کے دن تیر آتے ہی دل کو لے سکے</p>	<p>چھاپے دے دیکو خون بسل کے بانہ چو میں کریم ساں کے پا کے لیلی کو پروے محل کے یہ بڑے رازدار ہیں دل کے ہٹ نہ آپاس میرے بسل کے کہو کیا دل گیا گلے مل کے اچھے آئے یہ مدعی دل کے</p>
<p>وہ بن سنور کے ادھر آتے ہیں جہاں کے لیے خیال ہی میں مرے وصل دلربا کے لیے مجاز میں بھی ہے اپنی نظم حقیقت پر خدا کی شان جو شوخی سے آشنا ہی نہ تھیں دہان زخم میں خنجر وہ رکھ کے کہتے ہیں دکھاؤ گنا شب و صبح آنکھ پھول دواغون کے یہ چکیاں نہیں آتی ہیں نزع میں یہ ہم وہ آئین نزع میں چلتی نہیں زبان نہ چلے دمِ اخیر تو ترسا نہ اپنے جلو سے کو نگاہِ لطیف بھی خالی نہیں ہے شوخی سے یکس کے وصل کی ہے آرزو کیاس بھی اب دل جب کہو مرے تاک کر وہ کہتے ہیں</p>	<p>اس کی رحمت سے لو لگا کا میسر اڑے آئیگی وقت مشکل کے</p> <p>مرے ہیں آج دل درو آشنا کے لیے لیسے جو بوسے تو ہونٹوں پہ بھی چپا کے لیے بتوں کی راہ میں پھرتی ہیں ہم خدا کے لیے تس رہی ہیں وہی آنکھیں باجیا کے لیے کہ لے زبان تجھے دیتے ہیں مہربا کے لیے لگا رہا ہوں یہ ڈالی رک آشنا کے لیے بٹھائی جاتی ہے ڈاک آمدِ تقنا کے لیے نگاہ یاس تو ہے عرضِ دعا کے لیے مسافروں پہ ترس کھا دوا خدا کے لیے کسی ادا کو تو رکھ چھوڑیے حیا کے لیے دعا میں مانگ رہی ہو مری دعا کے لیے نشانے خوب ہیں یہ ناوک جہا کے لیے</p>

<p>یہ سب زبا بین مین اظہارِ مدح کے لیے شکست عیب نہیں کیسے دوتا کے لیے</p>	<p>ٹپک اہی ہے مرے بال بال سو خست درست کرتی ہے کیوں بار بار مشاطہ</p>
<p>امیر کہیے کو جانا ہوں مین تو دیر سے بت پکارے مین اور صبر بھی ذرا خدا کے لیے</p>	
<p>ہاے کیسی اس بھری محفل میں رسوائی ہوئی کیا جوانی پھرتی ہے جو بن پر اترائی ہوئی آج دیکھا چاہیے کس کس کی ہے آئی ہوئی کیا مہنسی پھرتی ہے ان ہونٹوں پر اترائی ہوئی ایک انگڑائی سے ہم دونوں کی رسوائی ہوئی توڑوں دو چار کلیان مین بھی مڑ جھائی ہوئی جان کی دشمن یہ ظالم آنکھ لپٹائی ہوئی آنکھ انگڑائی بھی آئی ہے تو شرمائی ہوئی اکہ نگاہ دو پسین پھرتی ہے گھبرائی ہوئی یہ مہنسی بھی کیا مرے پھولوں میں ہو آئی ہوئی آزمین گھونگھٹ کی نگہ اور وہ بھی شرمائی ہوئی شرم بھی نمی بکھا ہوں سے تماشا ٹائی ہوئی ہاے سے بچیں کہ شوخی بھی ہو شرمائی ہوئی میں یہ سب پائے نگہ کی ٹھوکرین کھائی ہوئی شرم بھی جائے تو بن جاؤں کہ تنہائی ہوئی اے کے حسن و عشق مین مشاطہ انگڑائی ہوئی یاس کے دامن مین سے یہ پرورش پائی ہوئی</p>	<p>کہہ رہی ہے حشر مین وہ آنکھ شرمائی ہوئی ٹھوکر بن کھلو اسے گی یہ چال اٹھائی ہوئی آئیں مین ہر او کو دیکھ کر کہتے ہیں وہ جان بلب حسرت مین پائی ہے جو مجھ ناشاد کو کھل گیا جو بن تو عصمت سے جہانے یہ کہا کہہ تو اسے گچھین اسیرانِ نفس کے واسطے مین تو راز دل چھپاؤں پر چھپائے بھی ڈے کیسے مستی مین بھی رہتا ہے یہ جو بن کا لحاظ موت آتی روح جاتی ہے کرے کون اہتمام کیوں ترے لب پر ہم مجلسِ ماحم مین ہے آنکھ اٹھنے پر وہ رہتے یہ بھی ہے کوئی دیکھنا وصل کی شب داہری بیتابی شوقِ صبا عمرہ و ناز و اداس مین چہا کا سے لگاؤ جو ادائی جس حین نے میری آنکھوں سے کہا وصل مین خالی ہوئی انہی اسے محفل تو کیا اٹھ گیا پردہ تکلف کا اٹھے جب آنکھ لٹھ کیا پھلے پھولے گی اسید دل پر آرزو</p>

گرداڑی عاشق کی تربت سے توجھنا اگر کہا

واہ سر چڑھنے لگی پاؤں کی ٹھکرائی ہوئی

شعر گلدستے میں بچا فسر دہ دل کے کیا امیر

دامن گلچین میں کچھ کلیاں ہیں مرجھائی ہوئی

کیا رنگ کہوں ضبط نفس با پس اب کے
وہ آ کے رقص زمین جدا ہو گئے کب کے
غمرے رمضان میں ہیں وہی بہت غم کے
ٹھہرین کہیں محشر میں بھی بے جرم نہ مجرم
جس نخل کے سائے کے تلے راہ میں ٹھہرے
دیوانہ گلستان کو چلو باد بہاری
الکٹین تودہ محشر میں ذرا چہرے سے پردہ
ایک ایک گھڑی روز قیامت سے بڑی ہے
لین ساتھ مجھے ڈرتے ہیں کیوں حضرت موسیٰ
بتلائیں گے کیا جکویہ دربار کا آئین
آئینے حسینوں ناک آنے بھی نہ پاتے
کس مے کے ہیں سائل یہ جباب لب دریا
مستوق حقیقی میں بھی گرمی کی ہیں باتیں
واعظ کا کسے ڈر ہے جو ساقی ہے سلامت
گھر بیٹھے ہیں ہاتھ لگی منزل مقصود
جب تیغ تری آ کے گلے ملتی ہے قاتل
ہراہ میں دیکھا کیے وہ مصحف خدار
سنے ہیں کہ آئینے حسین فاتحہ پڑھنے

پس پس گئی فریاد مری ہنھون میں دب کے
ہم لے رہے ہیں بوسہ بھی تاکسوخ دب کے
شعبان کے کام آسے نہ اعمال رجب کے
کشتے تری آرزو کی غیہ سبب کے
ہم راہروں زارو ہیں رہ گئے دب کے
پتے جو اڑالائی سے خط میں یہ طلب کے
آگے ابھی ہو جائیں گے پیچھے ہیں جو سب کے
کس طرح کشین چار پہر عہد کی شب کے
طالب ہیں وہ خود دیدہ دیدار طلب کے
خود ہوش ٹھکانے نہیں حذر ام ادب کے
انوس یہ ہے ہم ہوے حاکم نہ حلب کے
خالی ہے جو ایک ایک قلعہ تھیں سب کے
قرآن میں بھی آئین آیات غضب کے
ہمست تو ملنے نہیں گردنوں بھی دب کے
جب توڑ کے ہم بیٹھ رہی پاؤں طلب کے
آتے ہیں ہیں یاد مری وصل کی شب کے
اس سال میں سجا نہ ہوے ہو جب کے
دن پھر تے نظر آتے ہیں کچھ اور کی شب کے

کوسون کا تفاوت ہے وفا اور غضب میں
وہ فتنہ ہے تو تن میں ترسے چار عینا

باقی ہے امیر اب تو غصہ جان کا حبان
ہوش و خرد و ناسب تو ان جا چکے کب کے

رند و جولو حضرت فاضلی سے تو وہ ب کے
دیو او پری بنکے بہار آئی ہے اب کے
کیا عجب جنوں وادی وحشت میں ہو ایکے
بتخانے میں آؤ کبھی اسے حضرت زاہد
سو لینے دے لے قبر ہم اٹھ لیں تو دانا
اچھے وہ ہے سامنے اللہ کے اوبہت
ساتی لے مجھے انگلیں دکھا کر یہی بات
افلاک نے چکائے ستارے تو میں سمجھا
دل ہی میں ہے جاتے ہیں سب صلہ و فوس
ٹھوکر سے مرا سر نہ بٹاؤ نہ بہٹاؤ
معلوم نہیں خون شہیدان کی تمہیں قدر
جی بھر کے ترپتے تمہیں چھاتی سے لگاتے
جی چاہے جہان جائیں حسین کون سے مانع
ہر مرتب کہتے ہو کہ ہم جاتے ہیں گھر کو
ہر صبح جو ہوتے ہیں عیان خط شاعری
زلف سیہ جو ہو یا تیسری گور
زادہ نہیں لگو کو داناں چاہیں گی حوریں

سمجھو کہ بزرگوں میں ہیں یہ نیت عجب کے
غم سے ہیں قیامت کو تو غش و غم غصہ کے
کانتے بھی مری چھالوں و ملتوی ہیں تو وہ ب کے
دیکھو کہ تماشے میں عجب رت رب کے
آئی ہیں بھرے نیند میں جاگئے شب کے
جو بیٹھنے والے تھی تری بزم ادب کے
دو جام مرے پاس ہیں یہ آپ کو دھب کے
نقشے یہ اڑا سے ہیں تری بزم طرب کے
کیا کیجیے معذوق نہیں ملتوی ہیں دھب کے
دیکھو کہیں کھل جائیں میان ہاتھ ادب کے
سہند سی بھی ہو یاں باندھ ہو یا تھا ادب کے
دل اور بھی دو چار چرپٹے اسی دھب کے
ہمزاد نہیں کچھ جو رہوں ساتھ میں سب کے
سبائیں تو اچھی ہیں تقریر میں غصہ کے
لوگوں کو خطا آتے ہیں اور صریح طلب کے
دو لون یہ نمونہ ہیں مری ہر کی شب کے
جو چاہئے والے ہیں یہاں نہت عجب کے

<p>دیوانہ بہار آئی سنے رنگ سے آب کے جو گاڑنے آئے تھو وہ خود رکھے دب کے</p>	<p>شاخون پہ نہیں پھول یہ تختوں پہین پرین ماتم میں مرے خاک ہوا سنے یہ اڑائی</p>
<p>قرآن میں امیر آئے ہیں حوروں کو وصیات درپردہ وہ انداز میں سب حسن طلب کے</p>	
<p>ناز کہتا ہے لکی میسری بلا رہنے دے داغ کچھ درد نہیں ہے کہ چھپا رہنے دے کیا مرے کی ہے یہ بچائیں کو چھپا رہنے دے تہ کر اس قصے کو اب ذکر و فایا رہنے دے اک ذرا شاخ نشین کو جھکا رہنے دے مجھ کو تو خاک کے پردے میں چھپا رہنے دے کوئی دم اور تڑپنے کا مزہ رہنے دے لے اُڑیں اور ادائیں جو حیا رہنے دے چپ پڑا ہے یہ غریب اسکو پڑا رہنے دے ایسی جنت سے تو دوزخ میں خدا رہنے دے صنعت کہتا ہے نہ چھپا اسکو پڑا رہنے دے کچھ تو گھر میں مرواؤ دوزخ رہنے دے یہ بھرا گھر نہ آجاڑا اسکو رہنے دے آسرا آسرسے والوں کا لگا رہنے دے اس لٹے قافلے کا کچھ تو پتا رہنے دے کوئی کا نا کسی چھالے میں چھپا رہنے دے</p>	<p>ناز کی کہتی ہے تسمہ تو لگا رہنے دے عشق کے راز کو پہنان کوئی کیا رہنے دے خلش نوب مرزا کا نگر اسے دل شکوہ ایدل اس دوزخ میں ایسی نہیں سنا کوئی بے پردہ ہاں ہوں طاقت نہیں اُونکی صبا روسیہ ہوں سر محشر نہ بکا داوڑ محشر اے ملک پاش خدا کیسے لے چنگی نہ رے سو بلائیں میں مرے ہوش کی دشمن شہر درد بیدار دوسرے دل کو ستا نا کیوں ہے جب وہ بت ہی نہیں جنت میں تو جنت کیسی بیقراری ہو اُٹھاتی ہے مجھے اُس دے دل لیا صبر لیا ہوش لیا جان ہی چھوڑ کشت رنج سے رہو رو کے نہ کر دل خالی دل شکستوں کی نہ توڑا اس ترس کھا اویاس اے فلک گو غریبان کو تو برباد نہ کر اک کٹھک سی ہو مرے کو ہمیں درکار جنوں</p>
<p>سوچیں صدقے کیے دامن کلچین پر امیر</p>	

ذکر پھولون کا یہاں باد صبار سہنے دے

لوٹ ہو جس پہ تبسم وہ دہن کسا ہے
 قلعتے سپستہ بہن یہ بے ساختہ پن کسا ہے
 یہ چھاسے تیغ ادا تیغ قصا سے چل کر
 تو اُسے لاسے مرے گھر نہیں باد آتا
 پھونک دیتی ہے دو عالم کو ہوا سے دامن
 بات پھنس پھنس کے نکلتی رہتی ہیں کر
 چھ رہی ہیں دل پر داغ میں پلکیں گس کی
 گھر اُڑتے بھی ہیں بستے بھی ہیں لیکن اُڑدو
 دیر سے ہم گئے کبے کو تو کبے نے کہا
 تیر چکی میں کمان ہاتھ میں نخیں قریب
 میں تو ہوں فٹش میں وہ کہتے ہیں نگہا کر مجھے
 نظر آتی ہے کہیں جب نئی چادر کوئی
 دیکھ کر خط ترے کالون پہ کبھی سے بہا رہا

بائیں منہ جو میں وہ انداز سخن کسا ہے
 حشر کی کچھ نہیں چلتی یہ چلن کسا ہے
 تیرے چلتے ہوئے فقر و فہین چلن کسا ہے
 یہ نیا شہدہ اسے چرخ کہن کسا ہے
 تجھ میں اسے گرمی فرست چلن کسا ہے
 اس قدر تنگ سہا تیرے دہن کسا ہے
 اتنے میں پھولون میں کانٹے یہ جن کسا ہے
 جو اُڑ کر نہ بے پھر وہ وطن کسا ہے
 آئیے رہیں یہ گھر تیرے من کسا ہے
 انتظار اب تجھے اسے تیرنگن کسا ہے
 پوچھو جاؤ کہ یہ سیب ذوق کسا ہے
 دل دھڑکتا ہے کہ یارب یہ کفن کسا ہے
 کانٹے پھولوں سے میں نار کیا چین کسا ہے

بولے مجھ زار کی تربت میں نکلیں امیر

لاش تو ہے نہیں خالی یہ کفن کسا ہے

نہ سنے درو دل مرانہ سنے
 دل کی یارب وہ دلربانہ سنے
 یوں وہاں چل کہ پاؤں کی آہٹ
 کسی نا آشنا کا کب شکوہ
 لاکھ دلچسپ ہے مرا قصہ

میں کہوں گا سنے وہ یا نہ سنے
 ایسی حسرت بھری صدا نہ سنے
 پاسبان کیا ہے نقشب پانہ سنے
 آشنا کی جب آشنا نہ سنے
 لکڑا سنے کبھی سنا نہ سنے

<p>جو کیکو برا بھلا نہ کہے دل دمان ٹھنڈی سائین لیتا ہے خواہش وصل پردہ شوخی سے دائے تمت جو سب کی سنتا ہے دل جو کہتا ہے بے اثر ہے دوا پھول آہستہ توڑاے گلچین وعدہ وصل چکے چکے ہو حال پھولوں کا جو خزان نے کہا میری فریاد را نگان تو ہنو درد پر دل نشار دل پر درد نالے میرے سنے وہ اور تڑپے بہت سے دل وفا نہ پکار مین تو سنتا ہوں تو جو کہتا ہے رات تھوڑی سی حسرتیں بچد نازا اٹھواتی ہے قضا مجھ سے</p>	<p>وہ کسی سے برا بھلا نہ سنے کوئی فقرہ جلا بھلا نہ سنے بولے بس جانے دو حیا نہ سنے وہ بھی عاشق کی التجا نہ سنے درد کہتا ہے چپ نہ سنے دیکھ ظالم کہیں صبا نہ سنے عجز و عشوہ آدھیا نہ سنے کہیں لب لب و ہما جرا نہ سنے بت ہی سن لین اگر خدا نہ سنے ایسے دیکھ میں آشنا نہ سنے مین سناؤں اگر تو کیا نہ سنے کہیں وہ دشمن و فدا نہ سنے اے تنگدست خدا نہ سنے کیا کرے کیا سنے وہ کیا نہ سنے کہیں اس شوخ کی ادا نہ سنے</p>
<p>جو کوئی درد آشنا ہوا دھڑائے مرفا نہ سنے</p>	
<p>منہ پہ کہیں گے ہم قیامت کے پھر وہ چکے نصیب فرقت کے چھٹی پھرتی ہیں حسرتیں پس مرگ اس واسے چلے وہ حسرت کے دن</p>	<p>میں یہ فتنے کسی کے قیامت کے تم چلے دن پھرے قیامت کے گوشے گوشے میں یہی تربت کے فتنہ پس گئے قیامت کے</p>

<p>کیا نگلے ہیں میری شکایت کے یہی دو چار دن ہیں فرصت کے سیکڑ دن دن مجھے قیامت کے ہیں تزار سے سمندر دولت کے اپو ٹھنڈے دھنوں میں جھرتا کے کنگڑے ہیں قصورِ جنت کے بھاگ سائے سے بے مردہ کے ہم ہیں کشتے تری نزاکت کے تھے یہی پھول اپنی قسمت کے جھلکے ہیں چراغِ تربت کے</p>	<p>چلے جاتے ہیں روٹھ بیٹھے ہیں عیش کر لو نہی جوانی سے ہجر کی ایک شب نے دکھائے جلوہِ بزمِ عیش و سیرِ چین دیکھ کر وضو رکھو پگھلے شیخ رتبہ دیکھو ہمارے نالوں کا کیا کیا کوہن سے شیریں نے ناز کی طرح اُٹھے گاتا بوست باغ کو گون کو ہر دم کو داغ ملے دل کی افسردگی ہے مر کے وہی</p>
<p>ہفت دوزخ کو جانتا ہے امیر گرم فقر سے تری شرارت کے</p>	
<p>پھول ہیں یہ باغِ جنت کے دوڑے تھے صحابہ رحمت کے جوڑ چلنے لگے نزاکت کے مرے جاتے ہیں اپنی خدمت کے جان صدقے ہو ایسی حسرت کے کارکن کار کاہِ صنعت کے ہیں عوادار دل کی حسرت کے واہ کیا رنگ ہیں نزاکت کے تم تھے پردے میں کیا قیامت کے</p>	<p>دل میں جو داغ ہیں ندامت کے سو کھجے جب پھول میری تربت کے وصل کے دن قریب آتے ہی کہتے ہیں عاشقوں سے اب اُٹھیے دل مرا اور آرزو تیری بتری صورت پنا کے بیٹھ سہتے کیون نہورنگہ آشفون کا سیاہ ہو گئے سرخ ہونٹھ ہاتھوں میں دونوں عالم ہو سے تہ و بالا</p>

<p>تیرے کشتوں کے حق میں ہیں قاتل کہتے ہیں تمکو دیکھ کر یوسف جسکو دیکھا حسین لٹ گئے وصل کیونکر جو دونوں تیرے ہیں اسکا نقشہ کھچے تو اسے نقاش اُسے تلوون سے میرے دل کو ملا قتل کو دوڑ کر چلے آئے رکھ کے خنجر گلے پہ کہتے ہیں</p>	<p>اگر تیرے خنجر کے گھوٹ شربت کے صدقے اس پیاری پیاری صورت کے ہم تو عاشق ہیں اس طبیعت کے ہم نقاہت کے وہ نزاکت کے رنگ بھرنا مری طبیعت کے آج ارمان غلے حسرت کے وصل میں عذر تھے نزاکت کے کیون چکھا دون مری محبت کے</p>
<p>جتنے تیکے میں سو رہے ہیں امیر یار ہیں سب ہماری صحبت کے</p>	
<p>یہ گالی جو اسے دلربا بل رہی ہے لگا چاہتی ہے کوئی آگ تازہ بھری زہر سے ہیں عیادت کی باتیں گلے پر جو رک رک کے چلتا ہوا خنجر الہی امینین راس آئے یہ زینت مرے قتل کا دن ہے کیا عید کا دن بہارا آئی ہے چھپاتے ہیں لبیل مراد دل وہ تلوون سے ملتی ہیں بیت امیر التجا کیون کروں چارہ گر سے</p>	<p>دعا دی تھی اُنکی منزل رہی ہے شرارت سے اُنکی خیال رہی ہے مریضہ نکلا اچھی دوا مل رہی ہے یہ گویا مضا سے ادا مل رہی ہے لہو میں ہمارے حنا مل رہی ہے گلے تیغ کے کیون فضا مل رہی ہے قیامت صدا سے صدا مل رہی ہے یہ مٹی میں میری وفا مل رہی ہے اذیت میں لذت مل رہی ہے</p>
<p>امیر اب کہاں شعر میں کوئی کامل رہی ہے ڈاک بھر کامل رہی ہے</p>	

<p> سر سے بھی بلبند سایا ہے شوقِ مستون کا گھیر لایا ہے دیکھو تربت پر کون آیا ہے رہنے کھب نیا بنایا ہے فویر بھی اک حرم کا سایا ہے حشر نے راس سے بٹھایا ہے کیا سمندر نے غوطہ کھایا ہے نورِ مہتابِ حین کے آیا ہے دل لہو ہو کے رنگ لایا ہے رہنے دل کا پست لگایا ہے خلد کا پیشگی کرایا ہے اپنا ہنسل یار پایا ہے </p>	<p> قد نے گیسو کو سر چڑایا ہے خود نہیں اب بگھر کے آیا ہے روح پھر آگئی بدن میں مرے سجدے کرتے ہیں طاقِ بیرون مشربِ صلح کل میں اسے زاد طرفِ آفت ہے روزِ فرقت بھی دیدہ تر سے کر کے ہم پشیمانی گیسوؤں سے ضیاءِ رخسار ہے عیان کھیلے ہیں وہ غیر سے ہو لی ہو نہو چینِ زلف میں ہو گا فطرتِ طاعت جو روڑ کرتے ہیں نذر آنس پیکان سے کیوں نہو دل کو </p>
<p> گھڑیوں روئے ہیں ہم المیہ لہو زخم کوئی جو کرا لایا ہے </p>	
<p> حوریں چھپتی نہیں ہیں رضوان سے مانگتے ہیں لہو رک جان سے چھیر دیتے ہیں لوگوں مرگان سے آبِ وداء اٹھا گستان سے سیچھے اسکو آبِ پیکان سے صبحِ محشر مرے گریبان سے تاگ لے دے کسی نشان سے </p>	<p> کیوں وہ مژدائیں اپنے دربان سے نشتر کی گنگلی پلکوں کے آبلے دے جب دکھاتا ہوں پھینکے بلبل نے دامن میں یہ کہا نخلِ امید یوں ہی ہیں سرسبز چاک کرنے کی وضع پوچھتی ہے چاندنی کو اگر چمکنا ہے </p>

<p>دستِ وحشت سے پیشتر اٹھے یا دشرگان ہوئی پیام اجل برگ گل لکھ ہا سے ابر نہین</p>	<p>آگے چل نکلے ہم گریبان سے خون آنے لگا رگ جان سے تیرے دامن مرے گریبان سے</p>
<p>پھول جھڑتے بہنِ خزان میں آئیے روٹھے جاتے ہیں گل گلستان سے</p>	
<p>شکلِ آئینہ جو حیرت ہوگی کچھ تو چھپ جائیں گے آنسو میرے کہتے ہیں آئینے ہم بھی پے دفن وصل میں شام سے یہ خوف رہا لوگ کہتے ہیں کہ بجلی چمکی دوڑ ساتی کہ ترے مستون کو نزاع میں ہوں نہ چراؤ آنکھیں کب تک اسے شیخ حسین سو گریز ہرے یہی چال تو دہی دن میں گرداے حور ترے کوچے کی یا د خوبان رہے تو کیا رنجِ فراق دم لبوں پر ہے بہت زیر نہین آنہ دیکھیے رنہیے نہ مجھے بیخود می شیشہ نہ ٹوٹے کوئی لاش اس حور کے کوچے میں گڑی ہم بھی محشر میں طلب ہونگے امیر</p>	<p>دیکھ لینے کی تو صورت ہوگی لاش پر مت کو جو رفت ہوگی کنکھی چوٹی سے جو فرصت ہوگی صبح کو کیا مری حالت ہوگی میری آہوں کی شرارت ہوگی ہوشش آیا تو قیامت ہوگی دیکھو پھر تم کو بھی حسرت ہوگی یہی حورون کی بھی صورت ہوگی آگے تم پیچھے قیامت ہوگی اڑ کے ہائے گلِ جنت ہوگی شبِ غم حور کی صورت ہوگی آئیے جلد فراغت ہوگی آپ کی بھی یہی صورت ہوگی مجا کو باقی سے خجالت ہوگی روح اب داخل جنت ہوگی کیا قیامت میں قیامت ہوگی</p>

<p> نہ اٹھو نزع میں حسرت ہوگی آپ گھر غیر کے جائیں جسم بھی یہی بیٹائی دل ہے تو مجھے وہ تو ہونے کے نہیں گرم خرام روئیے گا نہ مرے ماتم میں گرمی بھر قیامت کیسی ہمسے دیوانے اگر جمع ہوئے کشتہ اک چاند سے رخسار کا ہون آنکھ اُس جور کو تکتے تکتے یہ اٹھا دینے کی حکمت ہے نہی دل اٹھاؤں گا میں اُس سے ناصح میں نے شکر اٹکا کیا غیروں سے </p>	<p> یا پھر کاسے کو صحبت ہوگی مری جائیں کے جو غیرت ہوگی مر کے بھی خاک نہ راحت ہوگی کون کہتا ہے قیامت ہوگی قبر میں محب کو اذیت ہوگی طپش دل کی شرارت ہوگی کیا پریشان قیامت ہوگی چاندنی چاند تربت ہوگی نرگس گلشنِ جنت ہوگی کہتے ہیں پھر بھی زیارت ہوگی ناز اٹھانے سے جو فرصت ہوگی اُنکو اس کی بھی شکایت ہوگی </p>
---	--

آنہ دیکھتے وہ ان کو امیر

دیکھتے اور ہی صورت ہوگی

<p> اٹھ پر وہ تو شرمِ حال ہوئی طبیعت کہیں اُن کی مال ہوئی جب اُس شہر و سے مقابل ہوئی بڑا ہجر میں اس قدر ضعفِ دل چھپا دھڑلے کو پیسہ بر معان اہل آگئی اپنی پیسہ میں یاد چھری کھجکے اُس ترک کی میان سے </p>	<p> نہ پستی سے پستی مقابل ہوئی جو پاؤں سب بھی وہ سلاسل ہوئی چراغِ شمع شمعِ محفل ہوئی مجھے سانس لینی بھی شکل ہوئی جوان ہو کے پردے کے قابل ہوئی سحر کو جو گل شمعِ محفل ہوئی کلیجہ میں رکھنے کے قابل ہوئی </p>
--	---

<p>بلا بھی پرسی شکے نازل ہوئی یہ سہی کہ شب آنکھ کا تل ہوئی مرے جرم کی نذر باطل ہوئی بلا جو مرے گھر میں نازل ہوئی قصا شوق سے بڑھکے بس ہوئی تو سمجھوں کہ طے کوئی منزل ہوئی وہ گات اب چھپانی کے قابل ہوئی کہ گنگا سے جہاں مت بل ہوئی کہ سرش رخصت کی محفل ہوئی مرے دل کی الجھن سلاسل ہوئی کہ ساقی بطورے بھی بس ہوئی یہاں لکڑے لکڑے سلاسل ہوئی یہ کیسی مری عقل زائل ہوئی</p>	<p>شب غم جو اُس زلف کا تھا خیال ہوا وصل اُس سے تو اک دم کے دم ہوا اگر مر رحمت کا جب محکمہ شب غم کی صورت نہ نکلی کبھی کچھ قتلگہ میں جو تیغ ادا وہ لاعلم ہوں باہر جو ہوں آپے جوانی کے دن آئے نام خدا ہوا دونوں آنکھوں سے یہ جو شرک نظر بھر کے دیکھا یہ کس نے بڑھی قید غم دیکھ کر زلف یار چھری تیری مڑگان کی ایسی ہو تیر وہاں باغ میں کی قبائل نے چاک میں دیوانہ کیوں ہو سفین میں آگیا</p>
---	---

پڑھا ماعز قناب برسوں امیر
تو کچھ معرفت اُسکی حاصل ہوئی

<p>عیان ہو کہ وہ آنکھوں سے نہاں ہے ہمارا حق نصیب و شہ نمان ہے قدم خنجر کا تیرے درمیان ہے کہ ال اچھا مگر قیمت گران ہے جدھر تو اس طرف عالم روان ہے تیرے ناتھے کا مجنون سا بان ہے</p>	<p>حجاب نور ایسا درمیان ہے رقیبوں پر جو وہ بہت مہربان ہے نزاع مرگ و ہستی اب کہاں ہے کہیں وہ ایک بوسے پر جو دونوں دل ہوا تو ہے ترے عشاق موحین کہ چو پہلے سے اب پروہ الٹ ہے</p>
---	--

<p>فلک کیا میفروشی کی دکان ہے کہین یوسف بھی کیا اچھا جوان ہے یہ دل بھی کیا تماشے کا مکان ہے یہ لذت زخم خجیرین کہاں ہے الہی خوش سرتے مجنون کہاں ہے مجھے لے ہم ہو فرصت کہاں ہے کوئی شاید کیسا میہان ہے لے تیری مشقت راہیگان ہے</p>	<p>اٹھا جب ابرو دوڑے سرست بچو زلیخا کیا جو تھکو دیکھہ پائین ہزاروں خوب رو رہتے ہیں اس میں ترپ کر کہتے ہیں مڑگان کے گشتے یہ وقت مرگ سیلے کی دعا تھی تم لپٹے پاؤں سے کاسٹے نکالو نہیں ہو جیسی رہی تار می صدایا تیشہ سردا کی تھی</p>
<p>کرے دو حصے بھگو سچ اس کی امیر ایسی مری قسمت کہاں ہے</p>	
<p>صبح کا تجھ پہ دم نکلتا ہے رات دن کروٹیں بدلتا ہے کہو پہلے سے کون جلتا ہے لب و لہجہ کہین بدلتا ہے ہڈیوں سے دھوان نکلتا ہے</p>	<p>مہر الفت میں تیری جلتا ہے ہے زمانہ بھی کیا ترابیتاب شمع کہتی ہے یہ پتنگوں سے جو رین کیونکر تری زبان سیکھیں سو زخم بعد مرگ بھی ہے وہی</p>
<p>مے گزرتا یہ نہیں ہے امیر دہن شیشہ لعل لگتا ہے</p>	
<p>اجل ہوا بھی ہوا سوقت تو کہاں آئی نہ اسکو آئی نہ اسکو مری زبان آئی ذلیل ہوگی جواب بلغ میں خزان آئی جو خاستے پہ کبھی دل کی داستان آئی</p>	<p>بدن میں جان شب وصل داستان آئی ہزار طوطی و بلبل نے عشق پیدا کی بہار جوش پہ سے مشور سے ہیں پھولوں میں کہا جگر نے کہ اب چھپرے مر اقص</p>

ہزار بار تیرے شیخ استخوان آئی	پہری نہ مرضی حبلاد سے کبھی گردن
وہ بادہ کش ہین قدم جھکے امیر دہین	جو میفر و ش کی ہکو نظر دکان آئی
<p>دامن حور کے سائے میں ہو تربت میری چڑھتی ہے منہ پر سکندر کے بھی قہر میری تیرے گیسوی بھی بل کرتی ہے قسمت میری کیون تم آسان سمجھتے تھے محبت میری میرے آگے سے سرک جاتی صوٹ میری تخت پر یوں کے اٹالائی ہو وحشت میری نا زکرتی ہوئی چلتی ہے طبیعت میری میرے گھر تک مجھے پہنچا گئی غربت میری آج مٹی ہوئی جاتی ہے طبیعت میری مین ہوں یا ایک مرے پاس ہو حسرت میری آج کچھ رنگ پہ آئی ہو طبیعت میری ہاے اتنی بھی نہیں کمزور ت میری پس گئی پس گئی بید روزا کت میری چٹکیان دل میں مرے لیتی ہو حسرت میری مجھ کو کیا جانے کدھر لیکسی وحشت میری کہیں گھبرا کے نکل آئے نہ حسرت میری آئیہ سائے رکھ دیتی ہے حیرت میری آج کیوں دل میں چھپی بھیجی ہو حسرت میری</p>	<p>کو سے جانان میں ہوئی ہے جوشہادت میری آج کل آئینہ یار ہے حیرت میری بیچ میں عشق کے ہون پر ہے یہ بہت میری ہنسکے فراتے ہیں وہ دیکھ کے حالت میری پھر لیتا ہے مجھے دیکھ کے منہ آئینہ سو پرینا نے مرے دشت جنون کے صفے یاد آتی ہے دم نہ کر جو وہ طرزِ حرام کیا وفادار ہے تا گور مرا ساتھ دیا چارہ گر مجھ سے کدھر ہے الہی کیا ہے کس سے شرارتے ہو تم وصل میں یان غیر نہیں ہو چکے قتل و دو عالم تو کہا ظالم نے چاہے سے قتل کرو پیار سے مٹی دیدو مین نے آغوشِ تصور میں بھی کھینچا تو کہا ہاتھ جو بن تاک اُنکے تو پہنچتا ہی نہیں لامکان میں نہ پتا ہے نہ مکان میں میرا بید مرگ وصل میں چلاؤ نہ اُتار دیکھو جرمِ اقصیٰ سے میں انکار اگر کرتا ہوں یار پہلو میں ہے تنہائی ہے کدو نکلے</p>

حورائی مری تربت پہ لوہین یہ سمجھ
تجھے سے اسے باد صبا مجھ کو یہ اُمید نہ بھلی
آزمائے ہیں ابھی تاک وہ محبت میری
چار بھولوں کو ترس جاگیکی تربت میری

کس ڈھٹائی سے وہ دل چھین کر گئے ہیں میرا
وہ مرا گھر ہے رہے جس میں محبت میری

بعد مرنے کے بھی چھوڑی نہ رفاقت میری
ایسی نازک ہے ترسے ہو جن حالت میری
وہ صوم ہے روز قیامت کی قیامت کیسی
پھول داعون کے مرے دل میں جو دیکھو تو کہا
پھین سے عور کے آغوش میں میں سوتا ہوں
آنہ دیکھ کے ستر ملے تو ہنکر بولے
تو بہ کی جان کو بجلی سے چمک بجلی کی
مستی سرے کے لیے قاف میں پران بچائیں
در قافل کا پناہ دیتی ہے مشتاقوں کو
وصل میں چھٹیڑ کا شکوہ نہ زبان پر لانا
کہتے ہیں مال ہے میرا تو مجھی کو دیدو
آنہ صبح شب وصل جو دیکھا تو کہا
تو بہ بھی کر کے خرمے کا نہ پیچھا چھوڑا
مجھ کو کیا غم نہیں دیتے ہیں وہ مٹی تو زمین
کہتے ہیں اپنی نراکت کے میں صد تو جان
جھڑن دیکھ لیا آسنے وہ چلا اٹھا
ہنودنی نے کیے بال و پر غفلت پیدا
میری تربت سے لگی میٹھی ہو سرت میری
تو بھی چاہے تو نہ نکلے کوئی صورت میری
آئی ہے بھیس بدل کر شب فرقت میری
کیا ریان خوب بناتی ہے محبت میری
سج فردوس کے بھولوں کی ہو تربت میری
اب تو مجھ سے بھی بچانے لگی صورت میری
بدلی آتھی بد بجاتی ہے نیت میری
کہیں نکلے تو ترے دل سے کہ ورت میری
خضر بن میٹھی ہے اس کو چہن تربت میری
چوم لے گی ترے ہونٹوں کو شکایت میری
کیون نفل میں لیے بیٹھے ہو محبت میری
دیکھ ظالم ہی عقی شام کو صورت میری
مہر کی طرح لگی رہتی ہے نیت میری
حاک میں مجھ کو ملا دیگی کہ ورت میری
کہ بچا لیتی ہے یہ وصل میں غرت میری
دیکھیے دیکھیے وہ آئی طبیعت میری
میرے گم ہوئے سو عالم میں ہو بہت میری

<p>دخت زر کہتی ہے واعطاسو کہ میں کچھ ہی ہوں قہر سے حشر میں یہ کہیکے چھڑایا مجھ کو اُرسی آئینہ چوری میں ہیں دونوں استاد جب میں جانوں کہ بدلتا ہے زمانہ کروٹ</p>	<p>مگر اللہ کے گھر میں تو ہے حرمت میری جانے دے اسکی طرفدار ہے رحمت میری جب سچی آنکھ چرائی گئے حیرت میری وصل کی شب سے بدل دی شبِ فراق میری</p>
<p>جان بلب ہو کے بھی دم توڑ رہا ہوں میں امیر اسقدر صنف پر اللہ سے طاقت میری</p>	
<p>مر کے بھی ایسی شگفتہ سے طبیعت میری کہتے ہیں حسن میں دیکھے کوئی عصمت میری خنجر ناز نے نوشا ہ بنا یا مجھ کو وصل میں اُن کی حیا دیکھ کے نکلے کیونکر خاک میں مجھ کو ملا کر بھی ہو سے صاف نہ وہ شمع روتی ہے بہت اسکو اٹھالے کوئی دیکھتے ہیں جو وہ آئینہ تو کہتا ہے عکس اپنے سستوں پر کڑی پڑتی ہے ساقی کی نگاہ کہتے ہیں میری جگہ پیار کیا کر اسکو گدگد کر کیا میں نے تو وہ بہت بولا عمر گزری ہے نکلنے کا نہیں لیتی ہے نام فاختے کو جو وہ آیا تو لپٹ کر رویا آج گھر میں مجھے جنت کا مزہ آتا ہے دل سے بھی باتیں میں کرتا ہوں تو وہ کہتو ہیں شان پیدا ہوئی ہے عشق میں مشغولی کی</p>	<p>پھولوں کے ساتھ کھلی جاتی ہے تربت میری کہ نہیں ہلتی ہے پر یوں سے بھی رنگت میری آئی قتل میں دلہن بنے شہادت میری دل میں شرمائی ہوئی بیٹھی ہو حسرت میری مٹ گیا میں نہ مٹی ہا سے کدورت میری بیٹھ جائے نہ کہیں کچی ہے تربت میری تم تو بنتے ہو بگڑتی ہے طبیعت میری آج کھنکھل ہے کہ ثابت رہے نیت میری میں نہیں تو تر سے دل میں ہو محبت میری قدرت اللہ کی تم اور شکایت میری شبِ فرقت بھی ہو شاید کوئی حسرت میری نقشِ حب بن گئی تعویذ سو تربت میری گیسو حور کی لٹ ہے شبِ صلت میری سن رہا ہوں میں کیے جاؤ شکایت میری جوڑ ہے تیری نزاکت کا خافت میری</p>

<p>کہتے ہیں آئینے کی آنکھ سے شرم آتی ہے لکھوئے دیتی ہیں مرے دلوں میں زلفوں کی ہاتھ سینے سے جھٹکتی ہیں وہ سوتے ہیں صحن اور عشق ہم آغوش نظر آجاتے آس بختی روز قیامت کی نہ آیا وہ بھی بھیچرے شاہد رحمت کو اب اسے رب کریم</p>	<p>میری صورت سبھی ہستی ہی جو صورت میری اٹھنیں گلیوں میں بھٹک جاتی ہو نیت میری رات کو روزِ مرکب جاتی ہے دولت میری تیری تصویر میں گھج جاتی جو حیرت میری چمکے گئی اُسکو بھی شاید شبِ فرقت میری ہمنشین کوئی نہیں سونی ہے تربت میری</p>
--	---

الف موعے کرنے یہ گھلایا ہے امیر
 آئینے میں نظر آتی نہیں صورت میری

<p>بے ترے حالت ہے یگانہ کی حکم ہے باتیں کروا غبار کی لگائیں ہم سے نگاہیں یار کی ہوں وہ لاغر و پر اس کے گر پڑا اٹھ چلے جب وہ خبر دی موت نے حال مجھ سے سر پہنے کا نہ پوچھ خستہ گین ہے یارِ ظاہر میں تو ہو دل میں رہے خواہ آنکھوں میں حضور جرم میرے حد سے باہر ہیں تو ہوں شمع کی آتش زبانی پر نہ جا ہجر میں باقی نہیں کچھ میرے پاس فطرتِ باری سے میں گھلتا ہنہیں آگے بالین پر مے بولی جہل</p>	<p>کہتے گل سانس ہے بیمار کی واہ کیا فرائض ہیں یار کی ہو گئیں آپس میں باتیں پیار کی کھاکے ٹھوکر سایہ دیوار کی نبض ابھی چلتی ہے اس بیمار کی دیکھ لے حالت درو دیوار کی ہم نظر پہچانتے ہیں پیار کی جلوہ گاہیں دونوں میں سرکار کی رحمت اُن ہی بڑھکے ہے غفار کی اور ہوتی ہے زبان گفتار کی اک شکایت ہی تو وہ بھی یار کی کو قوت کھاسے جاتی ہی غنوار کی میں دوا ہوں عشق کے آزار کی</p>
--	---

<p>گلی نرسے عارض کے دیوانے تھے وہ سلمان ہوں اگر توڑوں میں بست عاجزی کس دن مرے گھر سے گئی حشر کے دن بھی نہ وہ آئے نظر</p>	<p>پھاڑے پکڑے راہ لی بازار کی صاف آواز آئے استغفار کی ہے وہی افتادگی دیوار کی دل میں حسرت رہ گئی دیدار کی</p>
<p>اسے امیر اسکی لگاوت پر نہ جا مار ڈالیں گی نگاہیں پیار کی</p>	
<p>دم تری الفت پوشیدہ کا بھرنے والے عشق میں جی سے گزرتے ہیں گزرنے والے دایع دل سے مرے کہتا ہے یہ اسکا جو بن بزم ماتم میں کبھی شب ہی کو آجا جھپک پھر ہمارا آئی ہے پھر ہکو جنون ہوتا ہے دیدہ دول میں یقیوں کے بسے ہیں جا کر آخری وقت بھی پورا نہ کیا وعدہ وصل پھر چھٹی گئی بے گل رنگ پڑھیں گے نشے اٹھے اور کوچہ محبوب کو پہنچے عاشق بام پر کھول کے زلفوں کو وہ خود کہتے ہیں بھڑکتی ہیں جو ڈوبے تو عدم میں نکلے نزع میں ہم میں غم عشق یہ چلاتا ہے دل بیتاب گرد آہ کوئی کی تو نے اب مرے اٹھیں گے اٹھتی ہو جوانی ان کی کیون تو یوں کو صلیوں میں کہ یہ ہیں امیر ترک</p>	<p>دل جلے سینہ جلے ان نہیں کرنے والے موت کی راہ نہیں دیکھتے مرنے والے دیکھ اس طرح ابھرتے ہیں ابھرنے والے اور مرے سوگ کی پرستے میں بننے والے کیا دن آئی ہیں فراغت سو گزرنے والے میری آنکھوں سے مرو دلیں اترنے والے آپ آتے ہی رہے مر گئے مرنے والے خوشے انگور کے رند وہیں اترنے والے یہ مسافر نہیں رستو میں بٹھرنے والے راستہ بند یہی سانپ ہیں کرنے والے پار اتر جاتے ہیں یوں پار اترنے والے دیکھ غربت میں مجھے چھوڑنے مرنے والے رواٹھے چٹکے کیوں بات نکر نے والے نخل امید سے دو پھل میں اترنے والے ذکر میرا تری سرکار میں کرنے والے</p>

<p>وقت انکار زبان چلتی ہے خنجر کی طرح جان دینے کو کہا ان سے تو ہنکر بولے اب خنجر کو بھی قاتل نے مجھے ترسایا مرد سے پرورد سے مزاروں میں گڑھیںگے چشتر تیغ و خنجر سے نہ جھکنا سر و گردن کاٹنا نزع میں کیا نظر آتا ہے کوئی برق جمال کبھی داغوں کے چمن پر بھی نظر حسرت سے جب میں کہتا ہوں کہ مرنے والوں کو کہتی ہوں اہل نزع کا وقت جو گزرا تو خوشی کی اسکی</p>	<p>خون آوار کا کرتے ہیں مکر نے والے تم سلامت رہو ہر روز کمر نے والے نہ دیے حلق سے دو گھونٹ اترنے والے لاکھ دھان ہوں یہ گھر نہیں بھرنے والے چل دیے موڑ کے منہ فیصلہ کرنے والے آنکھیں کر لیتے ہیں کیوں بند یہ مرنے والے اور سے پھولوں میں پھولوں سے سوزنے والے میر بھی چکا یکہین اور روز کے مرنے والے ایسے صدویا بھی کہتے ہیں گزرنے والے</p>
---	--

آسمان پر چوستار سے کل آئے تو امیر
یاد آئے مجھے داغ اپنے اچھرنے والے

<p>اک ذرا دیکھ تو کیا کہتے ہیں مرنے والے پھر کہاں دل کا پتہ دل میں حسین جب آئے دل عشاق کے ٹکڑے نہیں یہ پرچے ہیں موت کہتی ہے کہ دیتے تو حسینوں یہ ہیں جان منہ پہ آواز کے نہ آئیں تو گندہستہ کیوں جوئی جلوسے ان ہرق جمالوں کو غضب ہیں دل کو آئے تربت پر تو وہ کوٹ کے اٹھا بولے ساتھ دو چار کو لے نکلیں گے ہم قتل سے تارا شکون کا نہ ٹوٹے گا لپٹ کر ان سے نقش پایا سے بھی پایا بیچ کہیں دیکھے ہی نہیں</p>	<p>اور غریبوں کے مزاروں پر گزرنے والے گھر بھی لیجاتے ہیں اس گھر میں ٹھہرنے والے داو و حشر کی خدمت میں گزرنے والے اور مجھے معاف لیے مرتے ہیں مرنے والے مشکین بندھوا تو ہیں خود مال بھرنے والے برسون تر پائیگی دم بھر کو ٹھہرنے والے سر نہکاتے ہیں سراپاؤں چہ مرنے والے پڑ کے مرتے نہیں جو لڑکیاں مرنے والے اب گلے سے نہیں یہ ہمارا ترنے والے ہر قدم پر یہ سا فرہین ٹھہرنے والے</p>
--	---

<p>جو رہن بولین گئے جنت کو جو ستا عشق گھر کے گھر کر دیے خالی ترے غصے ڈنکر دل دھڑکتا ہے مراد کچھ کے جوہن کا ابھار غم کو مین سے جھجھلا کے یہ بولا غم عشق ہمتو دم کو چہ جانان ہی میں جا کر لیں گے چاند کو داغ لگائیں جو مین وہ عتازہ روح نے پردے میں تو بہ کے کیے لاکھ بناؤ</p>	<p>آئے کو تر سے نہاد صو کو نکھر نے والے آج تک تجھ کو بھر سے جا تو رہیں بھر نے والے چوم لیں منہ نہ تمہارا یہ بھر نے والے بھاگ تجھ سے دل علق نہیں بھر نے والے گو کیسی نہیں جنت میں ٹھہرنے والے چاندنی سیلی ہو نکھرنے جو نکھرنے والے زاہد اس طرح سنو رتے ہیں سنو رنے والے</p>
<p>لیکے دل کہتے ہیں وہ بال بکھرنے والے ہاے قاتل نہیں ملتا کہیں شمشیر کف وہ قدم وہ جو چلے فتنے یہ چلا اٹھے ہو لے وہ آئینہ خانے میں عجب سیر بیان کہتے ہیں کیجیے عشاق کی خاطر کب تک کام آئیگی نہ ظاہر کی چمک محشر میں جتنے عارف ہیں وہ دنیا سے الگ رہتے ہیں یوں بدلنے کے نہیں لالہ وریحان کو لباس جان لینے کا سلیقہ تو اجل کو آئے کچھ کے محرم جو بند ہی اور بھی امیر جو رہن زلفین ہوئی جو پریشان تو جھڑکی افشان ملکے رہن میں جو حورون کی خبر لیتے ہیں</p>	<p>خوب پہچان گئے اہل ہوس کو وہ امیر نظرون پر چڑھ گئے سب دل سوا ترنے والے کہ بگڑنے میں بھی بنی ہیں سنو رنے والے سر پہیلی پہ لیے پھرتے ہیں مرنے والے اب نہیں پاؤں قیامت کے ٹھہرنے والے ساری دنیا کے اکٹھا ہیں سنو رنے والے انکے دل تو نہیں دیدار ہو بکھرنے والے عرق شرم میں ڈوبیں گے نکھرنے والے خضر کب گھر میں ہیں رہن کو ٹھہرنے والے ٹکڑے ہو ہو کے یہ کپڑے ہیں اترنے والے جان مرنے سے چاؤ نہیں مرنے والے کہیں قبتے میں دبانے سے بکھرنے والے بال کے ساتھ یہ موتی ہیں بکھرنے والے کیا قیامت ہے وہ ہیں آج نکھرنے والے</p>

عشق نے پھیر کے منہ پر سر سے زردی یہ کہا کہو ملیں سے کہ منقار کی لائے مقراض خجہ کے خم ہو گئے خجہ نہ غنم میں جالی چونین کہتی ہیں کرتا ہے جو وہ وعدہ وصل	ہم میں رنگ اپنی تصویر میں بھرنے والے پھول بانوں کیلئے ہیں وہ کترنے والے دل نہ مستوں کے بھرو تھک گئے بھرنے والے کیا کہا پھر تو کہہ ادا کہہ کے کرنے والے
--	---

قابلِ رسم قیامت میں نہ بھڑکے امیر
رحم دنیا میں غریبوں پر نہ کرنے والے

خاکِ نژاد خاک کے اندر چلے گئے شب اٹھکے انجن سے جو تم گھر چلے گئے کین پھلتے چلتے مڑ کے نگاہیں یہ تپ تپ غیروں کے بد بند کیے یار نے جدا تربت پہ سیری اٹھ اٹھانے کا ذکر کیب لکابِ عذیم کی آمد و شد کا ہے کیا شمار محبتِ جان سے چل نہ سکا قانون کا زور دل پر ہے اختیارِ قابو ہے جان پر اسے ہر صغیر اڑ نہ سکا جب میں ضعف سے آئے وہ کیوں اس آئینے سے حاصل ہی کیا ہوا بجلی ابھی چمک کے چھپی یا وہ ناز سے شیشے پکارتے ہیں کہ زندانِ بادہ نوش منٹے ہوئے وہ سارے آؤ جو مثلِ برق ہر گھمبیر لڑائے غیر سے نکلے تھے وہ مگر	جس گھر سے آئے تھے پھر اسی گھر چلے گئے ہم اٹھ سکے نہ آپ سے باہر چلے گئے دل میں مرے چھو کے وہ فشر چلے گئے پر اُن کے جوڑ توڑ برابر چلے گئے دہ فاختے سے ہاتھ اٹھا کر چلے گئے سترِ جہان میں آئے بہتر چلے گئے مقتل میں توڑ توڑ کے خنجر چلے گئے کیا جانے کیا وہ پھونک کے منتر چلے گئے اڑ اڑ کے سوے باغِ مری چلے گئے چپ تھوڑی دیر بیٹھے اٹھ گھر چلے گئے جھلکی دکھا کے پردے کیے اندر چلے گئے آئے تباہ کر کے مرا گھر چلے گئے مانند ابرہہ کو بلا کر چلے گئے دیکھا جو جھکاؤ نکمہ چڑا کر چلے گئے
--	--

کیا ہستی و عدم کا کہیں حال ابے امیر

اس گھر سے تنگ جب ہو اُس گھر چلے گئے

جو گھر میں پھر کے ہم اُنکے حضور سے آئے
خطا معاف کریں آئینِ شب کو وہ چھپکے
سمندرِ ناز سے اترے نہ بیٹھتے کیسا
خدا تو عفو کرے بار بار دیکھئے جسم
وہاں یہ حکم کہ کپڑے بھی چھین لو اسکے
دکھاؤں وغیرہ رز کا جمال و اعطاکو
لحد میں آئے نکیر میں تو بین یہ سمجھ
وہ بادہ کش ہوں کہ ہو جاؤں ست شتر کو دن
ہمیں نہ تم سے ہلا کچھ رہے وہی اچھے
گناہگار ترے گیسوؤں کے محشر میں
بخیر کیجیے گا یا حضرتِ موسیٰ

کلیں ہم ہر ملاقاتِ طور سے آئے
وہ دن بھی فضلِ خدا و غفور سے آئے
وہ اُسے گھر مے پر کس غرور سے آئے
غضب ہی باز نہ بندہ تصور سے آئے
بینِ منتظر کو فی خلعت حضور سے آئے
کہ شرم کچھ اُسے تعریفِ حور سے آئے
نفیق مجھ کو بلائے حضور سے آئے
صدائے قفل مینا جو صور سے آئے
کہ خالی ہاتھ تو موسیٰ نہ طور سے آئے
بندھے ہوئے رسنِ زلفِ حمسے آئے
کبھی جو ذکر ہمارا حضور سے آئے

امیر اپنی جو آنکھیں ہوں طالبِ دیدار
چاک کے برق ابھی کوہِ طور سے آئے

آکے غربت میں ہمیں ہمیش وطن بھول گئے
نجد میں پھرتے ہیں کیوں چار طرف سرگردان
اب تو بھولے سے بھی کرتا نہیں تو یاد ہمیں
میں وہ دیوانہ عریانِ عکس کہ مرقد میں غریز
قید میں طول کھایا کہ اسیرانِ نفس
بخت بیدار ہوئے اُسکے ترے کو چرمین
دل کو ہر تریج میں گیسوے رسا کے ڈھونڈا

لطف اٹھایا یہ نفس میں کہ چمن بھول گئے
کیا نشانِ مرقدِ چمن کا ہرن بھول گئے
جتنے وعدے تھے بسے عہدِ کن بھول گئے
دفن کرنے لگے مجھ کو تو کفن بھول گئے
شکلِ گل بھول گئے رنگِ چمن بھول گئے
صورتِ خوابِ فراموش وطن بھول گئے
پر یہ چوکے کہ ترا چاہِ ذوق بھول گئے

سالہا سال ہوئے ہیں نہیں آئی ہے کسی
کیا غریبوں کو عزیزانِ وطن بھولا

ناملے گھٹ گھٹ کو روک دلی ہی میں تیرے ہیں امیر
کیا بلا انکو ہوئی راہِ دہن بھول گئے

اور بھی مج کو پیار آتا ہے
سُن لیا ہے کہ یار آتا ہے
گھر کے ابر بہار آتا ہے
اور کیا تج کو یار آتا ہے
ساتھ ہی اعلیٰ بار آتا ہے
غصہ کیوں بار بار آتا ہے
وہ تمہارا شکار آتا ہے
دوستوں کو پکار آتا ہے
کہ ہر اک شکبار آتا ہے
کب سے اُمید وار آتا ہے
گریہ بے اختیار آتا ہے
مجھ کو غصے پر پیار آتا ہے
کون سے مزار آتا ہے
اسی رستے سے پیار آتا ہے
آنکھیں میں غبار آتا ہے
مر گئے پر تدار آتا ہے
حشر میں شد مسار آتا ہے
دیکھ کر مج کو پیار آتا ہے

بچ کھینچے جو یار آتا ہے
دل کو اب کب قرار آتا ہے
بال کھولے جو یار آتا ہے
دُلف دُرخ کو سنوار آتا ہے
تیرے وعدے سے عشق ہے اسکو
وصل میں اسکو کسے بلوایا
دیکھ کر مج کو چوٹوں سے کہا
روزِ تکیوں میں جا کے دل میرا
کیا مصیبت عدم میں ہے یارِ ب
اک نظر دل کو دکھ لو دکھو
درو دل میں مری تسلی کو
تم کو آتا ہے پیار پر غصہ
چین آتا نہیں مزار میں آج
کہتے ہیں آنکھیں بند کر لو تم
گردِ کلفت کو دل میں دو نہ جگہ
زندگی میں کبھی نہ آ سگلا
تیری رحمت کو دیکھ کر مجرم
ذبح کے وقت اسکی گھیل ہٹ

<p>بیقراری کا گھر ہے دل میرا فتنے کہتے ہیں دیکھ کر اُسکو</p>	<p>تو کہان اسے تداراتا ہے فستہ روزگار آتا ہے</p>
<p>جاسے شکوہ مری زبان پر ایسے شکر بے اختیار آتا ہے</p>	
<p>جب سے بیل تو نے دو تنکے لیے مے ندی قرض سنے دو ڈکولے دن مراد قاسم میری رات کو ہے جوانی خود جوانی کا سنگار پاک رکھا پاک دامن سے حساب کون دیرا نے میں دیکھے گا بہار ساری دنیا کے ہیں وہ میرے سوا ڈرہ ڈرہ دے کا زاہد وصل میں جھنجھلا کے رہے ہو کہہاے کیسا اگر آگ سا دیکھ نہیں باغبان کلیان ہوں ہلکے رنگ کی سب حسین ہیں زاہد دن کو نا پسند جاسیے سوپا خدا کو جاسیے ذبح کرنے میں بڑا مشاق ہے وصل کا دن اور اتنا مختصر کھا گیا ہم ناتواؤں کو سراق</p>	<p>لوٹتی ہیں بکلیان ان کے لیے جینے توڑے ہرے گن گن کے لیے رات روتی ہے مری دن کے لیے ساوگی گہنا ہے اس سن کے لیے ہو سے بھی گن کر دیے گن کے لیے پھول بنگل میں کھلے کن کے لیے میں نے دنیا چھوڑ دی جھلکے لیے دور ہیں ہے چشم باطن کے لیے رکن کا جو بن اور ہے کن کے لیے تار سونے کے دیے تنکے لیے بھیجنا ہے ایک کسں کے لیے اب کوئی عورت آئیگی ان کے لیے تھایہ سارا حن صفا من کے لیے گھر بولنے میں مؤذن کے لیے دن گئے جاتے تھے ہنس دیکے لیے کھول کر منہ دیو نے تنکے لیے</p>
<p>صبح کا سونا جو ہاتھ آتا ایسے</p>	

بھیجتے تھے موزن کے لیے

تندے اور ایسے کن کے لیے
 حور یارب ہے جو مومن کے لیے
 واسے قسمت وہ بھی کہتے ہیں بُرا
 پی بھی لے زاہد جوانی میں شراب
 گالیوں میں بھی بتوں کی سہ مڑہ
 دستِ رز سی پاک دامن چاہیے
 کہتے ہیں چھپتے کی بھی اچھی کہی
 دل کا صفا من تو ترا کیا اعتبار
 چھاؤنی چھائیگی کیا فوجِ خزان
 وصل میں بولے جھٹک کر ہاتھ وہ
 بن سنور کر آرسی دیکھا کیے
 مجھ سے رخصت ہو مرا عہدِ شباب
 جھاڑنی ہے کون سے گل کی نظر
 کھا گئی پیری جوانی کو مری
 بوسہ بازی میں انہیں دھوکے دیے

ساقیا ہلکی سی لاراں کے لیے
 بھیج دے دنیا میں دو دن کے لیے
 ہم بڑے سب سے ہو چکے لیے
 عمر بھر ترسے گا اس دن کے لیے
 اک ہنر ہے عیب بھی انکے لیے
 شیخ جی سے پاک باطن کے لیے
 پردے میں بیٹھ گئے ہم انکے لیے
 پہلے اک صفا من ہو صفا من کو لیے
 صرصر آئی باغ میں تنکے لیے
 پھول پھل سب آج ہیں انکے لیے
 سب تکلف تھو یہ ہمیں کے لیے
 یا خدا رکھنا نہ اس دن کے لیے
 بلبلیں بھرتی ہیں کیوں تنکے لیے
 ہائے تھی یہ رات اس دن کے لیے
 بے گنے دس ہیں دس گن کے لیے

لاش پر عبرت یہ کہتی ہے امیر

آئے تھے دنیا میں اس دن کے لیے

عجب عالم ہے اسکا وضعِ سادی شکل بھولی ہے
 ادا میں کھیلتی ہیں نگ تلوار اس نے تولی ہے
 سیاہی داغ کی سرخی میں ہے یا جو شہی میں
 گھسی جاتی ہے دل میں کیا ریلی نرم بولی ہے
 لہو کی چلتی ہیں پیکار یاں نقش میں بولی ہے
 یہ لالے سے گزرتے ہیں انہوں کو بولی ہے

بہار آئی چین ہوتا ہے مالامال دولت سے
عجب ملبوس ہے ہم دشتیوں کا رخصت عریانی
گھٹائی سیر جگرے سے نکل کر دیکھ اسے زاہد
پری نے قاف میں دیکھی جو وہ تصور بل اٹھی
خفا کیوں ہو جو آواز سے کسے عاشق نے غیر میں پر
صریح دور میں آئی ہے زاہد ہون جو محفل میں
نظر بازی سے جوتی ہے لذت میں کہ تو ہیں
اداسی سے تری مڑتا ہے جو مڑتا ہے دین میں
جگاتی ہے یہ کہہ کر صبح پیری چشم غافل کو
طبع سے وہ نگاہ شوح جا لپٹی ہے دشمن سے
وہ کہتے ہیں کہ ہم آنکھوں میں سب کو تار لپٹی ہیں
صبا ان منہ بندھی کلیوں نے شکو کسی چوری کی

نکا لا چاہتے ہیں زر گرہ غنچوں کی کھولی ہے
گریبان ہے نہ واسن ہو نہ پردہ ہو نہ چولی ہے
ہنانے کو یہ چوٹی خور نے جنت میں کھولی ہے
میں اس صورت کی صدقہ مایو کیسی بی بھولی ہے
یہ آزادوں کی بابت میں لیکے بولی بھولی ہے
جھکالیں اپنی آنکھیں دختر زر کی ٹیڈولی ہے
ترے دیدار کو بھوکے فقیروں کی چھولی ہے
قضا کہتے ہیں جب کو وہ اسی سا بچو کی گولی ہے
بس اٹھ اونیند کی مائی کہ شب بھر خوب لی ہے
کمر بچلی نے کوہ آتش افشان کی ٹٹولی ہے
محبت ساری دنیا کی اسی کانٹے میں ٹولی ہے
کہ تو نے صبح کو ایک ایک کی بقی ٹولی ہے

امیر ایسے سنگت میں مصنائن نازک و نگین

غزل کیا ہے یہ چھوٹوں پر بھری نگین کی جھولی ہے

عجب ناگن ہے زلف اسکی کجس محل میں کھولی ہے
نصو میں مری کیا کیا پری مضمون پھر تے ہیں
طبع کی لبت مرسے پر بھی نہیں جاتی حر لہو سے
گلوری کھائی اس غنچہ دہن نے تو یہ مرجھائے
کہان جو قہر شاہی میں چھپر کھٹ نازنینوں کا
کرم کرتی ہے رجت دیکھیے کسپر کہ محشر میں
چھپا کر منہ نہ رلوا اسکو روزِ محشر اوطالم

دہان سے جو چلا ہوا ٹھکے اسکی ساتھ ہولی ہے
مری نازک خیالی ان سینوں کی جھولی ہے
کمر تحت الشری میں جا کر قارون کی ٹٹولی ہے
کہ ہے جو بیول گلشن میں مری بانوں کی ٹھولی ہے
وہ بچوں کا گھر ونداسے یہ گر لپو کی کھٹولی ہے
وہ صفت پر سہیگا روئی میخوارو کی ٹولی ہے
جہان تک آنکھ سے رو کیا فرقت میں رولی ہے

<p>سکھیل مل کے خصمت نخر قاتل سوہولی ہے یہ بولا چاہتی ہے پر نہ بولے گی نہ بولی ہے انگلی چٹو لون نے اب یہ برچھی کپہ ٹولی ہے بچھے دیکھا ہے جب آرسی نے آنکھ کھولی ہے مسک جائے نہ اومید و ناامید میری چولی ہے ابھی زگرے نے آنکھیں چین میں آنکھ کھولی ہے ہنسی ہو چھوڑے آپس کی چھلین پٹھولی ہے ہزاروں منتوں پر تو چٹک کر منہ سوہولی ہے</p>	<p>نہ روکے سخت جانی جاؤ دی جان بسمل کو خوشامد اسے دل بیتاب اس تصویر کی کب تک او کی تنہی ہی سے ساری دنیا ہو چکی بسمل سوا تیرے کیا آئے نے منہ نہیں دیکھا نقد میں بھی آنکھ کھینچتا ہوں تو وہ کہتے ہیں اہار لالہ گل دو گھڑی تو دیکھ لینے دے کیلے تم کہاں ہو وصل کی شب دل لگانے کو کلی گل کی ہوا صنی وصل پر بلبل سے کیا ممکن</p>
<p>امیر اس بیوفاداری کی صورت پر نہ تم جاؤ بڑی عیار ہے مکار ہے ظاہر ہیں بھولی ہے</p>	<p>بتوں ہی میں ہے وہ بت کچھ تجھے خبر بھی ہے بیہان تو جان بھی ہے دل بھی ہے جگر بھی ہے لپٹ کے تم سے تصور میں کوئی سوتا ہے وہ تیغ میان میں کرتے ہیں کوئی یہ کہہ دے یہ بیخودان محبت پہ طعن اے واعظ گئے جہان سے منعم مگر ترک نہ گیب عجب رفیق ہے یہ کسی کو بیوفنا جو تیرے دل کی طرف اُس کمان سے چلتا ہو نہ دست ناز میں رکھیں تو کسب کرین آخر</p>
<p>چھپا ہوا انہیں فتنوں میں فتنہ گر بھی ہے تری نگاہ میں کچھ جذب کا اثر بھی ہے کہ دھریاں تمہارا ہے کچھ خبر بھی ہے کہ اک غریب سامنہ قاتل ادھر بھی ہے مزے سے خبری کر تجھے خبر بھی ہے کہ بعد مرگ مہری مزار پر بھی ہے سپر نزار مجاور بھی نوہ گر بھی ہے پکارا ہے وہیں سے کہیں جگر بھی ہے اکہان وہ تیغ کو بائیں کہیں کمر بھی ہے</p>	<p>ہوا و شوقی اجا بھارتی ہے امیر لاش پریشک تری آنکھ سے بارے نکلے</p>
<p>دگر نہ مجھ میں کہیں طاقت سفر بھی ہے شکر ہے آج تو ارمان ہمارے نکلے</p>	<p></p>

دن کی شب ہو گئی گردن پتارے نکلے
ہم وطن سے ہیں اسی درد کے مارے نکلے
چار آنسو بھی نہ ماتم ہیں ہمارے نکلے
دل سے ارمان ہمارے نہ تمہارے نکلے
وہ بھی درپردہ تمہارے ہی اشارے نکلے
اگر میان کرنے کو چتر سے شرارے نکلے

یہ صدا آئی امیر
لے چلے کو آری نکلے

روتے روتے باغبان کو آج چکی لگ گئی
خچہ بھی چٹکا تو میرے دل پہ گولی لگ گئی
سلسلہ پیدا ہوا رفت کا سیر لگ گئی
اٹھ گئی دیوار در پر صبر ایسی لگ گئی
باغبان آواز میں لب لب کے پتی لگ گئی
رات بھر میں ایک پل جب آنکھ میری لگ گئی

نئے میں بس ل ہو گیا
پہرہ بھی لگ گئی

اس خن میں طرز جست و خیز آہو اور ہے
جسکا بس ہے جہان وہ تیغ ابرو اور ہے
فقر کے جامے کو زینت دی وہ آ تو اور ہے
پانی پانی جو کرے دل کو وہ آ سو اور ہے
جامے سے باہر ہیں گل رنگ اور ہو اور ہے

<p>ملکیا ہوں تجھ میں میں ہر چند مثل آب و رنگ بوسے یوسف مصر سے کھان میں لائی ہو صبا بو الہوس دم دیکھے کیا لیکام ری قاصد سے خط بہر بالمش جور کا زانو ہمیں در کا کرب کان میں موتی جو تم پہنو بڑے سے یہ آبرو یار آیا دیکھنے اب تو ٹھہر جا کوئی دم جنبش مژگان سے مارا ناؤ انون کو تو کیا بو کر گل رکھ چھوڑ کیا ہم کو اڑاتی ہے صبا</p>	<p>شوق کہتا ہے ابھی میں اور ہوں تو اور ہے اب دماغ حضرت یعقوب میں بو اور ہے جلگیا تھا جو پیمبر پر وہ جا دو اور ہے جسپہ ہم سر رکھ کے سوئی ہیں وہ زانو اور ہے بحر سے قطرہ کہے میں اور ہوں تو اور ہے میرے تڑپانے کا وقت ای در پہلو اور ہے بالکین کی نوک لے ترک جھا جو اور ہے تازہ ہے جس سے دماغ پیادہ خوشبو اور ہے</p>
<p>آہو چین کپ پھنسا سکتا ہے ہکولے امیر شیر کو جو صید کرتا ہے وہ آہو اور ہے</p>	
<p>چشم مخمور کو کیا کام قدر خوشی سے زندگی بسر میں رہا جامہ عسائی میں کبک سے ہو جو ہم آغوش تولدت اُسٹے چپ ہو جسکی طرف گھور کے تم نے دیکھا تذکرہ کچھ تو کیا میسری پریشانی کا رنگ گلزارِ تحیر نظر آ یا جب سے</p>	<p>کم نہیں سرمہ ترا دارو بیہوشی سے مرگ کے بعد ہے کیا کام کفن پوشی سے لطف کیا ماہ کو ہالے کی ہم آغوشی سے کم نہیں گردِ نظر سرمہ خاموشی سے آج اچھے وہ بہت زلف کی سرگوشی سے غچہ سان بند ہیں لب لذت خاموشی سے</p>
<p>خلق ناراض خدا نا خوش امیر اس سو ہے عیب تر نہیں انسان میں حق پوشی سے</p>	
<p>عشق جا کر جوڑے حسن کے عالم میں ہے ہم خوشی میں بھی ہے یوں کہ کوئی غم میں ہے کچھ پسیدی بھی مرے جامہ ماتم میں ہے</p>	<p>ہے یقین پھول عاشق نہ کبھی غم میں رہے مرگِ شمن کی خبر سنکے بھی ماتم میں رہے شاو دل غم میں ہے عیدِ محرم میں رہے</p>

ہم تو جب تک ہر عالم میں اسی غم میں رہے
 عطر دان بنکے ترے گیسو پر غم میں رہے
 ہر بھی جائیں تو یقین ہے کہ کڑپا ہم میں رہے
 دامن دختر زریخہ مریم میں رہے
 جتنے تھے چھوڑ کر سب مریم میں رہے
 مشورے کو جگ کے شب بھر گل و شبنم میں رہے
 ہے غضب قفل جو دروازہ حاکم میں رہے
 جزو کوئی مرزا زخم کامر میں رہے
 موت کیونکر سہل عیسیٰ مریم میں رہے
 ایک عالم میں رہے ہم کہ دو عالم میں رہے
 میرے کانہوں کے فرشتے مرے ماتم میں رہے

غم کہاں جا کے رہیگا نہ رہینگے جب ہم
 غنچہ گل کو چین میں یہ ہوا ہے اسے گل
 شویون نے کسی قاتل کی کیا ہے سہل
 پاس عصمت سے یہ ہے حکم مرے ساقی کا
 خم بھی رو یا مجھے پیمانہ بھی رو یا مجھ کو
 آکے بگڑی ہوئی اس باغ کی دیکھی جو ہوا
 جمع میں سائل و شنام ذرا منھ کھو لو
 چارہ اگر شک نہیں سودہ الماس بھی
 لب جان بخش کی ہے یاد تو مرنا کیسا
 بیخودی سے ہمیں یہ حال نہ تازیت کھلا
 اور کوئی تو غراور نہ تھا غربت میں

اپنے بیکالے کو روئے ہی کئی عمر میں
 کبھی دشمن کے کبھی دوست کا ماتم میں ہے

دو دن عالم سے جدا تیسرے عالم میں رہے
 دُوب کر خندہ گل گریہ شبنم میں رہے
 نہ رہے تو بھی باقی کہ خودی ہم میں رہے
 آنکھ ترشح کی پروانے کے ماتم میں رہے
 سبزہ گل پسیدی وہی شبنم میں رہے
 خار ہی خار فقط گلشن عالم میں رہے
 پھنس کے مشاطہ کا دل گیسو پر غم میں رہے
 لطف تو جب ہو کہ وہ غم میں تو یہ ہم میں رہے

دو جہان چھوڑ کے عشاق ترے غم میں ہے
 عاقبت میں ہو تو خود عیش بیان غم میں ہے
 محو تصویر کی صورت یہ ترے غم میں رہے
 جیت ہے تم مرے مرنے کا ذرا غم نہ کرو
 غیر کے رنگ میں ملتے ہیں کہیں اہل صدا
 صبر مرگ ادا لیس گئی سب پھولوں کو
 گنگھی چوٹی میں مری جان دکھاؤ وہ ادا
 سزم کے ساتھ ہو شوقی بھی ٹھہرن میں کیا خوب

<p>عقرو کہتا سہستہ کہ کوئی نہ جہنم میں رہے بزم دشمن میں کہ تم مجلس ماتم میں رہے آنکھیں جنت میں رہیں کان جہنم میں رہے اثر خندہ شادی مرے ماتم میں رہے کاش اپنے ہی تڑپنے کی سکت ہم میں رہے روز سو مرتے ہیں کب تک کوئی ماتم میں رہے بھی بڑے بھکویہ الجھن بھی مرے دم میں رہے</p>	<p>دل میں عصیان کے یہ ہے ایک ہنودا دل خلد چوڑیاں لٹٹی ہوئی نیل بدن پر ہین ٹپے باتیں ناصح کی سنیں یاد کے نظارے کیے زعفران کی بھی پیالی ہو کوئی پھولوں میں اُنکے تڑپانے کی طاقت جو ہین ہم میں ہو مرگ عاشق کی خبر آئی تو جھنجھلا کے کہا تو ابھٹتا ہے اُجھٹنے سے اگر بالوں کے</p>
<p>ہم وہ ہیں زندہ کہ رندی کا نہ لے نام امیر آکے دو دن پس رنج اگر ہر دم میں ہے</p>	<p>حسن مرنے کا یہ ہے حسن مرے علم میں رہے گر غریب الوطنی بھی نہ مرے علم میں رہے کبھی کبھی میں چلے دور کبھی ہنست میں یاس رسکو بھی تو رہنے نہیں دیتی دل میں جی طرح ریگ رہے شینہ ساعت میں روان وصل کا دن ہے سنورنے کو بگڑنا کیسا ہنس ہی دین وہ مرے پھولوں میں روئیں نہ ہی باغ جنت سے ایک تو بد دست نکلے میرے گل کیا ہے شب ہجر جو روز آتی ہے پانی جتنا غما وہ سب پیگئے پیئے ولے روح تا چند رہے تن میں کچھ انصاف بھی ہے ہانکی جوتوں سے لنگھو یوں میں کرو بھوکا شکار</p>
<p>سوگ میں بیٹھے ادا ناز بھی ماتم میں رہے اور پھر کون سے غربت میں جو ماتم میں رہے کشتی مے کبھی کوثر کبھی زمزم میں رہے کاش امید ہی ملنے کی تری ہم میں رہے چلتے پھرتے ترے شقائق دو عالم میں رہے جا کے اب چلین جہین گیسو پر خم میں رہے ناز کی کچھ تو مری مجلس ماتم میں رہے کیون نہ شوق سینہ گندم غم آدم میں رہے یہ بلا جا کے کسی گیسو پر خم میں رہے خاک اُڑائے کو ہمیں چشمہ زمزم میں رہے تقدیر تک یہ پری قالب آدم میں رہے توک کی بات بھی کوئی نگہ کم میں رہے</p>	<p>حسن مرنے کا یہ ہے حسن مرے علم میں رہے گر غریب الوطنی بھی نہ مرے علم میں رہے کبھی کبھی میں چلے دور کبھی ہنست میں یاس رسکو بھی تو رہنے نہیں دیتی دل میں جی طرح ریگ رہے شینہ ساعت میں روان وصل کا دن ہے سنورنے کو بگڑنا کیسا ہنس ہی دین وہ مرے پھولوں میں روئیں نہ ہی باغ جنت سے ایک تو بد دست نکلے میرے گل کیا ہے شب ہجر جو روز آتی ہے پانی جتنا غما وہ سب پیگئے پیئے ولے روح تا چند رہے تن میں کچھ انصاف بھی ہے ہانکی جوتوں سے لنگھو یوں میں کرو بھوکا شکار</p>

<p>گرمی ہجر میں یا د آئی جو اُن آنکھوں کی دیکھ لے ہجر میں عالم جو سر سے بھینے کا جذبِ لفت جو ہوا اپنی چین میں بانڈھے</p>	<p>لیکے آغوش میں حورون کو جہنم میں رہتے مر نہ جاسے تو اجل نزع کے عالم میں رہتے مہرِ پتلی کی طرح دیدہ مشہبہ میں رہتے</p>
<p>جان اس کشکشِ نزع پر جھڑپتے ہے امیر بناگ اگر اُسکی کھچا وٹ کا بھی کچھ دم میں ہے</p>	
<p>وصل ہو جائے یہیں حشر میں کیا رکھا ہے مختب پوچھ نہ تو شیشے میں کیا رکھا ہے کہتے ہیں آئے جوانی تو یہ چوری تھکے دل سی شے گرد و دورت میں ستم ہو کہ نہیں پاس گھیرے ہوئے ہے جلو گر بان کچھ کچھ کہتے ہیں میری بلا جانے ترا دل ہے کہاں خون عاشق کو ہے اب ستر اُس تک شکل کہتے ہیں ناز کی لذت کا تو کچھ نہ کر نہیں میں تھارے ہی تو جلوے کے کرتے سارے یاد آتا ہوں کبھی میں تو پہن لیتے ہیں ناز سے کشنہ انداز کو پامال بھی کر</p>	<p>آن کی بات کو کیوں کل پہ اٹھا رکھا ہے پارسانی کا لہو اس میں بھرا رکھا ہے میرے جو بن کو لڑکپن نے چڑا رکھا ہے ما سے کیا خاک میں ظالم نے مار رکھا ہے آسرا تیری لگا وٹ نے لگا رکھا ہے چور میں کیا مرے دشمن کہ چڑا رکھا ہے منہدی نے پہلے ہی سونگ بجا رکھا ہے اور مرہ یہ ہے کہ نام اُس کا جفا رکھا ہے اُس کو کیا تکتے ہو آئینے میں کیا رکھا ہے ایک جوڑا مرے پھولوں میں بجا رکھا ہے یہ ستم کس کے لیے تو نے اٹھا رکھا ہے</p>
<p>آدمی زاد ہیں دنیا کے سین لیکن امیر یار لوگوں نے پریرا دیتا رکھا ہے</p>	
<p>آپ نے غیر کا خط ہم سے چھپا رکھا ہے میں تغافل میں بھی سرگرم ستم وہ آنکھیں دیکھنا بھیج کو انجا ہم جو کوانا سے شمع</p>	<p>دیکھے دیکھے تکیے میں وہ کیا رکھا ہے آپ تو سوتے ہیں فنون کو چکا رکھا ہے تو نے سر پر تو تپنوں کو چڑھا رکھا ہے</p>

<p>لے یہ خنجر بھی ترے دم کو لگا رکھا ہے جا کے لے لیجیے کہے میں خدا رکھا ہے اور یہ کیا ہے جو پہلو میں دبا رکھا ہے تو مٹانے پہ جو آس تو مٹا رکھا ہے اس قیامت کو قیامت پہ اٹھا رکھا ہے اس پر ہی نے مجھے دیوانہ بنا رکھا ہے صور نے شور قیامت کا مچا رکھا ہے</p>	<p>ناز سے دار کیا اُس نے یہ کہل کر مجھ سے ہم چلے دیر سے کہے کو تو وہ بت بولا کہتے ہیں دل تو ہوا خون مری حسرت میں بخود ہی نقش خودی ہم سے نہیں مٹ سکتا حشر پر قیامت جانان کا ہے جلوہ موقوف دھت رز ہوش میں آنے نہیں دیتی جھکو مرہ اسے گرد گنت تو ہی کھلا دے اسکو</p>
---	---

جان بھی بھر خون دیدے مگر ہم نے امیر
کسی موقع کے لیے اسکو لگا رکھا ہے

<p>نقشہ مگر وطن کا ابھی تک نظر میں ہے جو داغ رنگ لاسے وہ میری جگر میں ہے کشتی ہماری عمر کی آب گہر میں ہے جزو بدن ہے داغ جو اپنے جگر میں ہے مچھلی ہے مردک جو مری چشم ترین ہے تصویر یار دل میں ہے نقشہ نظر میں ہے دشمن کے دل کا داغ بھی میری جگر میں ہے جس گھر میں ہم مقیم وہ گھر ہی سفر میں ہے اکشتون کا ڈھیر چار طرف بکھر میں ہے شاید جواب خط کمر نامہ بر میں ہے</p>	<p>اک عمر ہو گئی کہ اقامت سفر میں ہے جو خون ابل چلے وہ مری چشم ترین ہے دن رات یاد ہے دردندانِ یار کی ہم میں برنگ لالہ ازل سے الم نصیب اسے بھر خون دیکھ تر پستھار کی نیرنگیان تصور کامل کی دیکھیے متر ہے اُسے غیر بھی تو میں ہوں پستھار دنیا ہے بے ثبات میں کیا ہو میں ثبات قاتل ابھی سوار بھی گھر سے نہیں ہوا رکھتا نہیں زمین پہ اسے خوشی کے پاؤں</p>
--	---

یار اب امیر کے بھی گناہوں سے دگر
یہ بھی تو آخر اُمت خیر البشر میں ہے

یہ سب ظہور شانِ حقیقت بشر میں ہے
 ہر دم جو خونِ تازہ مری چشمِ تر میں ہے
 کھٹکا رقیب کا نہیں آغوش میں ہے یار
 واصل سجھیے اسکو جو سالک ہے عشق میں
 آنکھوں کے نیچے پھرتی ہے تصویرِ یار کی
 کرتے ہیں اس طریق سے طے ہم رہ سلوک
 پہلو میں میرے دل کو نہ اسے دردِ کرب تلاش
 مست ہی کی کیا بہار سے دندانِ یار پر
 ہو دردِ عشق ایک سبب گھٹ تو دوا کروں
 صبا دوسے سوالِ ربانی کا کیا کروں
 قاصد کو ماتھ داغ کے بھیجا ہے یار نے
 یہ قصدا کو ناز سے کیا اپنے توڑ پر
 آج بویغِ باندھے ہے پیرِ سیرِ دیکھ لو
 ساتی سے ظہور میں کیفیتِ بینِ سہی

جو کچھ نہان تھا تخم میں پیدا شجر میں ہے
 ناسورِ دل میں ہے کہ الہی جگر میں ہے
 اسپر بھی اک کھٹک سی ہمارے جگر میں ہے
 منزل پہ جانے اُسے جو رہز میں ہے
 پتی سی اک بندھی ہوئی تارِ نظر میں ہے
 سر اُسکے آستانِ قدم رہز میں ہے
 مدت ہوئی تب ہی کا مارا سفر میں ہے
 سوسن کا پھول چشمہ آبِ گہر میں ہے
 دل میں جگر میں سینے میں پہلو میں سر میں ہے
 اڑنے کا حوصلہ ہی نہیں بالِ چہر میں ہے
 خط کی تھی رسید کھ نامہ بر میں ہے
 اتنا اثر تو یار کی سیدھی نظر میں ہے
 میرے گلے پہ ہے کہ تمہاری کمر میں ہے
 پیر وہ مزہ کہاں ہے جو تیری نظر میں ہے

خجھر چکے کسی پتے پر ہیں ہم آئیں
 سارے جہان کا درد ہمارے جگر میں ہے

حسین تو ہے وہ مروت نہیں اگر نہ سہی
 بھیج ہی جائے گا لکھن تو اسکو نامہ شوق
 مری طیش سے مرے دل کی بیقراری سے
 تمہاری ایک نظر میں تو کام ہوتا ہے
 یہی ہجومِ بلا ہے تو کوئی دم میں ہے صبح

عصائب کی آنکھ تو ہے لطف کی نظر میں ہے
 چلین گے آپ ہی ہم لیکے نامہ بر نہ سہی
 نامِ خلق ہے واقفِ محققینِ خبر نہ سہی
 گھڑی ہی بھر کو پتیلے آؤ غمِ بستر نہ سہی
 شبِ فراق کی امڈول نہیں سحر نہ سہی

چڑھاسے پھول نہ اُس گل نے قبر پر نہ سہی
خدا کا خوف تو کچھ کر بتوں کا ڈر نہ سہی

شکستہ صورت گل داغ دل تو بین پس مرگ
بھلا نہ کہہ تو برا بھی نہ کہہ برا نہیں زابہ

امیر نالہ کشی ہجر میں نہیں سہی
بخت رول کا نکل جائے گا ان تر نہ سہی

آج ہم تجھ پرین کبیلی سے لڑائے والے
ہو سنا پیارا سر سے دیوانہ بنائے والے
ہاتھ ٹوٹیں تر سے گھڑ پالی بجائے والے
کیون مجھے گیسرے پرین پر نہ خانے والے
دھجیان دامن معشر کی آڑا سنے والے
دو بزرگ آہی میں ساتھ لگے زبائے والے
بو جھڑا ٹھوسا تے ہیں ابنا ز اٹھانے والے
دھم آخر مری بگڑی کے بنائے والے
تو بہ کر تو بہ کر ادل کے جلائے والے
ہوں پر زاد جنازے کے اٹھانے والے
چار آنسو مری تربت پر بہانے والے
کہ یہ کا نہ ہے نہیں تا بوت اٹھانے والے
بوسے ٹھنڈا نہیں کرتے ہیں جلانے والے
اب بٹھائیں انہیں پر دی میں بٹھانے والے
یہ بڑے آئے کھلے جھوکا گانے والے
ہیں یہ سب خانہ خرابی کے گھرانے والے
میری نقویر کو سینے سے لگانے والے

طور پر اسے طیش دل میں وہ آئیوں والے
آئہ سامنے آتا ہے عوض نیلے کو
شام ہوتے ہی شب وصل بجا ہے گھر
دیکھ کہ چار طرف عکس وہ اپنا بولے
ہم جو پیچھے تو قیامت میں ہوا غل آئے
جام نے کاتب اعمال کو بھی دے ساقی
بولے حسرت سے وہ تاپوست کو کا نہ دیکر
اشک بخت عرق شہم تو نہیں دو نون ہو
آگ کعبہ میں لگا تا ہے یہ کیا کرتا ہے
کشتہ چشم پر ہی ہوں مجھے انسان چھوڑیں
سو عزیز آئے مگر دوسری نہ نکھلے فوس
لاش پر میری وہ آئے تو زاکت نے کہا
جب کہا میں نے کہ قاتل مجھے ٹھنڈا کرے
عصمت و شرم سے کہتی ہے جوانی انکی
تتہ قاتل سے میں لیٹا تو وہ کھنچ کر بولی
خاک رنج و غم و اندوہ سے آباد ہو دل
اپنے آئینے سے وہ پوچھتے ہیں کون ہو تم

دل سے جھجھلا کے یہ کہتا ہے خیالِ جانان	کون ہو تم مجھے ہر وقت بلائے والے
کیسی راہِ عدم آباد ہے ہموار اسی	چہین سے سوتے چلے جاؤ ہر چاہنوالے
<p>دہمِ اخیر تو ظالم ذرا بنگاہ ملے</p> <p>ہمیں بھی طور پہ موسیٰ کی طس سحرِ راہ ملے</p> <p>وہ بغلیں جھانکین جو سایہ میاں راہ ملے</p> <p>میں ہوں وہ کمیہ نشین جا کے دیر کے دور</p> <p>دل و جگر کی ترپ دیکھ کر وہ کہتے ہیں</p> <p>وہ تیغ کھینچے ہوئے کہہ رہے ہیں شہرین</p> <p>ہم اے مسیح ہیں اغماض سے ترے میزم</p> <p>میں اپنے نامہ اعمال کی بلا بین لون</p> <p>ہزاروں وعدے کیے پر نہ کی وعاد کن</p> <p>گرتے جاتے ہیں کیا جلد وصل کے دن</p> <p>دل و جگر بھی طرہ دار ہو گئے اُن کے</p> <p>کروں میں دعوستہ پر ہر منان تھامے</p> <p>کرم کرے جو وہ بندہ نواز بندون پر</p> <p>کھلے جو لب ترے اقرار وصل کرنے میں</p> <p>لباس فقر کا ایسا پسند ہے محسوس کو</p> <p>لنڈاؤ چار طرف خم کے خم یہ میخوارو</p>	<p>کچھ اس غریب مسافر کو زارِ راہ ملے</p> <p>کبھی تو دیکھنے والوں سے بھی بنگاہ ملے</p> <p>چہرائیں آنکھیں اگر عکس سے نگاہ ملے</p> <p>پکارنا ہوں کوئی بت خدا کی راہ ملے</p> <p>کہ مدعی سے بھی چالاک یہ گواہ ملے</p> <p>زبان کاٹ کے رکھ دوں جو داؤ خواہ ملے</p> <p>ہماری نبض ملے گر تری بنگاہ ملے</p> <p>جو تجھ سے رنگ کچھ اسے گیسو سیاہ ملے</p> <p>فقیر بھی ہمیں جھوٹن کے بادشاہ ملے</p> <p>مرے رقیب سے شاید میں مہر و ماہ ملے</p> <p>مرے حریف سے جا کر مرے گواہ ملے</p> <p>جو ایک رات کو زاہد کی خانقاہ ملے</p> <p>بتوں کو ڈھونڈنے نکلین خدا کی راہ ملے</p> <p>ہو امین خوش کہ برابر کے دو گواہ ملے</p> <p>بناؤں بھاٹکے گردی جو رخت شاہ ملے</p> <p>کہ محنت کو خرابات کی نہ راہ ملے</p>
اے میکدہ معرفت کو یوں جانوں	کہ راہ میں کوئی مسجد نہ منقار ملے

گناہگاروں میں چھپ چھپ کی بگناہ ہے
یہ قلعہ وہ سرے جہاں موت سے پناہ ہے
ہو اور بیچ میں پرودہ جو گردِ راہ ہے
گہر نہ ہاتھ لگیں جب تک نہ ٹھاہ ہے
چھٹے یہ بھیڑ تو اس راہرو کو راہ ہے
قدم قدم پہ مجھے ڈوبنے کو چاہ ہے
ہزار تیروں میں انسان کو پناہ ہے
کسی بہانے تو اس شوخ سے نگاہ ہے
سُرائے یاروں کا پوچھوں جو گردِ راہ ہے
دراگاہ سے اُسکی اگر نگاہ ہے
کہ مانگ لوں اگر ابلیس سے گناہ ہے
تو میں کہیں مرا سایہ کہیں تباہ ہے
کہ شاید آگے ترے گھر کی ہکو راہ ہے

دور کریم پہ محشر میں تاکہ راہ ہے
فنا جو قبل فنا ہو بقا کی راہ ہے
نشانِ خاک نظر آئے قافلے کا ہے
وصالِ مرتب اُنہا سے عاشق کو
رحمِ پر اس سے غالب میں روح ٹھہری ہے
چلائیں دشتِ مصیبت میں چالِ سوزِ نکی
جو وہ سپر ہو تو مژگانِ دمر و مک کی طرح
ہٹا کے آنکھوں دل اُسکے زانو پر
اس سر سے پوچھتا ہوں دشتِ غربت میں
اسراروں آنکھوں دل میں عکس کی صورت
حریصِ جہم کیا ہے یہ عفو نے تیر سے
پڑا ہے ہجر میں وہ تفرقہ جو نو ڈھونڈ سے
ہم اس امید پہ محشر سے خلد کو پہنچے

یہ چاہ اُسکی ہے جسے کوئی نہیں جھکاؤ امیر
سمجھ کے چاہِ دفن گر پڑوں جو چاہ ہے

کہیں غربتِ بستی ہے کہیں جہتِ بستی ہے
ترے دم سے یہ سانی گرمی بازارِ بستی ہے
ہمارے سیکڑے میں راندنِ رحمتِ بستی ہے
جوانی کا ہے نشہ بخود ہی جو شِ بستی ہے
بیان کیا کام تیرے تو متوا لونی بستی ہے
تمہاری تیغ دیکھ چاہیے کہہ رہی ہے

سرِ راہِ عدم گر غریبانِ طرفِ بستی ہے
حقیقتِ دشتِ رز کی کیا ہے کیا زندگی بستی ہے
تری مسجد میں داعِ غم خاص میں اوقاتِ رحمت
ہمیں شاہِ بستی میں سمجھ معذرا سے واعظ
حمارِ نشہ سے نگاہیں اُن کی کہتی ہیں
ہزاروں قتلگاہ میں آرزو مند شہادت میں

<p>جوانی لیکنی ساتھ اپنے سارا عیش مستو کھا دم مستی شرہ کی استکباری دیکھ اسے ساقی جوانی داغ و بجا لگی نازا سپر نہ کر غافل بتوں کے عشق نے اللہ تک ہمو رسائی دی ہمارے گھر میں جسدن ہوتی ہے اُجھڑکی آند کبھی گروٹ نہیں لیتا کوئی گورنریا لین زبانِ حال سے کہتے ہیں تابوت و لحد غافل اشاروں پر نرے قتل میں عزرائیل چلتے ہیں چلے نالے ہمارے یہ زبانِ حال سے کہہ کر بڑا پاپے نے ہرن سب کر دی نشے جوانی کے</p>	<p>صریحی ہے یہ پیشہ سے نہ ساعز جو مستی ہے گھٹا ہلکی سی ہے چھوڑ کر کیا بستی ہے برنگ مستی طاؤس کوئی دم کی مستی ہے ہماری بت پرستی زردبان حق پرستی ہے چھپر کھٹ کو پرسی آکر پرسی خانے کی مستی ہے یہ کیسی نیند سوتے ہیں کیسی انکی مستی ہے کہہ سکتے ہیں عدم کے بھی بندی اور پستی ہے نصنا اپنی کمر تارِ نظر سے تیرے کستی ہے ٹھہر جانا پہنچ کر عرش پر بہت کی پستی ہے ترنگین مستیوں کی ہو چکیں اب فاقہ مستی ہے</p>
---	---

امیر اک تختہ ہوا رہے یہ شعر کا کوچہ

طبائع کے تفاوت سے بندی اور پستی ہے

<p>خودی سے بخودی میں آجوشوق حق پرستی ہے کہیں زائد کہیں کم بادہ عرفان کی مستی ہے ترے قربان لے مرگ غریبی جلداب لیچل غضب کے جوش میں ہے دخترِ زخیر ہو ساقی دل ویران کو میرے دیکھ کر کہتی ہے ویرانی نہ شاخ گل ہی اُدھنی ہے نہ دیوارِ چین بس نہ گھبراے دل و لماندہ اب منزلِ قریبائی نہو جو آپ ہی میں اُس سے پھر پل و ب کیسا نگاہِ نازِ خال رخ سے میدانِ محبت میں</p>	<p>جسے تو مستی سمجھا جاوے غافل وہ مستی ہے بفکر و وسوسہ مشربِ مقامِ می پرستی ہے وطن کے دیکھنے کو روحِ دستِ ترستی ہے بھری ٹھی ہو دیکھا چارے کیسے پرستی ہے خدا آباد رکھے اسکو کیا دلچسپ بستی ہے تری بہت کی کوتاہی تری قسمت کی پستی ہے اسی بستی کے آگے اور آباد ایک بستی ہے تکلفِ بوط ساقی کہ دقتِ جوشِ مستی ہے سم کے تیر پڑتے ہیں غضب گولی پرستی ہے</p>
--	--

<p>خدا کی شان جو پساتھے انکو پیشدستی ہے اجازت اک چند گھر میں درحقیقت ہی پستی ہے اگر اکیر کے مولوں وہ ہاتھ آئے تو سستی ہے وہ چوٹی ارگے کے عطر میں جسوقت پستی ہے عبادت ہندوں کو دین میں آتش پستی ہے بلندی کو بلندی جانتا ہست کی پستی ہے یہ وہ ناگن ہے جو ہاؤس کو اڑا کر ڈالتی ہے</p>	<p>جدا ہم اور دست غیر ذلت و لبر و شاد خدا جانے تراچی لگ گیا دنیا میں کیوں لپ قدم جس خاک پر پڑتا ہے تیرے خاکساروں کا بلائیں لیتے لیتے مست ہوجاتی سے مشاطہ رہیں کہو تکرار داس روئے آتش لگ لگیو بڑھ اسے اڑا رسا بکنگر سے پرغش کو پہنچی نہیں بچا دل پر داغ تیری زلف پہچان سے</p>
--	--

امیر آئی ہے یہ آواز ناقوس برہمن سے
 بشت پندار کو توڑو جو شوق بت پرستی ہے

<p>ٹھٹھکا ٹھٹھکا ہے جا بجا چورونکی بستی ہے درو دیوار سے اس دور میں سستی پرستی ہے گنگا ردن پر اگر جوش میں کیا کیا پرستی ہے خدا کی شان اسپر دعویٰ ایزد پرستی ہے ترے خنجر کو قاتل کیب تصنا کی پیشدستی ہے مسافر اللہ یہ تو برق کا بھی منہ جھلستی ہے سواری میں تری برق نہال طور پرستی ہے عدم میں بھی الہی کیا کوئی ناگون کی بستی ہے برابر دونوں باگون یہ ہلالی تیج کستی ہے خدا راہنی ہے حسین وہ ہماری بت پرستی ہے دہان شوخی ہی شوخی ہو بہان شوخی وستی ہے مزاروں پر غریبوں کے عجب قربت پستی ہے</p>	<p>خبردار سے ساقی غوف کی جارا ہستی ہے بہار آئی ہے ساقی عام فیض سے پرستی ہے تری تلوار میں جو ہر ہین قاتل ابر حست کے حقیقت آتشکست کی نہیں معلوم زائد کو اہل آنے نہیں پاتی کہ ہو جاتا ہے کام آخر ہماری آہ کی گرمی جو دیکھی عید چلا یا جلو میں حضرت موسیٰ حسین دل سوختہ لاکھوں جو آتا ہے دہان سے چھتھڑ تن پر نہیں ہوتا حمیدہ قدر ہے جن کا نیک و بد جو جھک گئی تو میں بتوں کو دیکھ کر ہم کلمہ تو صی پڑھتے ہیں تری آنکھوں کو کیا شفیقہ دین ہم چشم آہستہ نہ کوئی شمع لاتا ہے نہ کوئی گل چڑھاتا ہے</p>
---	---

<p>مرے دامن سے ساری نوک ہوا بغیلا نکلی مکدر کر دیا اس کو نگو یہ دل کی کدورت نے نفس کی آمد و شد پر نہ دم بجز زندگانی کا نئی ترکیب پائی چشم بدور اُن کی آنکھوں نے</p>	<p>جنوں میرے گریبان ہات تیری تیزی ہے کہ خاک آنکھوں میں مثل شیشہ ساعت بستی ہے اے غافل یہی مقراض بہرِ رحمت ہستی ہے غزالوں کی ہے شوخی نرگس شہلا کی ہستی ہے</p>
<p>امیر اس راستے سے جو گزرتے ہیں وہ کتنے ہیں محکم ہے حسنیوں کا کہ قزاقوں کی بستی ہے</p>	<p>امیر اس راستے سے جو گزرتے ہیں وہ کتنے ہیں محکم ہے حسنیوں کا کہ قزاقوں کی بستی ہے</p>
<p>ہم کڑھی ایک بتوں کی نہیں سہنے والے چھٹیڑ کی ٹھہرے تو ہم چپ نہیں رہنے والے بند ہاتھوں میں کسی سے نہیں رہنے والے بلیو پھولوں سے کیا پوچھتی ہو حال چمن گلف و شتون کا ملے رتبہ گل اتنے کھاؤں مترل گور سے دم لیکے بڑھیں گے آگے دل نے کر بیان وہ اٹھائی ہیں کہ کہتا ہو وہ ترک رجوئے ہو چکی مہر سے اب اُتریں نیچے آنکھیں آما وہ ہیں روئے پہ خدا خیر کرے یہ سنی گو غمِ بیان میں کسی نے فریاد منہ پہ تلوار کے کھ بیٹھے کہ پور سی نہ بڑھی مثل آواز گل جائیں گے صاف اے بخیر قدرت اللہ کی دکھلائے ہیں آنکھیں مجھ کو بدھیاں پھولوں کی لائے تھے نہ نہیں اُس نے کیا ہوا میں بھی ہوں اور غیر بھی اس محفل میں</p>	<p>جو کسی منہ پر بہمن کے ہیں کہنے والے کبھی آئی پہ نہیں چوکتے کہنے والے ہم تو اسے غنچہ دہن منہ پر ہیں کہنے والے باغ میں یہ تو ہیں دوروز کے رہنے والے وہ پکاریں مجھے او پھولوں کو کہنے والے ہم مسافر ہیں بڑی دور کے رہنے والے آفرین اومڑے بیدا کے سہنے والے رند کچھ حضرت واعظ سے ہیں کہنے والے اب کوئی دم میں یہ ناسور ہیں بہنے والے کتنے بید رہیں اس شہر کے رہنے والے تم نے دیکھے ہیں کہیں ایسے بھی کہنے والے ہم یہ ہر روز کی کر بیان نہیں سہنے والے وہ حسین تھے جو رمی آنکھوں میں رہنے والے پھولے بیٹھے ہو ہیں پھولوں کو کہنے والے خلد کے آدم و ابلیس ہیں رہنے والے</p>

<p>حق جو کہنے کا تھا سب کہہ گئی کہنے والے بیٹھے رہتے ہیں جہاں پھولوں کے کہنے والے اصل میں ہیں عدم آباد کے رہنے والے</p>	<p>گفتگو معرفت حق میں سے یار و نا حق کوچہ اُس رشک چین کا ہے وہی احوال ہم کو ہستی میں غریب الوطنی لائی ہے</p>
<p>سادہ سمجھو نہ انھیں رہنے دو دیوان میں امیر یہی اشعار زبانوں پہ ہیں رہنے والے</p>	
<p>اُسمانِ حق پر گنتی کے تارے رہ گئے گنگ کی صورت فقط باقی اشارے رہ گئے ہر قدم پہ پا ہوسے آہو چکارے رہ گئے صنعتِ پیری میں یہ دو باقی سہارے رہ گئے چورنگر وہ بھی زخموں میں ہمارے رہ گئے دست و پا کتے ہی پیر کون نے لے رہ گئے میرے ارمان جو صلے باقی تمہارے رہ گئے تشہ لب ہم ایک دیا کے کنارے رہ گئے کیا غصہ ظالم کیا ارمان سارے رہ گئے</p>	<p>جھڑکی افشانِ جبین پر کچھ ستارے رہ گئے نزع میں بندابِ زبان بھی سے ترے بیمار کی دے سکے کب دشتِ گردی میں نزعِ وحشی کا حق چشمِ واعظ پر ہے عینکِ دست و اعظا میں عصا سخت جانی سے جو دنا نے پڑے اُس تیغ میں بحرِ الفت کے کنارے تک نہ پہنچا ایک بھی اور جیتا میں تو کرتے اور تم جو رستم تیغ کا پانی پلایا سب کو اُس سفاک نے دصل کی غیب تھی نہ آتا تھا تھکے لے موت بھی</p>
<p>موت آئے یادہ آئے یا قیامت ہو امیر اب یہی دو تین جینے کے سہارے رہ گئے</p>	
<p>پہلیے چین میں زنگس بیمار ہو گئی ہے جانے کو جان میری تیار ہو گئی ہے پر چھائیں میری محب کو دیوار ہو گئی ہے بیل میں اور گل میں تکرار ہو گئی ہے خلوت کی کوٹھری بھی بازار ہو گئی ہے</p>	<p>آنکھ اُس کو کھولنی بھی دشوار ہو گئی ہے جس نے لکھا ہے نامہ اُس عالم آشنا کو جب یار کی گلی کو میں نا تو ان چلا ہوں ہم تم چین میں چل کر حسب چاروں ہے ہیں سکی نظر میں ہیں وہ گودل میں ہیں ہمارے</p>

<p>کچھ فکر و خست رز کی سیر مغان سے لازم انگور میں تھی یہ سے پانی کی چپا ربونین پیا سی جو تھی لہو کی دل میں لہو بہت تھا دنیا ناز بیجا اٹھواتے ہیں وہ ہم سے طرار اُنکے گیسو تھے ابتدا سے پر اب از نگین بیان ہوئی ہے بلبل یہ وصف گل میں</p>	<p>یہ ہوش اب نہیں ہے ہر شیا ہو گئی ہے جس دن سے کچ گئی ہو تلوار ہو گئی ہے سینے سے نوکِ خنجر کیون با ہو گئی ہے الفت ہمارے حق میں میگا ہو گئی ہے طرہ یہ سے زبان بھی طر ہو گئی ہے پتی کلاب کی اب مفتا ہو گئی ہے</p>
<p>اک بات سہل سی ہے مرگ اے میر لیکن دشوار سمجھے ہیں سب دشوار ہو گئی ہے</p>	
<p>آنکھ اُسکی یہ کیونکہ کہوں محض نہیں ہے ہر چند بتوں سے ہے بہت دُور ترحم جب کہیے کہ مرتے ہیں کروں حم جلا لو فرما دو تکلیف نہ دے کوھ کنی کی ہم خون جگر پیتے ہیں اے محتسبِ شہر حورون سے یہ کہہ دینا دکھائیگے وہ جلوہ حسنِ رخ محبوب سے چمک جائیگا ایدل ہے سیکدہ در دین مستون کا یہی قول اُس باغ سے سنو داغ بھلے گل نہو جس میں ٹھکرا کے نہ چل ساغر مے پاس لب کر شبنم جگر گل پہ چڑھتی ہے ناک کیون بو سے سے ہے انکار نہیں تو سہی ایدل</p>	<p>ہاں کیفیت جوانی سے ابھی چور نہیں ہے اللہ کی قدرت سے مگر دُور نہیں ہے فرماتے ہیں اپنا تو یہ دستور نہیں ہے شیرین تر عاشق ہے یہ مزدور نہیں ہے کیا تاک رہا ہے مئے انگور نہیں ہے نظرون سے گرانا تمہیں منظور نہیں ہے صورت پہ نہ جانا رہے یہ نور نہیں ہے شیشہ نہیں پتھر ہے جو دل چور نہیں ہے جلجلا سے وہ فردوس جہان حور نہیں ہے عافل یہ سیرِ قیصر و غفور نہیں ہے سیدِ دیہ داغِ دل رنجور نہیں ہے آنکھوں سے وہ دین میں کہوں منظور نہیں ہے</p>
<p>مردہ سا میر ایک سہراہ پڑا تھا</p>	

تیرا تو کہیں وہ دل رنجور نہیں ہے

جب بلاتا ہوں میں سناتا ہوں قضا کا مین ہے
مے بڑا درد اگر ہے تو مرے جام میں ہے
پڑھ لے ساقی یہی تیرا خط جام میں ہے
چال سے مہر تری گردش ایام میں ہے
چھک چکا صورت یہ فردہ ابھی آرام میں ہے
ستو طرح کا اثرا ت کے ہر نام میں ہے
غیر کیا جانے مرہ کیا ترے دشنام میں ہے
جام ہی جام ہے یا مے بھی کہیں جام میں ہے
سرفروشی کا مرہ لشکر اسلام میں ہے
آب و دانہ مری قسمت کا اسی دام میں ہے
کیا بلا سحر تری چشم سیہ نام میں ہے
جاے مے دانہ انکور مرے جام میں ہے
کھل گیا شاہ بدخشان کا عمل شام میں ہے
میں ہوں آزاد تو گیب روح مری نام میں ہے
یہ تو اک گھونٹ ہی ساقی جو تری جام میں ہے
دام ہی دام ہے دانہ بھی کہیں نام میں ہے
جاگ اٹھے مردے یہ غافل ابھی آرام میں ہے
عافل آغاز سے اندیشہ انجام میں ہے

جلوہ گریار نگر قت لگہ عام میں ہے
نشہ عیش مجھے گردش ایام میں ہے
دور جاری رہے ہر وقت مے گلگون کا
دفعۂ رنگ بدل دیتی ہے یہ عالم کا
ہنوا نا کہ مظلوم سے ظالم بیدار
اسم اعظم پہ پیلان کو تغاثر ہے عیش
دل سے میرے کہ زبان سے تری ہچھے کوئی
آنکھ خالی نہ دکھا لطف بھی کراے ساقی
جس طرف دیکھیے کھولے ہوئے آغوش ہو جو
الفیت زلف میں ہو طائر دل انگشت نشان
سُرمہ اے یار لگایا کہ جگا یا جا دو
پڑ گیا گرمی فرقت سے پھپھو لا دل میں
لب پہ تو نے جو مٹی ملے جبا یا لا کھا
یا دگیسو سے کہاں جوش جنون میں آرام
ڈال دے مجھ سے بلا نوش کو خم کے منہ میں
مرغ دل خاک پھنسے زلف پر نشان چہر کو
آگیا روز قیامت نہ پھرے میرے نصیب
ہے لڑکپن میں بجا خاک سے انسان کو اس

نام کا نام تخلص کا تخلص ہے میر

یہ بڑا حسن خدا واد مرے نام میں ہے

<p> شانِ حق صاف بتوں کے رُخِ گُلفام میں ہے راستی اور تواضع میں ہے ربطِ تسلی جوشِ الفت میں مرے دل کا خدا ہی حافظ ہے وہی دلولہ پیری میں جوانی میں جو تھا دل دکھاتا ہے وہ عالم جو نہیں عالم میں روحِ قالب میں ہے جو کدو ہے رگونِ قلاب کبھی خلوت میں نہاں ہے کبھی جلوت میں عیان ہوں وہ میکش کہ دم طوف بھی ہوشِ شرب ہو سنام میں بھی اسے دل آزاد نہ پھنس الفتِ بختِ پاک سے دل ہے معمور روز کی وعدہ خلائی سے ترا وعدہ بھی </p>	<p> خلوتِ خاص کی بوجہ گمِ عالم میں ہے جس طرح لامِ الف میں ہے الفِ لام میں ہے خیر ہو بادہ بہت تند مرے جام میں ہے ایک ہی رنگ ہماری سحر و شام میں ہے دیکھ جھنڈیہ عالم بھی ترے جام میں ہے میں گرفتارِ نفس میں ہوں نفسِ دام میں ہے دخترِ رز بھی بوتل میں کبھی جام میں ہے جام پوشیدہ مرے جامہٴ احرام میں ہے پاؤں الجھا ہوا عقدا کا اسی دام میں ہے پانچ میخانوں کی ہے ایک مری جا میں ہے راندن میری طرح گردِ ششِ لایم میں ہے </p>
---	---

منزلِ رحمتِ حقِ ظلمتِ عصیان ہے امیر
 روشنیِ صبح کی یانِ تیرگیِ شام میں ہے

<p> غضب کی عشوہ گری روئے خشکین میں ہی کہاں لذتِ خطِ پشت لب سے بوسہ لب تری شبیہ میں کی صرف اس قدر طاقت بزمی تھا لوث سے دھبا کفن کو کپ لگتا نہیں ہے نام کو بھی دل میں بوسے کی رنگی گھٹا عتاب تو پہنا لباسِ آرایش عجب سائی قسمت ہے اے خاتیری دکھایا مر کے بھی عشقِ رُخِ صبح نے رنگ </p>	<p> اگر شمع بجے شکن یار کی جب میں میں رہی شمولِ زہر سے لذت نہ انگبین میں رہی سکت نہ پھر قلم صورتِ آفرین میں رہی بجائے لاشِ امانت اگر زمین میں رہی دورنگ ڈاک ہمیشہ ترے نگین میں رہی جبین سے چین جو اتری تو آستین میں رہی چین جو چھوٹ گیا دستِ نازنین میں رہی کہ میری روح بھی بوجہ کے یاہین میں رہی </p>
---	---

<p>مترہ کے ساتھ ہی ابرو نے بڑھ کے وار کیا اٹھٹھا کے آنکھ سے دیکھا شب وصال سنے جو تیور یوں سے بل اتر اتر اتر اتر کر کے</p>	<p>کمان بھی تیر سے پنچیر کے کمین میں رہی جیادہ وطن کی طرح چشم شگین میں رہی تو سو طرح کی گرہ زلف عنبرین میں رہی</p>
<p>ہزار گرم ہوا آفتاب ششرا میہ مگر تری مرے اشکوں سے پھر زمین میں رہی</p>	
<p>ٹھکے جب وہ زلف شبگون پر تو افکن ہو گئی بہر میں زہرا اپنے حق میں سیر گشتن ہو گئی و ایک سی زلف وقت سیر گشتن ہو گئی وصل کی شب دست و حشمت نے کیا کیا عمل چار آنکھیں ہوتے ہی جاتے رہے صبر قرار مجھ سا دیوانہ سے کون اس باغ میں نازک مزاج کب ہوا نظارہ اُنکے گھر کا آنکھوں کو نصیب دونوں آنکھوں نے سنان برسات کا دکھلا دیا جب خیال زلف آیا پڑ گیا سینے میں داغ جب تک روشن تھی پروانوں کا تھا ہر ہجوم اُس سی آلودہ لب کے وصف کا اندرے شوق</p>	<p>کان کی بجلی چسپ داغ زیر دامن ہو گئی تیغ زہرا گین زبان برگ سون ہو گئی باغ میں لہرا کے موج سبز ناگن ہو گئی چاک چولی بار کی ہر سہرا دامن ہو گئی کیا نگاہ ناز تھی جو برقی حرم ہو گئی موج ہوئے گل سجھے زنجیر آہن ہو گئی کب صفت مترگان در جانان کی چلن ہو گئی روستے روستے ایک بجاہد نایکسا دن ہو گئی شام ہوتے ہی مرے گھر شمع روشن ہو گئی بلبلین آئین اگر گل شمع مدفن ہو گئی باغ میں گویا زبان برگ سون ہو گئی</p>
<p>میکشی میں بیچ قسمت نے دیے ایسی امیر شہر آہو کھا کے بل شیشے کی گردن ہو گئی</p>	
<p>شرم بجا ہے اگر شوق خود آرائی ہے نیکین آنکھ دکھا کر وہ جلا دیتے ہیں تنگ آکر ترے پیار نے بیتابی میں</p>	<p>آر سی دیکھنے کو چشم تماشائی ہے سحر کے پردے میں اعجاز میحائی ہے جب میح کو پکارا ہے اجل آئی ہے</p>

<p>شمع کو ظلمتِ شب سہلہ مینائی ہے شہر میں داغِ جگر لالہ صحرائی ہے تیرہ بجتی کا یہ عالم کہ گھٹا چھائی ہے سحران آنکھوں میں ہونٹھوں میں سچائی ہے دونوں عالم سے جدا عالمِ تنہائی ہے دورِ ساغر مرے محبوب کی انگڑائی ہے شورِ محشر سے کہو اب مجھے نیند آئی ہے ملک الموت کو بھی نازِ سچائی ہے صبح کا ذب تری شامت تو نہیں آئی ہے</p>	<p>خط سے بڑھ جائیگا اُس چہرہ روشن کا فروغ کون کرتا ہے ادھر چشمِ ترحم سے نظر دل کے داغوں کا وہ نقشہ کشگفتہ ہے چین قتل کرنا اک اشارہ ہے جلانا اک بات مجھ تک ہے نہ فرشتے کا نہ انسان کا گزر بادۂ دوق سے چھک جاتی ہے ساری محفل بس بہت بے ادبی خوب نہیں غل نہ کرے موت کو ہم جو حیاتِ ابدی سمجھے ہیں چھڑتی کیوں ہے شبِ وصل میں مٹتا تو نگو</p>
<p>بیکسی پھرتی ہے قمری کی طرح گردِ امیر سرو آزاد مرا مصرعِ تنہائی ہے</p>	
<p>جان لینے کو دھن بٹکے قصا آئی ہے سوجھ سئے نگہ چشمِ مناشائی ہے زادہ و مفت میں رسوا بہت ہرجائی ہے لے اہل تجکو یہاں تیری قص لائی ہے آنکھ کی طرح طبعیت مری بھرائی ہے یارِ ثنابت جسے کہتے ہیں وہ تنہائی ہے آنکھ نرگس نے ترے دیکھنے کو پائی ہے چشمِ بادام کے پروے میں مناشائی ہے اب نہ چھڑو نہ ستاؤ ہمیں نیند آئی ہے سمجھے تھے گور کو ہم گوشہ تنہائی ہے</p>	<p>شبِ وصل آنکھ ہتھاری نہیں شرمائی ہے طرقتی لبِ سیگون نے ترے پائی ہے کوئی دل سے نہیں جس میں خدا کا جلوہ تیرا باران ہے خدا کا نگہ حسرت سے ہوں وہ میکش نظر آیا ہے خو خالی شیشہ زیست کیا بعد فنا گور میں بھی ساتھ دیا تیری باتوں کے لیے کان بے ہین گل کو اے صبا کون سا گل ہے چہن آرا کہ بہار کیا مزہ دیتا ہے اُس شوخ کا کہنا شبِ وصل یاں نکیرین کے جھگڑوں سے پریشان ہو داغ</p>

سخت چہرہ ہے کہ ہے یار مجھے غلوٹ دل کو مل شوق سے تھوون کو تلو پراہ بجان تیغ قاتل کی خجالت کار ہا ہے یہ خیال	بند دروازے ہیں کس راہ و شمر آئی ہے سوچ لے دل میں کہ کس کا یہ تمنائی ہے بہرون رویا ہوں جو زخموں کو ہنسی آئی ہے
--	---

عزت افتادگی و عجز سے ہاتھ آئی امیر
خوش ہوں میں فی پیڑی پیڑی پائی ہے

او بندہ بُت دیکھ خدا اور ہی کچھ ہے سے چرخ حسینوں کی جفا اور ہی کچھ ہے رنگ آج تو پھولوں کا صبا اور ہی کچھ ہے آغا ز جوانی میں ادا اور ہی کچھ ہے قاصد یہ زبان اسکی بیان اس کا نہیں ہے آفت تیرے وہ ناز بھی انداز بھی لیکن چہرے کو چھپائیں وہ بدن کو بھی چرائیں عارف سے یہ کہہ دو جو ترے فہم میں آئے ایا مرے بالین پہ تو بولا یہ پری خوان کی اسکی جفا پر جو وفا تو نے تولے دل کہتے ہو کہ ہم درو کسیکا نہیں سنتے بیدار کی نسیا کو کوئی نہیں سنتا معتوق سے کرتا ہے جفا کا کوئی شکوہ کیا خاک ہو بیار مجھ سے کو افنا تو کی میں نے لجائی ہوئی جوتوں کی جو تعریف کیا جانے کسے دیکھ رہا ہوں میں تبوں میں	بہت پردہ ہیں پردی میں چھپا اور ہی کچھ ہے معتوق کی چھٹیوں میں مزا اور ہی کچھ ہے آمد ہے جو اس گل کی ہوا اور ہی کچھ ہے اٹھتی ہوئی کوئل میں مزا اور ہی کچھ ہے دھوکا ہے مجھے اُس نے کہا اور ہی کچھ ہے مرا ہوں میں جیسر وہ ادا اور ہی کچھ ہے آنکھیں یہی کہتی ہیں جیا اور ہی کچھ ہے وہ سب ہو ترا وہم خدا اور ہی کچھ ہے اسیبا نہیں ہے یہ بلا اور ہی کچھ ہے نازان ہوا سپر کہ وفا اور ہی کچھ ہے میں نے تو رقیبوں کو سنا اور ہی کچھ ہے جس پر ہے اشرعش وہ دعا اور ہی کچھ ہے مجھ کو تو مر سجان بکا اور ہی کچھ ہے درد اور ہی کچھ اور دوا اور ہی کچھ ہے آنکھوں نے کہا جھک کے جیا اور ہی کچھ ہے آنکھوں میں ہے کچھ دل میں بسا اور ہی کچھ ہے
---	---

<p>کس سے مین کروں اپنے مسیحا کی شکایت ہنس ہنس کے جو وہ دل کو مرے پھیڑ پڑھیں انداڑ حسینوں کے سونے مین ہیں کچھ اور بے لطف تو شمشیر قصا بھی نہیں متاقل منہ سے تو کہا وصل کو تنہا مگر اسے جان ہم مر بھی گئے مر کے ہوئے خاک بھی لیکن</p>	<p>سمجھا ہے وہ کچھ حال مر اور ہی کچھ ہے آج اُسکے ترپنے مین مر اور ہی کچھ ہے بگڑ مین تو بگڑنے مین ادا اور ہی کچھ ہے لیکن ترے خنجر مین مر اور ہی کچھ ہے آنکھوں نے اشاروں مین کہا اور ہی کچھ ہے ظالم ہی کہتا ہے وفا اور ہی کچھ ہے</p>
<p>عادت تو ایسا چھی ہے فریاد دعا کی پریشی وہ تسلیم درخشا اور ہی کچھ ہے</p>	
<p>ہم مر گئے آنے کی جوان کے غیر آئی بولے وہ مری شکل جو میراں نظر آئی غلط شب فرقت کی یہ چھائی مری گھر مین اتنا تو پتا ہجر کی شب صبح کا پایا کیا بیخبری ہے کہ ہوئے عشق کو برسوں مہمان کی صورت اُسے آنکھوں مین جاگدی</p>	<p>افسوس اصل چارم پیشتر آئی دیوار کہاں سے مرے گھر مین یہ در آئی جب دو پہر آئی تو مین سمجھا سحر آئی صد شکر کہ بالوں مین سفیدی نظر آئی اب تک نہیں معلوم طبیعت کہ ہر آئی دامن سے لگی گھر مین جو گرد و سفر آئی</p>
<p>چھائی تھی ایسا اسکی صباحت جو نظر مین شام آئی مرے گھر مین تو سمجھا سحر آئی</p>	
<p>کہتے ہیں وصل مین پوری تو نہ خلوت ہوگی دو قدم تم جو چلو گے تو وہ رخصت ہوگی نا تو ان ہوں مین تو کیا جب شب وصل ہوگی لذت جو بھی لب پر نہیں لا سکتا ہوں میرے دشمن پس مردوں ہوں لمبیدین پس</p>	<p>ساتھ کھیلی ہوئی ہوم مری عصمت ہوگی ساتھ کیا ٹھوکر مین کھانے کو قیامت ہوگی دیکھنا میری طرف تیری نزاکت ہوگی شکر بھی مین جو کروں گا تو شکایت ہوگی غم ترا ہوگا مین ہونگا تری حسرت ہوگی</p>

<p>تو نہ کر لین گے جو مے پیئے سو فرصت ہوگی نانا امید نئی سے امید دن کو شکایت ہوگی کبھی تڑپنی ترسے دیدار کی حسرت ہوگی شرم کی آرمین پوشیدہ شرارت ہوگی اُس سے کیا ٹوٹے گا دم جہین طاعت ہوگی جاہلین گے پیئے پائے سو فرصت ہوگی پھر نہ آنکھوں میں مردت نہ اطاعت ہوگی لئے اُس روز تجھے کیسی ندامت ہوگی جاسیے جا چھے ہوئی سے جو حالت ہوگی اور گنہگاروں کے لگے تری رحمت ہوگی بھائی بھرتے نہ تری دل کی رفاقت ہوگی</p>	<p>واعظ اک وقت میں دو کام نہیں ہو سکتے بے گناہوں کا کب خون اسی ظالم نے طیش برق کے بہن طور پر اب تک چرچے دیکھ لے دل کہیں دھوکا نہ حیا کا کھانا جب کہا صنف سے مرنا ہوں تو ہنسنے لے عرصہ حشر کہاں رہو خزاں است کہاں کہتے ہیں سب کچھ اچھی سے جوش و میل سے ذکر حشر آتا ہے قاتل تو یہ سوچ آتا ہے نزع میں آپ کہاں لے نہ ہیں اٹھو اٹھیں حشر میں بھیڑ گناہوں کی تو ہوگی پیچھے درد بھی اٹھکے شب بھر میں کہ اٹھتا ہے</p>
---	---

یار آیا سے عبادت کو تڑپ اور امید
 اٹھ کھڑا ہو گا وہ شہری جو طبیعت ہوگی

<p>جان بھی گیا کوئی ظالم تری حسرت ہوگی ایک ن رہن یہ دستار فضیلت ہوگی دل شکستہ مرے بعد مری فرقت ہوگی راہ رو کے ہوئے گمیری ہوئی رحمت ہوگی چٹکیان لیتی کیسی کوئی حسرت ہوگی سمجھے تھے کوئی بڑی چیز قیامت ہوگی جان بچنے کی یہی ہجر میں صورت ہوگی اٹھ کھڑے ہو گئے تو ایمان قیامت ہوگی</p>	<p>کیا کہا دم بھی نہ نکلے گا جواہرست ہوگی شجاعتی یوں ہی جو مے پیئے کی عادت ہوگی آرزو وصل کی اس ڈر سے نہیں کر سکتا قہر چھپنے کا نہ محشر میں گنہگاروں تک بے سبب نہ نہیں بچیں جو اجاتا ہے کچھ بھی نکلے نہ ترے فتنہ قد کے آگے دل کو دیجائے گی تسکین کسی کی تصویر ابھی بیٹھے ہو تو آفت پہ سے آفت برپا</p>
--	---

<p>سول پوچھو نہ مرے دل کا مری جان مجھ سے نزع میں کہتے ہو حوروں سے نہ تھا شکل پوسا نکا جو پس وصل تو بولے مان مان دختر رز کا بھی جو بن نہ ابھارے جس کو جب کہا میں نے کہ کچھ دن ہی سو آنا تو کہا سہیان وصل میں عصمت کو تو سمجھا لینگے</p>	<p>تم جو لے لو گے خوشی سے وہی قیامت ہوگی کیا تمہاری ہی سی انکی بھی طبعیت ہوگی اب تو ہر وقت مری جان پر آفت ہوگی ایسی نزل کسی زاہد طبعیت ہوگی شام سے پہلے ہی آئی تری شامت ہوگی نہ لنگی مری دشمن جو نزاکت ہوگی</p>
<p>جیتے جی وہ نہ ہوا صاف تو سمجھا میں امیر مٹی فینے کے لئے گر وکدورت ہوگی</p>	
<p>روزِ فرقت بھی نہیں وصل کی لذت ہوگی کیا خبر تھی کہ جوانی تری آفت ہوگی کیسے جو چاہیے مسجد میں خوابِ واعظ کہتے ہیں تہر کی حالت میں تو ہو طالبِ وصل ایک کی ایک کو ہوگی نہ خبر محشر میں درو دل کہنے لگا میں تو وہ بولے بس بس گدگدا بھی نہیں سکتا میں شبِ وصل انکو صبح سے جب یہ غریب آگ ہو عکس رخ سو نارِ دوزخ پہ گمان ہے مجھے اے شاہِ حسن تہر کے رعب سے پیچھے جاہلین گے مجرم صربتِ مردہ بھی تھلگی نہ میرے دل سے لاش دیوانہ گیسو کی یوہن گڑوا دو ہو نہ کو جو تھ ترے چوتے ہیں لکنت میں</p>	<p>گروں خیم پر ہی گردش قسمت ہوگی بات کرنی بھی غریبوں کو مصیبت ہوگی آپ سے ہم سے تو سچانے میں حضرت ہوگی کیسے کھل کھیلو گے جب تم پہ غایت ہوگی لیگی جو سکی خبر وہ تری رحمت ہوگی بیٹھیے بیٹھیے سن لینگے جو فرصت ہوگی لبِ نازک کو ہنسی سے بھی اذیت ہوگی دن چڑھے کیا ترے آئینے کی صورت ہوگی شوخ ہے تو کوئی تیری ہی شرارت ہوگی دل بڑھاتی ہوئی آگے تری رحمت ہوگی اسی ویرانے میں اسکی کہیں تربت ہوگی کنکھی چوٹی سو تھین کا ہیکو فرصت ہوگی یہ نئی بات ہے اب تجھ سے رقابت ہوگی</p>

صبح کو ہوگا گلہ پُوس لیستی میری صدقے اُن ہونٹوں کی جسے شہکایت ہوگی

بڑہ رہی ہے صفت زلف نمودارسی امیر
آگے بڑہ کر یہی چوٹی کی ریاست ہوگی

ہر قدم پر جو یہی ناز کی صورت ہوگی
ہاسے کیا نزع میں اُسوقت قیامت ہوگی
دل تڑپتا ہے حد میں تو یہ اُٹا ہے خیال
بجلی جلی جوتسم کی تو بولادہ شوخ
بڑی سرکار ہے وہ میرے گتھوڑی ہین
اُنکی تصویر سے ادا دل نہ لپٹ ورنہ اُتھین
بے سبب نقش کشی کیا فقرا کرتے ہین
دیکھ لیگا مری حالت جو محبت میں تو پھر
سننے میں آج اُدھر جاے گا وہ حشر خرام
وصل کی منکے دعا تم نے بھی آمین کہی
چھوٹے سے قد پہ اُن لطف کو جانا ایدل
چارہ ن کا ہے تراطنظنہ منعم اک روز
سخت جانی مجھے مرنے جو نہ دیگی دم و سج
روزِ محشر نے درازی یہ کہاں سے پائی

میں تو کیا تجھ پہ خدا تیری نزاکت ہوگی
جان جب حسرت دل سے مری خصلت ہوگی
یون ہی یحییٰ مرے ہجرت حسرت ہوگی
کسی یحییٰ طبیعت کی شرارت ہوگی
ہاسے کیا حشر میں رحمت سے نداشت ہوگی
تیرے آغوشِ تصور سے بھی نفرت ہوگی
نرک لذت میں بھی اُنکو کوئی لذت ہوگی
کوئی نکبت ہی ہوگا جسے الفت ہوگی
ہاسے کیا گوہرِ بیان میں قیامت ہوگی
اب اثرِ صدقے تو قربان اجابت ہوگی
ابھی آفت ہے بڑھسگی تو قیامت ہوگی
کوہِ حلت تیرے دروازہ کی نوبت ہوگی
ہاسے رُسوا مرے قاتل کی نزاکت ہوگی
پرودہ حشر میں میری شبِ فرقت ہوگی

کبھی آئیگا وہ دل میں کبھی آنکھوں میں امیر
یہی خلوت مری ہوگی یہی جلوت ہوگی

مدتِ قرۃ اُس رنگِ تسمی کی جو رقم کی
کیا راہ میری موت نے کی خضر کی صورت
چمکی وہ عبارت کہ رہی نوکِ قلم کی
بند آنکھ ہوئی تھی کہ کٹی راہِ مردم کی

<p>چلتی ہے کہیں خواہش دیدار دوبارہ ہر چند وہ کم عمر بہت ہیں برا بھی سے ہے غیر کے سینے میں جو داغِ غم ابرو آئے ہیں بہت منزل ہستی میں مسافر</p>	<p>پھر برق سحر طور کسی روڑ نہ چمکی رفقاریاقت کی ہے باتیں ہیں ستم کی روشن ہے صنمِ خانہ میں قندیلِ حرم کی دیتا نہیں پر کوئی خبر اہلِ عدم کی</p>
<p>نقادِ ہیوان امیر اسکی گلی کا جو پس مرگ آئی مر سے مر قد میں ہوا بارغِ ارم کی</p>	
<p>طوفانِ مر سے رونے کے سندر سی بڑھیں گے جنت کے جو خطاب ہوں سدا میں سو جنت ہر چند لڑکپن میں ہے بٹھا سدا کھانا قسمت سے جو پایا شرفِ خدمت مہدی دوزخ کے سزاوار نہ فردوس کے قابل</p>	<p>انجم کے چراغِ آہ کی صحر سے بڑھیں گے اپنے نہ قدم کو پچھو دلبر سے بڑھیں گے ہونے دو جوان سر و صنوبر بڑھیں گے پہلے قدم اپنے صفِ شکر سے بڑھیں گے ہم لوگ شمارِ صفِ محشر سے بڑھیں گے</p>
<p>کام آئین کے محشر میں امیر اسکا شکِ غم شاہ قیمت میں قطر سے دروگو ہر سے بڑھیں گے</p>	
<p>جان لیکر بھی نہیں دل سے یہ پٹنے والے آج تو دعوت ہے آپ کو کرنی ہوگی کی نظر بھی تو نچاو غلط انداز سے کی کو سے قابل میں جو چلنا ہو چپکھٹنا تو داسن اس گل کا یہ کہتا ہے کہ ہلکو نہ چھوؤ دستِ جابان سے گریبان کے اڑینگے پرنے میان میں تیغ وہ کرتا ہے تو کہتی ہے قضا اپنے مشتاقوں سے گھٹکٹ نہ کر اسے شاہِ برگ</p>	<p>تیرے کیسہ ہیں بلا ہو کے پٹنے والے رندیوں حضرت واعظ نہیں پٹنے والے تیر بھی تمہنے لگائے تو آپٹنے والے بارزخون کے ہیں سرکار میں پٹنے والے ہم بجا لو سے بھی بڑھیں سمٹنے والے اے جنوں یہ تیری ماکھوں نہیں پٹنے والے اور دو چار گلے ہیں ابھی کٹنے والے میں یہ تم شیر برہنہ سے پٹنے والے</p>

<p>شان اللہ کی اُس بزم میں ناصح بھی ہیں چپ عشق پیچھے پہ نظر کرتے اگر عاشق تہ قیمت جام میں کرتے ہیں طلب دولت بجم خون ہوتا لبہ دیدار کا یا دم اُٹے تھا ابھی وصل کا افسر راہی ہے انکار</p>	<p>بے بیٹھے ہیں ہر بات کو رٹو والے کہ درخون سے لپٹے ہیں لپٹنے والے دام کب بادہ فروٹوں سے ہیں پٹنے والے وہ تو پردہ نہیں چہرے سے لٹو والے بارک اللہ زبان دیکھ پلٹنے والے</p>
<p>رہنے دو تم ابھی دیوان کو چھانٹو نہ امیر آپ چھٹ جائینگے جو شعر ہیں چھٹنے والے</p>	
<p>میر سے گھرا تدن لشکون کی گھڑی ہتی ہے جو دمی میں بھی میں دیدار سے محروم نہیں اور پردے نہیں ہوتے جو شب وصل تو کب کس طرح کرتے ہو اور ون کے جگر میں سوراخ</p>	<p>ماٹھ باندھے ہوئے برسات کھڑی رہتی ہے دل کہیں ہو مگر آنکھ اُس سو لڑی رہتی ہے بیچ میں شرم کی چلن تو پڑی رہتی ہے نوک مڑگان تو مرے دین گڑی رہتی ہے</p>
<p>وادی عشق وہ وادی ہے جہاں مر کر امیر برون بے گورد کفن لاش پڑی رہتی ہے</p>	
<p>جوازک طبع ہیں محفوظ ہیں قہر الہی سے یہ آب و تاب ہے دو چار دن دولت پناہی سے ما کیا سن دلوئی ہو کو بھی فضل الہی سے وہ آنکھیں دیکھ کر عاشق کو اپنے پھیر لیتے ہیں بنائی ظالم و مظلوم کی شکل ایک گودون نے بہت مشتاق ہوں دہلائی صنی آکے پڑ جائی کھلی جنت میں زلف حور و جنت سے میں بھاگا کیا دیکھو یہ صحر چارسی گرم آہوں نے</p>	<p>کبھی چھالے جاوون کو نہ بھوکھا رہی سے ٹپک جائینگے آنسو بکے موتی تراش چاہی سے مرے اٹھے مے صاف کباب بزم غلابی سے خدا کی شان رہن بھلا گئے ہیں مر رہی سے مشافہ ام باہی گیر بھی ہے پشیم ماہی سے ہوئی ہے دختر زرشیا رخشیا لہی سے ڈرا تھا اس قدر شہا و فرقت کی سیاہی سے کہ روئین پھلیان بانی کی مکر رگ ماہی سے</p>

<p>وہ مجرم ہوں گے کا عذر بھی میں کر نہیں سکتا سلامتِ شاک تہمتِ سرِ قبیوں کی نہ ڈراہیل زوالِ سن میں یوں چہرہ جانان پہ خطِ نکلا جو پلے پر ہے رحمت دیکھ لینا حشر آنے دو میں وہ غربت زدہ ہوں میری غربت جو دیکھی ہے زبان کا میں جو کلمہ رزقی کا ابناؤ گلہ لب تک خدا سے ڈر نہ کر اسے روحِ عزرائیل کا شکوہ</p>	<p>کہ رحمت اسکی شرارتی ہے میری غرور ہی سے ہو ادا مانِ یوسف پاک لڑائی گو اہی سے نکل پڑے تے ہیں رط کے جطرح مگر کتا ہی سے گنہگاری مری جیتے گی میدانِ بیگناہی سے گلے مل کے رہنمائی میں یکا یک لہی سے تبرک مل گیا ہکو بھی درگاہ اہی سے کہ ہر جلاؤ گردن مارتا ہے حکمِ شاہی سے</p>
---	---

بیابانِ مرگ میں اہل وطن کا شک گردنا ہے
 لپٹتی ہے ہماری خاکِ میر ایک ایک راہی سے

<p>وہ خوش ہنگام آرائش میں اپنی کجکلاہی سے لڑی یوں آنکھ اپنی چشمِ قاتل سے تہِ خنجر فراموشی جو ان کی ہے تو ہم بھی ٹال جائیگی خدا سے ڈر نہ کر اندھیرے سے بختِ سیاہ اتنا سنا ہے غیر سے ہمنے کہ تم ہو حسن میں کیتا مرادِ اوٹگر چلتے چلتے کر دیا چھپائی زوالِ حسن ہے اب کیوں تمہارے گرد ہیں عاشق شبِ فرقت کا خاک کھینچ کر نقاشِ قدرتِ نو سوال سے کہیں ساقی سے تیرے موت کو تہن کہان میں مضطرب ہے جہان میں بارِ بھو ہمارے دل کا آئینہ سحرِ محفل تو بھینچا ہے سیٹال تو ہوں پر ہیں دو عالم مجھے یوں روشن</p>	<p>لڑتا ہے مرادِ آئنے کی بدنگاہی سے سپاہی روزِ میدانِ جلیے لڑتا ہے سپاہی سے حفاظت کرے کون اپنا دھندلواہی سے جے جاتے ہیں گلیو پر تانِ تیری سپاہی سے یہ دعویٰ سچ مگر ثابت ہوا جھوٹی گواہی سے لگائیں بر چہاں مڑھڑکے کیا کیا کجنگاہی سے کہو حُضرت ہوں پر دانے چراغِ صبح گاہی سے بھرا ہے رنگِ شاید گور کا فرکی سیاہی سے کھلا ہو گا کبھی نہ تو کھلا ہو گا جاہی سے تڑپنا لوٹنا چھڑا دیا ہے برقِ ماہی سے زیادہ اب ہے بیانی تو ان کی کم نگاہی سے کہ نورِ نکھون میں ہر جطرح تیلی کی سیاہی سے</p>
---	---

الہی وہ بھی دن آئے کہ وہ بت جگہ پو آئے	کہوں میں ایک دم فرصت نہیں یا والہی سے
میراب جلد رستی سے چلو سونے عدم اٹھو	نمائے گی اہل کچھ فائدہ کیا عذر خواہی سے
<p>تربان ہونے والے پہ قربان جانیے</p> <p>کہنا رقیب کا نہ کہین مان جانیے</p> <p>اور پو لے اب تو کہ تر سے قربان جانیے</p> <p>صاحب یہاں نہ چھوڑ کے ارمان جانیے</p> <p>صورت ذرا بنا کے پریشان جانیے</p> <p>پوچھے تو لاکھ مرتبہ مہمان جانیے</p> <p>سنری قلندر وں کی ذرا چھان جانیے</p> <p>کس نے کہا تھا بنکے نگہبان جانیے</p> <p>جنگل کو چاک کر کے گرمیان جانیے</p> <p>رٹ ہے اک اور بھی تر سے قربان جانیے</p> <p>اچھا ملا کے خاک میں ارمان جانیے</p> <p>ایسا نہ ہو کہ ہو کے پریشان جانیے</p> <p>مان اور ووڑ دوڑ کے مہمان جانیے</p> <p>بس بس خدا کو مان کے اب مان جانیے</p>	<p>تب شہید عشق کا گر خان جانیے</p> <p>اچھی نہیں اطاعت عاشق کی عادتین</p> <p>خنجر مکر سے کھینچنے گردن پہ رکھد یا</p> <p>کہتے ہیں گھر مرا کوئی حسرت کدہ نہیں</p> <p>عاشق کی لاش پر ہے کچھ اظہار غم ضرور</p> <p>ہکو تو باسے کوئی کہین پوچھتا نہیں</p> <p>قاصدی سے جا کے دار قضا میں کوئی کہے</p> <p>اچھا ہوا کہ حضرت دل وان دھری گئے</p> <p>جیسا ہو دیں بھییں ویسا ہی چاہیے</p> <p>کہتے ہیں بوسہ دیکے میں آفت بین پڑ گیا</p> <p>مٹی نہ دیجیے مجھے اچھا نہ دیکھیے</p> <p>جوڑا نہ آپ آئے خانے میں کھو لیے</p> <p>آخر ہو سے نہ حضرت دل آپ ان ذلیل</p> <p>ہم نہ ہے رات وصل کی کب تک نہیں نہیں</p>
خلوت میں اسکی دل کو بیجا جانیے میر	پر دل میں کوئی لیکے نہ ارمان جانیے
کیا ہے ہمارے دل میں بھلا جان جانیے	پہچان پر ہے تاز تو پہچان جانیے
شوخی و شرم دوہین نگہبان جانیے	گھر غیر کے مرنے سے مر سجان جانیے

<p>اس بانگین سے قتل ہوا میں کہ کھ اُسٹھے مائی ہین میں نے سیکڑون بائین تمام عمر کہتے ہین آکے در پہ مر سے پائیے گا کیا یہ رشک بد بلا سے دم زخمت حبیب محشر میں بھی شہید محبت کو ہے یہ زٹ آئے ہین بال کھولے دم نزع اسلیے جانے کو منع میں ہین کرنا مگر حضور اُن چتون سے کہتی ہین یہ حسرتیں مری ہوں آشنا خدا سے تو کبے کو جائیں ہم بالین پر آپ ہین تو نکلتا نہیں ہے دم</p>	<p>ایسا ہو جان نثار تو قربان جائیے آج آپ ایک بات مری مان جائیے مان خاک چھاننی ہو اگر چھپان جائیے کیونکر کہوں خدا ہے نگہ بان جائیے اک ہاتھ اور بھی ترے قربان جائیے دینا سے جائیے تو پریشان جائیے دل سے مرے نکال کے ارمان جائیے ان ناوکون سے سینہ دل چھان جائیے ہو مینر بان سے رسم تو ہمان جائیے مشکل کو میری کیجیے آسان جائیے</p>
<p>کیا ہند میں کمی سے و مشتوق کی امیہ شیراز جائیے زخرا سان جائیے</p>	
<p>چاندنی میں جو وہ آجاتا ہے کس قدر زار ہے عاشق تیرا سرکھت میں ہوں وہ شمشیر کھت آئندہ دیکھ کے شرمائیں نہ آپ دل لگی سمجھے ہو دل کا آنا راتنی تیری نہ کر اسے نشہ حسن</p>	<p>چاند کو داغ لگا جاتا ہے رنگ کے ساتھ اڑا جاتا ہے فیصلہ آج ہو احب جاتا ہے دیکھیے کوئی ٹکپا جاتا ہے جان جاتی ہے جب آجاتا ہے کوئی ہیوش ہوا جاتا ہے</p>
<p>کیسے مطلب کی جو اس سے تو امیہ سنگے وہ صاف اڑا جاتا ہے</p>	
<p>عکس آئینہ سے یہ ظاہر ہے</p>	<p>تو ہی اول ہے تو ہی آخر ہے</p>

<p>کچھ تعجب نہیں وہ تار رہے پر کروں کیا تھاری حسا طر ہے آپ موجود بندہ حاضر ہے قدم اپنا بھی حکم نادر ہے جو ہے اس گھر میں وہ مسافر ہے</p>	<p>وصل اُس بت سے ہو جو کون نصیب جان سی چیز دی نہیں حاتی قتل میں کس لیے ہے اسب تاخیر کب سرِ معرکہ یہ بڑھکے ٹلا کوئی مہا نسا رہے یہ دنیا</p>
<p>چشمِ پر خون کے دیکھنے سے میر دل کا جو رنگ ہے وہ غاصر ہے</p>	
<p>جانِ حزنِ بقرار دیکھیے کب تک رہے گلبدن کی بہار دیکھیے کب تک رہے حسنِ عروس بہار دیکھیے کب تک رہے نشتہ سے کا خار دیکھیے کب تک رہے</p>	<p>غیر کے پہلو میں بار دیکھیے کب تک رہے پھول تو سب بلغین سو مکھ کے کاٹا ہو زر گس شہلا سے ست جامے سے باہر گیا ساقی یہاں شکن گھر سے نکلتا نہیں</p>
<p>روز نے دل دیاں پھستے ہیں جا کر میر یار کو شوقی ست کار دیکھیے کب تک رہے</p>	
<p>عجب چال کا گھات کا آدمی ہے انکا ہون میں اچھا بُرا آدمی ہے دہی فی الحقیقت بڑا آدمی ہے برہمن بھی کیا با خدا آدمی ہے یہ سب سچ مگر بڑے کیا آدمی ہے</p>	<p>کہوں کیا کہ وہ شوخ کیا آدمی ہے نہیں مردِ چشم یہ ہے کسوٹی جو سمجھے کہ میں ہوں زمانے سے چھوٹا بتوں میں حسدائی کا جلوہ دکھایا بڑائی مری سنکے غیروں سے بولے</p>
<p>میرا کی ہے لامکان تک رسانی فرشتے سے بھی کچھ رسوا آدمی ہے</p>	
<p>سگِ محبوب پر ہر ن صدر قے</p>	<p>ا کو چہ یاد پر ختن صدر قے</p>

<p>لاکھ بانگو بنگا بانگین صد تے انجن کی سے انجن صد تے گل رخسار چرچمن صد تے لکھ اٹھے شیخ جان من صد تے ایسی غربت پر سو وطن صد تے</p>	<p>ایک سیدھی نگاہ پر تیری تو وہ ہے شمع انجن جب پر خطِ عارض پہ سبزہ زار نشر دخترِ رز کو دیکھ لے جو کبھی تیرے کوپے سے گھر کو کیا نسبت</p>
<p>یاد آتا ہے اُن کا یہ کہنا تجھ میں اے امیر من صد تے</p>	
<p>اُٹھتے ہی دیوار بیٹھے در بنے اور ٹوٹ جائے یہ طلسم سے خالق اکبر بنے اور ٹوٹ جائے بد شگونی ہو کہین منبر بنے اور ٹوٹ جائے جب ہماری خاک سے ساغر بنو اور ٹوٹ جائے جیسے مٹی کا کوئی خنجر بنے اور ٹوٹ جائے خارجہ لاون میں مری نشتر بنے اور ٹوٹ جائے تو بے زاہد بیان سنگر بنے اور ٹوٹ جائے آن واحد میں نہ کیوں یہ گھر بنو اور ٹوٹ جائے پاؤں کھچکر ہوں شکستہ سر بنو اور ٹوٹ جائے سننے سننے دل ترا پتھر بنے اور ٹوٹ جائے اک نگہ میں سا قیاسا غبنے اور ٹوٹ جائے</p>	<p>منکسر وہ ہیں ہمارا گھر بنے اور ٹوٹ جائے غیر نے تدبیر کی ہے پر ہوا سبت سے وصل وعط سے مد نظر دا عطا کو رندوں کی ہنسی دوشت کستہ کیوں نہ بد مرگ ہوں ہم سے کلال تیغ آہن کا ہے میری سخت جانی سے یہ حال ہوں وہ دیوانہ جو رکھوں دشت و شت و شت ہنم کشتی سے جوشِ فصل گل سے ہوا زور پر بحرِ ہستی میں تن انسان جابِ آب ہے دلشاک تہ ہوں کھینچے ماتی سے کیا پور شیہ برہمن تجھ سے جو اُس بُت کی کہوں نگین دلی آنکھ تیری آکے گردش میں جھپک جائے اگر</p>
<p>ہے زمین سست میں برباد کا دشت امیر جیسے رگستان میں چاہ اکثر بنے اور ٹوٹ جائے</p>	
<p>برسات میں ہو جیسے کسی گھر کی خرابی</p>	<p>یوں آنسوؤں سے ہے دلِ مضطر کی خرابی</p>

ہے غالب بجان کی طرح روح سر خالی دل خاک ہو آباد جو بر باد کرے عشق واعظا سے سکھ کوئی کہ لہر یا چھوڑ سو گنج روان دہن عوض اک جام کیمکش ہر چند کہ ہو صاف سخن لاف ہے بیجا	کیا پوچھتے ہو مجھ سے مرے گھر کی خرابی ظالم ہو جو حاکم تو سے کشور کی خرابی تا چند یہ محراب کی منبر کی خرابی مصرف کے لگے ہاتھ تو ہے زر کی خرابی ہوتی ہے گرج جانے سے گوہر کی خرابی
---	---

ہے سست مضامین ہی میر اپنی غزل سست
ہے ناخلف اولاد سے اس گھر کی خرابی

کہو نہ کہ رہیں نہ اسکی نظر سے گرے ہو فرما دو قیس دل کا جہان ذکر آگیا ساقی ہو برق سے کہیں شیشے سے جلوہ گر اٹھ ہے کہ جان غریبوں کی اب بچے جب سے پڑی ہے آنکھ کسی رو سے صاف پر اٹھ سے انقلاب زمانہ کہ اند لوان پلکوں کو اور یار کی آنکھوں کو دیکھ لو دیوان ہیں لکھ دیا جو کبھی ضعف دل کا حال گیسو کا بوسہ دین وہ اگر لے کے نقد دل	ہم سے ہمارے طالع بد ہیں پھر ہے ہو اپنی بھی عاشقی کے دیان تذکرے ہو گلشن پہ کیا سیاہ ہیں بادل گھر ہے ہو ترکوں کے سچوں پہ ہیں پٹھوڑے ہو ہیں مہر و ماہ دو نون نظر سے گرے ہو جو اس سر پہ پڑے تھوڑی آہ سہری ہو نیزوں میں دو غزال ہیں گویا گھر ہے ہو بحرین ہو میں خفیف درتی جھجھر ہے ہو نقصان نہیں ہو دام ہیں اپنی ترے ہو
---	--

کیا منہ چڑھیں گے خال رخ یار کے امیر
انجم ہیں آپ اپنی نظر سے گرے ہو

جین قمر ہے ہلال ابرو تو چہرہ عرصے سے لال بھی ہے میں تیر جہنمی سے اپنی خوشیوں کہ تیر و در زلف خال بھی ہے کشیدہ ابرو ہیں اس قمر کے تو ردی پر نور لال بھی ہے	بتوں سے ظاہر تو خال خالی بھی ہو لال بھی ہے خدا کے گھر کا غلاف کا لایا دہ رنگو لال بھی ہے سپہر خوبی پہ ہے تیر بت کہ مہر بھی ہے ہلال بھی ہے
---	---

<p>درنگ کیا دیکھو کچھ سو دنیا کریم کیا پوچھتا ہو اس سے یہ کہلو دیکھا کہ ہو گئے چپ ہوئی فراموش ساری ہوش بٹھا کے در پر قیاس کو وہ مر گھر آئی گئے دیکھنے کو کہے یہ زراہ ہو کوئی جا کر میری بخشش کا کیوں ہونکر اگر چہ فاس مین ہوں لیکن نظر سے میری بلند تابک وہ قد قیامت وہ حال آفت غضب کی تیر ہا کی چوں</p>	<p>گواہ تغیر حال بھی ہو گا کی صورت سوال بھی پڑ سے ہرین مثل دریں صوفی کرنگ کیا وجہ حال بھی خوشی تو ہو میرے دلو لیکن شریک کچھ کچھ مل بھی گناہ کرتا تو ہوں میں بدیشک اگر مجھے انفعال بھی عروس دولت کو خاک چاہوں نظریں میری ال بھی نگاہ ناوک بھی برقی بھی ہو کمان ہو برو ہلاک بھی</p>
<p>بتوں کی الفت سرباز آؤ خد سے پیری مین لو لگاؤ امیر دنیا سے ہاتھ اٹھاؤ ضرورت کربال بھی ہے</p>	
<p>ہاتھ طوق گردن میں کیے ہم وہ میکش تھے کپلی جب تک شراب حضرت ناصح یہاں آئے تھے آج آئیںے کو تم نے دکھ لایا جمال مٹ گئے جب دارغ دل بولا وہ گل</p>	<p>میکدے مین ہم مزے کوٹا کیے دامن قاضی سے منہ پوچھا کیے دیر تک کچھ بیٹھے جھک مارا کیے ہم کنارے بیٹھے منہ دیکھا کیے پھول جو ہم نے دیے تھے کیا کیے</p>
<p>دخست رزائی ہمارے پاس آئیں اور میکش دوسرے تاکا کیے</p>	
<p>دن جوانی کے گئے پیری سفر کا وقت ہو چشم پوشی سے تغافل سے حذر کا وقت ہے وصل کی شب کچھ ابھی ہے یا سحر کا وقت ہے گھر کہاں جاؤ گئے سخا نے مین چلکر سو رہو اضطراب دل ہوا پیدا جو ہنگام دعا اس قدر ہو رہو دیکھا پاؤں پھیلاے ہوئے</p>	<p>رات گزری چونک سے غافل سحر کا وقت ہے دم ہے آنکھوں مین ترجم کی نظر کا وقت ہے کان بجتے ہین الہی یا جگر کا وقت ہے دھوپ پڑتی ہے غضب کی دو پہر کا وقت ہے ہو گیا پورا یقین محب کو اثر کا وقت ہے زنگ کی آواز آتی ہے سفر کا وقت ہے</p>

<p>تاریخ میں زلف کہتی ہے دل عاشق سو خود بخود سینے میں کیوں ٹکڑے ہوا جاتا ہر دل رد کیا ہوں میں تو کہتے ہیں وہ دامن بھینٹ کر نیک ساعت ہے دعا سے دل سدم چاہیے ضعف تن نے مجھ کو پیری میں خبر دی کوچ سو ایک دم مجھ کو فرست تڑپنے سے نہیں نیچان چھوڑے ہوئے مقتل سے جانا ہو وہ شوخ گر بیان اس رخ کی چوکنے دیتی ہیں دُروصل</p>	<p>دھوپ سوسا سے میں ٹھہر دو پہر کا وقت ہے شاید اس کو چے میں قتل نامہ کا وقت ہے مجھ کو جانے دو دھندلکے میں ہر کا وقت ہے آنکھ میں بھرائی میں اختر کے گز کا وقت ہے ہڈیاں چٹکین تو میں سمجھا جب کا وقت ہے در در دل کے بعد ہی در در جب کا وقت ہے لے نگاہ یاس یہ تیرے اثر کا وقت ہے آفتاب آیا ہے سر پر دو پہر کا وقت ہے</p>
--	---

رات گزری صبح آئی کر دعا حق سے امیر

سارے دنوں سے یہی اچھا اثر کا وقت ہے

<p>صبا کو یہ کیسا آج موج آگئی ادا اسکی کیسا ستم ڈاگئی جہان سے مجھے لائی تھی میری عمر صدا خاکِ لبلی سے آئی کہ قیس خدا جانے وہ تیغ کیا وقت قتل ستم لذتِ نیستی نے کیا وہ یہاں یکس ہوں میں ناتوان مرے عشق کی وجہِ ناصح نہ پوچھ غضب آگیا جانِ عشاق پر درا اپنی منہدی سے چھو تو تم راہِ وصل میں بھی میں سدم وصل</p>	<p>کہ پھولوں سے ترب مری چھا گئی دفننا کے گلے مجھ کو ملوا گئی وہیں سیر دکھلا کے پہنچا گئی مجھے تیری دیوانگی کھا گئی گلے ملے بے کو سمجھا گئی مجھے میرے ہاتھوں سے مٹوا گئی تڑپ آکے کروٹ بدلا گئی طبیعت ہی تو ہے ادھر آگئی جہان کوئی ہچک کی انہیں آگئی مرے دل میں کیوں آگ بھڑکا گئی جہاں اسکو پروے میں ٹھہلا گئی</p>
---	--

<p>بڑی بیوہ عمر فرست تھی ملے ہوئی وصل میں بھی زخاوت نصیب بڑا یا تو تھا میں نے تجھ کو حیا عدم کا بھی رستہ نہ سید مارنا یہ کیوں غم غم کرتی ہے عشاق سے مسافر کو رستے میں لٹوا گئی جو شہو خنہ مہٹی تو حیا آ گئی لپٹ کر ترے ساتھ کیوں آ گئی کہ اُسکی مگر آج بل کھا گئی قضا کو کہان سے ادا آ گئی</p>	<p>نئے رنگ کے کھل گئے گل امیر طبعیت جہان رنگ پر آ گئی</p>
<p>وہ صورتِ تصور میں کب آ گئی نئی چشمِ ساقی کو موج آ گئی تری طرح کیا وہ بھی ہے سو گوار کہا جھک کے مینا نے کچھ جام سے نہ آئے اگر بارِ پیمانِ مشکِ ن کہانی مرے درد کی کچھ نہ تھی کھلا اُن کا جوڑا تو دشمن کے گھر قیامت سے واعظ اسی تاک میں پسینے میں کیوں ڈوبتی تیج یار چھو اُرخ کو دل لیکے اُس زلف نے قیامت ہیں اسے یاس جھونکے ترے مرے دل کی اندر سے بربادیاں نظر تم نے گھونگھٹ اٹھا کر جو کی مراد دل تھا وہ بھول کی پنکھڑی پری آ کے تصویر کھچو آ گئی مری عمر کا جب مچھلا گئی ہنسی میرے پھولوں میں کیوں آ گئی تری بات لے دشتِ رزاق گئی اجل آنے میں تو نہ کرنا گئی مگر ساری مجلس کو پٹو آ گئی اندھیری مرے گھر میں کیوں جھا گئی ادھر تو نے پی اور اُدھر آ گئی کیا اُس نے عریان تو شرم آ گئی وہ قرآن کی جھوٹی قسم کھا گئی مری شاخِ امید دُمر جھا گئی کہ دشت بھی تنگ آ کے گھبرا گئی عروسِ بہار اور شہر ما گئی چین میں جو رکھتے ہی مَر جھا گئی</p>	<p>دہ صورتِ تصور میں کب آ گئی نئی چشمِ ساقی کو موج آ گئی تری طرح کیا وہ بھی ہے سو گوار کہا جھک کے مینا نے کچھ جام سے نہ آئے اگر بارِ پیمانِ مشکِ ن کہانی مرے درد کی کچھ نہ تھی کھلا اُن کا جوڑا تو دشمن کے گھر قیامت سے واعظ اسی تاک میں پسینے میں کیوں ڈوبتی تیج یار چھو اُرخ کو دل لیکے اُس زلف نے قیامت ہیں اسے یاس جھونکے ترے مرے دل کی اندر سے بربادیاں نظر تم نے گھونگھٹ اٹھا کر جو کی مراد دل تھا وہ بھول کی پنکھڑی</p>

<p>بلا تھی شامِ غم لے صبحِ وصلت تڑپنے کا مزہ جی بھر کے لیون مبارک تجھ کو اسے شوقِ شہادت ستم ہے تیرے ہو گئے آبِ پیکان اہجوم آرزو ہے وقتِ آخر خدا کو رسم آیا بیکسی پر مسی چبوتی ہوئی سوکھے ہوئے ہونٹ ذرا ٹھہر دیا بھی جوڑا نہ کھولو وہ آئینے سے اپنے پوچھتے ہیں بلا لوسانے دیکھو تو کیا ہرٹ ہونے کو اندر می مت تڑپ اس برق کو مین نے سکھائی خدا حافظ ہے اب میری نظر کا ہنسن سستی اجل بھی میری فریاد بسم نے نمک چھڑکایہ کہہ کر</p>	<p>لکھلا تو نے آکر میرے گھر سے ذرا اٹھ تھم کے درد اٹھے جگر سے وہ لی تلوار قاتل نے کمر سے مراد دل بوند بید بانی کو تر سے پیٹنگے پیٹے ہیں شمعِ سحر سے کہان پھنچا ہون مین گر کر نظر سے یہ صورت اور آپ آؤ ہیں گھر سے نزاکت پوچھ لے پہلے کمر سے کوئی ہسا بھی گور اسے نظر سے تڑپ کر آئینہ نکلا ہے گھر سے جگر آگے ہے دل سودل جگر سے چمک ہے درد کی میرے جگر سے کہ لڑنے جاتی ہے اسکی نظر سے مگر یکھ مین یہ عمر سے اثر سے مین ہنسا ہون ترے زخم جگر سے</p>
<p>ایسر اس قتلگہ کو بچلا ہے پیٹ کر خود مراد امن کمر سے</p>	
<p>حشر مین جس نے کہا بندہ خطا کارون مین ہے پھٹک رہا ہون بھر مین پر دھیان خسار و غم مین ہے مغفرت کا تو جو طالب ہے تو راہِ آزاد صبر مین ہون عاجز اور اسکو عاجزی محبوب ہے</p>	<p>رحمت اسکی دلی چل تو کن گنہگارون مین ہے جان بھولون مین پڑی ہے جسم انگار و غم مین ہے پیار کرتی ہے وہ میخوار و نکو میخوار و غم مین ہے بے نیازی اسکی میرے ناز بردار و غم مین ہے</p>

<p>چست میں کبھی کی نہ وہ کوئی دیوار وین ہے طبعی جلتی یار سے ہے بات جو یار وین ہے پوچھتی ہے ظن تو کسے گنہگار وین ہے وہ بھی اک چھوٹا سا انگار ان انگار وین ہے یہ تکلف بھی ہے کیا سیکش جو میخوار وین ہے گھر میں وہ پردہ نشین ہو شور بازار وین ہے ہون میں دہنا شاد شادی میری کوئی اور وین ہے رحمت اُسکی آج ساقی بنکے میخوار وین ہے اتنی طاقت اب کہا وقت کے یار وین ہے یار اگر یاروں میں ہے عیار عیار وین ہے دلمین وشت ہو دھون میں ہو نہ دیوار وین ہے</p>	<p>ڈھونڈتا ہوا اسکو اوزار اپنے دل میں ڈھونڈ شوخ وہ ہم مضطرب وہ نازنین ہم نا توان حشر کے دن دیکھا آتش رحمت میں مجھے کیا نمود آفتاب حشر داغوں کے حضور اسکو اسے ساقی اٹھا دے کام کیا اسکا یہاں حسن و عصمت دو لون کیا ہوں یہ ممکن ہی نہیں پوچھتی ہے میرے آئو مرگ دشمن کی خوشی ابر جب گر گر کر کے آتا ہے پلا تا ہے شراب لینے آئی ہے اجل کسکو عدم کو جاے کون صورت آئینہ ہر صورت سے ہو وہ ہشتا گھر وہی ہے ہجر کے دن بھی جو روز وصل تھا</p>
--	---

ہے صدا حاکم کی در پر میرے آفا کے امیر
 یہ خدار کے عجب در بار در باروں میں ہے

<p>چٹھری جھنجھلا کے لی چین چین سے کہ ظالم چوٹ کھا آیا کہین سے زمین کچھ لیکے اٹھے ہم زمین سے نکل آئی کلائی آستین سے وہ جگوار ڈالین گے نہیں سے خدا محفوظ رکھے اس نہیں سے ذرا پوچھو تو چشم شریکین سے چین پیدا ہو لی چین چین سے</p>	<p>لو کا خنجر جو دست نازین سے یہ ظاہر ہے دل اند کہین سے اٹھے جب گرد باد آسا کہین سے کہان کا پردہ وقت رقص بسل بچوں کا ہجر میں تو وصل کی شب نہیں منہ سے جو نکلی پھر کہان بان کبھی چپ کر بھی جگوار دیکھ سے گی اٹھایا برہمی سے اُسے گھونٹ</p>
--	--

<p>سوال پوسہ لب تک کیونکر آئے حذر مے سے مُسلم اور جو واعظ کیا کیا دختِ رزنے وصل میں کام یہ کہ کا آستانہ ہے کہ سجدے صبا آتی ہے اٹھلاتی ہوئی آج جہانے آسمان کی داستانیں پس مرون تصور میں کسی کے چراؤ بھیک مانگو ان کو کیا کام مقابل آئے ہے آنکھ اٹھاؤ یہ غصہ ہے کہ دیکھا آئے کیوں وہ نقشِ دلشیں ہے نام تیرا چڑاؤ تو ریاں تم آئے پر غضب کا وقت ہی ہوئی ہیں خفت اجل بھی چنچ اٹھی ہم نے دم نزع</p>	<p>حیا آتی ہے چشمِ شرکین سے لمے دستِ بنانِ نازنین سے نراکت چھین لی اس نازنین سے گرے پڑتے ہیں آغوشِ چین سے کوئی پیغام لائی ہے کہیں سے سنگوہِ غریبان کی زمین سے لپٹ جاتا ہوں تربت کی زمین سے انہیں روزِ اکِ نیا دل دکھین سے ہنسو بولو کچھ اپنے ہنشین سے حیا روٹھی ہے چشمِ شرکین سے لمے تو چھین کر لیوں نکین سے تمہارے نازائیں کر تمہیں سے تمنائیں نگاہِ واپسین سے وہ چنگی لی نگاہِ واپسین سے</p>
<p>امیر آئے وہ سب قسمت میں میری مٹے جو لبِ حسین کی جبین سے</p>	
<p>جو تم ہو مرے دل میں تو دل ہی ہے ترا دوست میرا عدول ہی ہے ستم سے کیلی چھری اس نگر کی رہِ عشق میں جس جگہ گر پڑا میں پھنڈو ٹوٹکا میں تیرے ناوک کو ظالم</p>	<p>یہی گھر ہے لیلی کا محل ہی ہے ترا بھلی اور میرا قاتل یہی ہے کیجیے میں رکھنے کو قاتل ہی ہے کہا ضعف نے تیری منزل ہی ہے کہ حسرت بھر دکا قاتل ہی ہے</p>

مرے دلو ٹھکرا کے مجھ سے وہ بوسے	بڑی دھوم مچی تھی وہ دل یہی ہے
ہنہن اسکو دشوار کچھ نہ بوج کرنا	میں ہوں سخت جان سخت کل یہی ہے
وہ صورت تصور سے بٹنے نہ پاس	تراحن اسے عشق کامل یہی ہے
مرے ناتوان دل کو دیکھا تو بوسے	ہلا دے گا جو عرش وہ دل یہی ہے
اجل گورناک مجھ کو پہنچا کے بولی	ساؤ ٹھہر تیری منزل یہی ہے

امیہ اس کرم پر مین صدر قے کہ اُسے
کہا سیری رست کے قابل یہی ہے

خفا جس سے عیسیٰ ہو وہ دل یہی ہے	جو زندہ ہے مردوں میں بل یہی ہے
تڑپ کر مین دل نے مارا تو بچھے	کہ بسل کے پردی مین قاتل یہی ہے
نہ گھبراؤ تجھ پر عشق دم لے	مرے کا تو دست امین لیل یہی ہے
بھلا تجھ لالے کا تو مین یہ سمجھا	کہ اُسکے شہیدوں کی محفل یہی ہے
خدا داد دی امتحان مین سنبھالے	کڑی راہ العنت مین منزل یہی ہے
مری لاش پامال کرتا ہے ظالم	ارے جان دینے کا حاصل یہی ہے
تماشا مرے دل کے داغوں کا دکھو	چمن سیر کرنے کے قابل یہی ہے
کلی بچوں کی لٹکے چٹکی سے اُسے	کہا مجھ سے کیوں آپکا دل یہی ہے
عدم مین فراق اجبا کا غم کیا	میدن آئینکے سب کی منزل یہی ہے
مرا دل ہی دشمن ہے دہرے کر کیا	وہ ہے مفت بدنام قاتل یہی ہے
کمال طلب ہے جو خود ہو وہ طالب	وہ کھینچ آے خود جذبہ کامل یہی ہے
جسے شیشہ سمجھا ہے اسے محبت تو	نہ توڑا اسکو ظالم مرا دل یہی ہے
عدو کو مین اُس بزم سے تو اٹھاؤن	جگہ اُسکی دل مین ہے شکل یہی ہے
دل دشمن اُس عدا کا کھڑنا ہے	جہنم مین فردوس منزل یہی ہے

اسی سر اس سے تو درے کہ ہی ہیں

تو ہی بانگی چوں کا بسمل ہی ہے

یہ دروہ کر کلیجا چٹکیوں سے کون ملتا ہے
کہ دروہ اٹھ کر بدلو آتا ہے تب کروٹ بدلتا ہے
بہم یہ بھٹ ہے دیکھیں تو کون آگ نکلتا ہے
سڑپٹا لوٹا کیوں آنکھ سے آنسو نکلتا ہے
سنبھالا بھی سنبھالے آکے تو وہ کب نکلتا ہے
بدلتا ہے رنگ اپنا جو وہ زانو بدلتا ہے
لہو عشاق کا ملتا ہے منہ ہی کتب ملتا ہے
مسافر چھاؤں میں تاروں کی گھر سول نکلتا ہے
بڑی سرکار میں دربار میں یہ عذر چلتا ہے
یہ طفل اشک اینہیں پیار کھلونوں پر چلتا ہے
کہ پروانہ پروں سے شب کو نکھاروڑ نکلتا ہے
کہ جلتی آگ میں کس شوق سو گر کے نکلتا ہے
کسی کے پاؤں چلتے ہیں کسی کا ہاتھ چلتا ہے
ہمارے وصل کا ارمان تو یوں ہی نکلتا ہے
کوئی دوزخ میں پھٹکتا ہے کوئی جنت میں جلتا ہے

یہ کس بیدر کس ظالم پر اپنا دم نکلتا ہے
ترے بیمار کا کام بڑی مشکل سے چلتا ہے
بہار پہنچی ہے شاید کہ دامن و گریبان میں
مزدور آفت کوئی آئی ہے دل پرور نہا ہوا
ترا بیمار اسے عیسے نفس بگڑا ہے اب ایسا
ہرین دھڑکا ہے ایسا کہ اٹھ جانیکا محفل سے
حنا کیوں دیکھ کر اُس کو پس جاتی ہے گلشن میں
چھڑکتے ہیں وہ افشان گیسوؤں پر خیر بود کی
خدا بھی عاجزون کی عاجزی سننا ہے خوشترین
رُلا دیتی ہیں ہنستی صورتیں ان خوبرویوں کی
یہ کس کی گرمیوں سے پھنک ہی ہو شمع محفل میں
ذرا سی جان ہے پر دل جگر پر وائے کا دیکھو
خزام ناز پر اُنکے گریبان چاک کرتا ہوں
جو کہتا ہوں کہ میرا دم نکلتا ہے تو کہتے ہیں
نہا دی گریبان آفت ہیں ہجر وصل دونوں میں

عجب تقدیر پائی ہے امیر اس وار دنیا کے

انہیں آتا پھر اس گھر میں جو اس گھر سے نکلتا ہے

خدا چاہے تو رنگ گلشن عالم بدلتا ہے
خزان یوں ہے جیسے بلغم میں ملاؤں جلتا ہے

بہار پہنچی ہے اب جام سے ستونین جلتا ہے
گلے پر میرے ارمان اُسے خنجر کا نکلتا ہے

رفوگر دیکھ کر میرے جنون کو ہاتھ ملتا ہے
 یہ مطلب ہے فقط اپنا صنم خانی میں جانی سے
 ذرا تو نشہ کم ہو تو یہ پڑھو اتنا ہے کیا و اخلا
 ہم اتنی بات پر خوش ہیں کہ مذکور اپنی الفت کا
 کہیں شادی کہیں غم طرف دنیا کی دورنگی ہے
 نہیں بیکار کوئی شے جہاں میں کلاک کو دیکھو
 تر و نقش قدم سے دی ہو جسے ماہر و نسبت
 اگر چشم بصیرت کی زفاقت سیکھ ساسے سے
 کیا نالہ اگر دل نے تو آنسو بھی روان ہونگے
 ذرا سمجھو مری امید ناحق قطع کرتے ہو
 چلی عمر روان جسم زوال آیا جوانی کو
 وہ شاعر زندہ ہے مشہور عالم سے سخن جس کا
 بٹاسے بوجھ اسے لجا کر کوئی داستان یارب
 الہی آگ پر پارہ سے یا پسند ہے کیا ہے
 سزا قاصی کی کیا چھڑائیگی ستون سوینخواری
 سخی کے پاس کچھ ہوا ورنہ دے یہ غیر ممکن ہے

گریبان کو رنڈ کرنا ہے تو دامن نکلتا ہے
 کہ اچھی صورتوں کو دیکھ کر کچھ جی بہلتا ہے
 کہ یہ ہونستی میں کہتا کچھ ہون سنہ کی کچھ نکلتا ہے
 ہمیشہ ذکر حسن یار کے ہمراہ چلتا ہے
 پہنتا ہے کفن کوئی کوئی کپڑے بدلتا ہے
 زبان گنگ سے پر کام کیا اس سو نکلتا ہے
 خوش کیا ہے کہ اب بچوں کو بھل لیا وں چلتا ہے
 کہ رہو جس طرح چلتا ہو بھی ساتھ چلتا ہے
 کہ شکر جمع ہوتا ہے علم جسم دم نکلتا ہے
 شجر کا کاٹنا کب کاٹنے والی کو پھلتا ہے
 مگر سے دوپہر سا بچا کہ دن آئین بھی لپکتا ہے
 کہ نام انسان کا اولاد سے دنیا میں چلتا ہے
 ہنسی ضعیف ہوا ل نہیں محسوس نکلتا ہے
 کہ دل سینے میں بتیابی سے دودھ ہاتھ چھلتا ہے
 قلم حب باغبان کرتا ہے انکسور اور پھلتا ہے
 نہیں کرتا ہے سٹھی بند جب تک ہاتھ چلتا ہے

امیر سپینے مضامین کو بری رکھ نقل بندش سے
 بھلا نازک تنوں سے بوجھ بھاری کب پہنچتا ہے

اور لے آؤی سے ستونکو ہو ابراست کی
 آگ تلون میں لگا دے گی خباہت کی
 ہو یہ بسان تو پھر دیکھیں منہ ابراست کی

ذوق میٹھتی بڑھاتی سے گھٹا ابراست کی
 لے پری اس فصل میں سرگرم آرایش نہو
 ابرو دریا سبز ساتی یار مطرب و خیر رز

اٹھ اٹھ آنسو رلاتی ہے تری ہونٹوں کی یاد
 شیراز انگور کو کرتی ہے آب آتشین
 رنگ مین ڈوبے ہوئے مین نعرہ سان چین
 میکدے مین بوتلوں کے منہ سے ارجا تو مین کا
 مورنا چمے کو لیلین کو کین پیچھے بول اٹھے
 جب دوپٹا سادہ اوڑنا تم نے دہانی ہو گیا
 آنسوؤں مین ڈوب جائیں ملیاں اچھٹم تر
 ڈالکر جھولا چین مین تم نے جب گاسے ملار
 کیا تری زلف سیکو دیکھ کر شرمالگی
 ساقیا جام دسبو سے ایسی آرایش بڑھے
 مگر مین لین برسے مستون نے پی پیکر شراب
 برق چمکاتی ہوئی کہ سارے اٹھی نہیں
 وقت ساقی ستے آنکھوں مین جہان اندھیر ہے
 جب چین مین آگیا مستون کو سادون کا خیال

پانی پانی کرو یا ہے چم تر نے لاکھ امیر
 چشملین کرتی ہے اسپر بھی گھٹا برسات کی

برہمتی ہے رونے سے مستون کو نصا برسات کی
 ساقیا ہے جوش بارش جوش رشک کی دلیل
 شوخیان مین دختر زد کی کہ بجلی کی چمکات
 زاہد کی تو بڑی لڑکھڑایا پاسے شمع
 میکستون کے منہ سے جو نص مین ٹکلی دعا

آگنی کیا گھٹ کے آنکھوں مین گھٹا برسات کی
 ہم سیم کارون سے نازش ہو بجا برسات کی
 بوتلین مین سے کی یا کالی گھٹا برسات کی
 کچھ عجب متاثر ہے ساقیا برسات کی
 لے اڑی باب اجابت کو ہو ابرسات کی

دختِ رزت سے کہہ سے ساقی اور کھیلے چار دن میکشون کے دل میں داغ آنکھوں میں ساقی کو غار ہر روش پر جو چین میں ایک پری سا غریب پتے پتے پر رہے ساقی سبزہ دینا کا رنگ نعل و لب میڑھے نگار ہونے میں ہاتھ پاؤں گنج گشت میں ہو محبت و درسا غریب کی ضرور چلتی ہے ٹھنڈی ہو انزو دیکھتے دور شراب ہجر میں سب بیزہ سے وصل میں سب بامزہ	فصل پہنچی ہے اونا آشنا برسات کی یہ نشانی رنگہی ہے واجب برسات کی ایک دن یوں دیکھیں اسے ساقی نصیب برسات کی کیا نظر آتی ہے سبزی خوش نما برسات کی کیا چہی ہے اسے پری پیکر صبر برسات کی میدہانی ہے مناسب ساقی برسات کی مژدہ مستون کو خبر لائی صبر برسات کی فصل گرمی کی ہو یا جاڑے کی یا برسات کی
--	--

نوشا لالہ چین میں تھا کہان پہنچن آئے
حضرت یوسف سے سہ ساری نصیب برسات کی

مر سے دل میں پا کر جگہ نئی تر سے نکلے جلوہ گرمی ہی رے جو دی نے کرم کیا تو سے خودی نے ستم کیا یہ ہیں کسادی کرشمے تھے جو یہاں سے آگے میں ہر گلیا مری شاخ گلشن آرزو ہوئی کچھ نہ واقف رنگ بو نہ یہ کی کہنے آہن خبر کہ گیا جہان سے کوئی گزر روش اسکی پاسے مجال کیا بھی دو قدم وہ اگر چلا سے ہم تلاش میں اور بدول و دیدہ و دونوں کو کو گھر دل اگر چہ غم سے نگار ہے مگر اب بھی باغ و بہار ہے مر سے آنسو دن ہی سے آبرو ہوئی گیسو و کئی بیوہ جو بڑے بڑے تھو جہان کشا انہیں کیا خاک و شایو جو لب سے ہر پنے پناہ لی تو غضب سے تیج نکاح لی	نہ کہیں چلی نہ کہیں پھری ہی شیشے میں پری ہی کچھ اور سے بجز ہی ہی کچھ اور سے بجز ہی ہی نہ ٹرنہ بے ٹری ہی نہ اثر نہ سبے اثر ہی ہی نہ پھل آہن کوئی کبھی لگا نہ کھلی نہ ہری ہی ہی اسی آرزو میں کئی پھر مری لاش در پہ دھری ہی ہی نہیں تاب بجو پاسا یہ صدا کے کہنے ہی ہی کبھی آہن جلوہ گرمی ہی کبھی آہن جلوہ گرمی ہی اسی شاخ کا یہ شمار ہے کہ نکستہ ہو کہ ہری ہی ہی تری مانگ اویستہ ماہ و مہینہ موتیوں کو بھی ہی ہی نہ عروج چتر شہی رہا نہ ضیا سے تلج زری ہی ہی کبھی راستی کی نہ راہ لی ہی انکی کج نظری ہی ہی
--	---

یہ کہن ہے
نوشا لالہ
علی خان بہادر
نوشا لالہ
دلی ریاست
راہ پور سے

نہ گزر ہے بزمِ حال میں نہ وہ قوتِ اپنی خیال میں
 ہو بس جہانِ سحرِ فرغ ہے نہ وہ دلِ ہوا بے دلیغ
 نہ سنا فسانہ سُور و شہر ہوا خواب ہی میں مری بہر
 ہے کس طرح نہ جنوں کا غلِ خبر لاس خبر کوینِ زوگل
 یہ طبیعت اُن کی بگڑ گئی جو کیا یہاں سے چلی چھری
 نہ وہ حکمتِ علی رہی نہ وہ حکمتِ نظر رہی
 نہ ہوا سے نہ بہتِ بلخ نہ تلاشِ حسنِ پری رہی
 نہ ہوئی کیسی کبھی خبر مجھے سب سے بے خبری رہی
 ہوئے خلقِ جب سے بزرگ گلِ بہرِ شمعِ جادری رہی
 کوئی مریخ کیا کہ صبا کو بھی نہ محالِ نامہ رہی

عجب اشتیاقِ امیر تھا اُسے دیدِ طرزِ خرام کا
 کہ زمین کو چہ نہ لقا تیرے پاسے کبک درمی رہی

اسے خطر کیا سناؤں میں حالِ تباہ کی
 اتنی تو اُسکے دل نے مرے دلِ سواہ کی
 کیا کیا شبِ وصال میں گستاخانِ ہوئیں
 اہلِ عمر سے کیوں نہ ہنزلِ پیلِ جبل
 یہ میرے دل کو پاسِ نزاکتِ عباد کا
 سرِ مطلب ہوا ہے خدا فیہر ہی کرے
 کہتا ہے مجھ کو دیکھ کے اغیار سے وہ شوق
 زائد بڑے ثواب سے محروم رہ گیا
 فریاد کس سے کوچہِ الفت میں کیجیے
 ہم دل جلے گئے تو جہنمِ پکار اٹھ
 قسمتِ جو پچھلی مجھے کوچے سے یار کے
 گزر سے گی وہ نہ دادرِ محشر کے سامنے
 آنکھ اُس پر ہی سے ملتے ہی بیانِ کام ہو گیا
 میں نے بلائیں لینِ شبِ فرقت کی بار بار
 طلعاتِ دھوپ سے مرے روزِ سیاہ کی
 آنکھ آج پیار کی ہے تو جنوں ہے چاہ کی
 تقریبِ مجھ کو دینے وہ کس کس گستاہ کی
 ہے ان مسافروں میں ملاقاتِ راہ کی
 تر پاشھر پاشھر کے تو تھم تھم کے آہ کی
 آئے گی شامت آج کسی بیگناہ کی
 اس شکل پر حضور کو سو جی ہے چاہ کی
 کہے گیا مگر نہ کسی دل میں راہ کی
 سنا نہیں ہے کوئی کسی داؤد خواہ کی
 یارب سزا لی یہ مجھے کس گستاہ کی
 حسرت سے دیکھ کر سو گردوں اک آہ کی
 جس فرد پر ہونگی نشانی گستاہ کی
 فرصتِ ملی نہ پاسے دو بارہ نگاہ کی
 پانی جو شانِ کچھ تری زلفِ سیاہ کی

<p>اللہ کیا بساط ہے میرے گناہ کی برجی اتر گئی ہے جگر تک نگاہ کی اٹھ اٹھ کے قص کرتی ہو کیونگر در راہ کی سارے سیاہی دھو گئی رو سے سیاہ کی میں پس گیا جو اڑ کے پڑی گرد آہ کی</p>	<p>رحمت تری وسیع میں ناچیز رو سیاہ بہل ترا بچے گناہ اسے ترک دیکھ تو کسی سواری آتی ہے صحر میں لے جوں سب عیب ایک انکب ندامت ہو مٹ گوں ایسا کیا ہے دشت نور و می نے ناتوان</p>
<p>ہم پر کسی نے لطف کیا یا ستم امیر ہمنے اسی کی شانِ کرم پر نگاہ کی</p>	
<p>ناز کے صدمے تو انداز کے قربان گئے تم ہمیں جان گئے ہم تھیں پہچان گئے ماننے کی جو نہ تھی بات وہ ہم مان گئے ہاے اس وقت کہاں ہیں جو کہاں گئے ہاتھ ٹوٹیں ترے مشاطہ مرے کان گئے کہتے ہیں کہ وہ گھر غیر کے مہان گئے اور وہ آگئے دو چار جو مہمان گئے مہربان پا کے تجھے سب تر جو قربان گئے واہ وا آج تو حضرت مہربان گئے تھے مسلمان وہ جو دنیا سے مسلمان گئے سر خر و بھی ہوں وہی بنکر جھین پان گئے خاک ہم چھانٹے آئے تھو یہاں چھان گئے بڑکے لینے کو بہت دور تک ارمان گئے جانے دو انکو جہنم میں یا رمان گئے</p>	<p>کیا کہیں دل سے کہاں وصل میں رمان گئے استحان خوب و فاکا بھی جفا کا بھی ہوا کہتے ہیں شب کی خوشامد بھی عجب جادو بھی وصل میں کہتے ہیں کوئی کہیں آڑ سے آتا چھہ گئی گونج جو بالی کی بگڑ کر بوے جب میں دروازے پہ دیتا ہوں کسی کو آواز کبھی سونی نہیں ہوتی ہے میرے دنیا پوچھنا کیا ہے کہ بہل گئے قتل سے کہاں شیخ جی چھپ کے یہ حجرے میں اڑانا تو تل حسن انجام پر اسلام کا ہے وار و مدار قتل پر میرے اٹھاتے ہو عہد تم میرا خاکساری کے فرسے خوب اٹھے دنیا میں دل کو تاکا کسی ناوک لے تو اللہ سے شوق گر میان وصل میں کہیں اُن سے تو جگر بو لے</p>

حق شناسی کی حقیقت کو انہیں نے جانا
اے امیر اپنی حقیقت کو جو پہچان گئے

کس بُرے حال سے عاشق تری ایجان گئے
پوچھنا کیا سبہ کہان دل جگر اے جان گئے
ہے وہی حسرت دیدار وہی شوق وصال
نیوجان لٹ کے مقتل میں یہ دیوہین صدا
آنکھ سے آنکھ ملی وصل میں تو دل نے کہا
کچھ عجب رنگ سو پرزوی کیے دیوانوں نے
لاش پر میری کہا آکے کہ او طالب وصل
بیوفا جان نہیں ہوتی ہے اس پر دین
دل میں تم آنکھ میں تم کہے میں تم دین تم
چو تون نے تری سینے کو بنایا چھلنی
سان پر تیغ لگائی جو مرے قاتل نے
صافیاں لیتے ہوے ابر کے کٹے آے
ہم کو سختی سے کہان وادی رحمت میں نجات
حقانی و محنت شہر سد ہارے حج کو
خواب میں بھی نظر آتی انہیں زندان میں فضا

چار حیران گئے چار پریشان گئے
جاتے کجبت کہان سب تری قربان گئے
دل گیا باے مگر دل سے نہ ارمان گئے
ایک وار اور بھی قاتل ترے قربان گئے
وہ گلے ملنے کو ارمان سے ارمان گئے
بنگئے گل سودا من جو گریبان گئے
کیا ہوا شوق کہان وہ ترے ارمان گئے
تو ہی تھا تو ہی تھا ہم جان گئے جان گئے
تم جہان چاہو چھو ہم تم چھین پہچان گئے
ناوک ناز کیلجے کو مرے چھپان گئے
دیکھتے ہی ملک الموت کے اوسان گئے
اورستان خرابات کی مے چھان گئے
سنگ کرنے کو پہاڑ آہے جو میدان گئے
میکش خوب پیو خلق کے دربان گئے
جن میں پھرتے تھے کہان ہاؤ وہ میدان گئے

وشتون کے وہ کہان لطف اسیری میں گیر

اب وہ میدان وہ سنسان بیابان گئے

کہتے ہیں مجھ سے کہ تجھ پر سے یہ تہمت کیسی
پیار کیا کیا تری رفتار کو فتنوں نے کیا
دل میں تیرے ہی تو ظالم مری حسرت کیسی
تیری ٹھوکر سے ملی اٹھ کے قیامت کیسی

ناوک نازکی آمد جو کہین سن لی ہے
 پسکسی پھولون کے گھر سے کلائی ناگی
 خود تر سے ہونٹ یہ کہتے ہیں کہ بوسہ لے لو
 کیا ریاں پھولون کی دیکھیں جو کبھی گلشن میں
 درو اٹھ اٹھ کے تر خاک جو تر پاتا ہے
 سامنا اُن کا ہمارا جو کبھی ہوتا ہے
 تم نظر آتے ہو مجھ کو نہ پتہ گون کو چہ راغ
 دوڑتا ہے جو ترا تہہ گنگہ گارون پر
 باغیا بانی میں تو مجھے بھی وہ نکلے چالاک
 جلوہ گر یا ہے مجمع میں نظر بازون کے
 اسکو رخصت کرو خلوت میں ہے اسکا کیا کام
 ناز سے اُسے جھٹاک کر جو چہرہ لایا دہن
 آج بیمار تر اٹھ کے عدم کو پہنچا
 اسکی رحمت سے ہے سکھ پال جنازہ کیسا
 شبِ فرقت شبِ وصل کا پتا دیتی ہے
 او مرے روٹھے ہوئے مان لے کہنا سن جا
 سے جو دی ٹٹے ہوئے جام میں ساقی نے نہ پنی
 حسنِ یوسف کو بہت آنکھ جبا کر دیکھا

دل میں گھبرائی ہوئی پھرتی ہو مست کیسی
 نبض کی طرح تر پتی ہے نزاکت کیسی
 اور معشوقوں کی ہوتی ہے اجازت کیسی
 یاد آئی مجھے احباب کی صمیمت کیسی
 بیٹھی ہے جھکو باکر مری تربت کیسی
 ناتوانی سے لجاتی ہے نزاکت کیسی
 چھا لگی ہے یہ اندھیری شبِ فرقت کیسی
 آڑے آجاتی ہے بڑھ کر تری رحمت کیسی
 سب بناوٹ کی یہ باتیں بھٹن نزاکت کیسی
 لٹ رہی ہے مری سرکار میں دولت کیسی
 وصل کی رات مری جان نزاکت کیسی
 ہاتھ سے جاتی رہی میری طبیعت کیسی
 صنعتِ حد سے جو بڑھا آگئی طاقت کیسی
 حور کھولے ہوئے آغوش ہو تربت کیسی
 ملتی ہے گیو محبوب سے رنگت کیسی
 دیکھ کرتا ہے مراد ل تری منت کیسی
 پھوٹی قسمت بھی تو ثابت رہی نیت کیسی
 پوری تصویر تمہاری ہے شبِ بہت کیسی

جی چڑا تا ہوں میں جب ناز اٹھائے سو امیر
 کہتے ہیں دیکھو لمانٹ میں خیانت کیسی

شرم کے ساتھ ہے آنکھوں میں شرارت کیسی

سادگی میں تری شوخی کی ہے رنگت کیسی

دل اڑا لیکئے دکھلا کے وہ جو بن کا ابھار
 روٹھتے وقت دُرا آسن لیکر دیکھو
 اچھی صورت کو تری دیکھ کے دل بوٹ گیا
 ہمتو چلن کے ادھر بن نگہ شوق بنا
 گدگداتا ہے جو ابھرا ہوا جو بن اُن کا
 ناز اٹھو اے انارون میں کہا بس چل دو
 مجھ سے اور غیر سے تکرار پہ وہ کہتے ہیں
 وصل میں اٹھتی جوانی کا جو کس بل دیکھا
 چلتی ہے اب تری زقار کے پیچھے پیچھے
 مار ڈالا ہے مجھے وصل کی رات آنے دی
 واعظ اُٹا تو سمجھ لے کہ ہے وہ ذات رحیم
 چونکئے ہی نہیں دیتی ہے کہ سوچوں انجام
 جلنے والے ترے کیا جانیں تری بزم کا لطف
 کی مرے دل نے تری زلف میں پھنک فریاد
 پا کے تنہا اُنھیں بوسے جو لیے کہنے لگے
 میں تمہارا ہوں تو دل بھی ہے تمہارا صاحب
 وصل میں بھی تو نکلتی نہیں اے پردہ نشین
 بے دھڑک دیکھو نکیرین چلے آتے ہیں
 سر ٹپکتا ہوں میں کروٹ نہیں لیتی غافل
 بھل کو تلواریں کے حیرت سے جو دیکھا تو کہا
 دل مری آنکھوں سے کہتا ہوں کہ تجھ میں تار

سینہ زوری اسے کہتے ہیں خیانت کیسی
 مٹہ بنانے میں بگڑ جاتی ہے صورت کیسی
 ہاسے اندھے کو نہ سوچا کہ ہو سیرت کیسی
 تو نے چلن کو ادھر دیکھی ہے صورت کیسی
 چٹکیاں لیتی ہے دلیں مری حسرت کیسی
 تم تو بیگاری ہو بیگاریں اُجرت کیسی
 کیوں لڑے مرے ہوا پیمیں یہ جنت کیسی
 چپکی جا بیٹھی الگ ہٹکے نزاکت کیسی
 دیکھی ایک ہی ٹھوکر میں قیامت کیسی
 دیکھ خدمت تری کرتا ہوں نزاکت کیسی
 گئے مجرم ہی جہنم کو تو رحمت کیسی
 آنکھ کھلتے ہی سلا دیتی ہے غفلت کیسی
 کیا خبر دوزخوں کو کہ ہے جنت کیسی
 بولی سر چڑھ کے ترے میری محبت کیسی
 مگنی مفت چوڑے کو یہ نعمت کیسی
 مفت لے لیا اسے ٹھہراتے ہو قیمت کیسی
 دل میں شرمائی ہوئی بیٹھی ہے حسرت کیسی
 اچھی خاصی یہ سڑک ہے مری تربت کیسی
 پاؤں پھیلائے ہو سوئی ہو قسمت کیسی
 اک ذرا چکھے تو اس بھل میں ہولت کیسی
 ہاسے دکھلائی ہے تو نے مجھ صورت کیسی

بات کرنے کی تو مہلت نہیں ملتی ہو امیر
ایسی حالت میں غزل کہنے کی فرصت کیسی

دل ہی عاشق کی بڑی سوخات ہے
جھانک تاک غیار سے دُرات ہے
دیکھ غفلت میں جوانی کو نہ کھو
اتنی باتیں کیوں سناتے تم مجھے
دیکھ دل لیتے ہیں بوسہ جان نثار
دیدے ہیں اور دید باز می حُسن کی
بوسہ بے گالی کبھی ملتا نہیں
سکایوں کی آرزو پر بول اُٹھے
جتنے شعرون میں ہو مصنونِ کمر
تو تاجشہی بن رہے رنگوں پر ہے ختم
دیکھو جو بے منتی سنو رہی ہے وہ لطف
پھول ہاروں کے لٹا رہا میں
مہربانی بے سبب اُسکی نہیں
تاک رہے رندوں نے پگڑی شہنچی
بوٹوں سے رات دن ڈھلتی ہو رہے

اور کیا بیچارے کی اوقات ہے
اب یہ کچھ چوری چھپے کی بات ہے
عمر بھر میں اک یہی تورات ہے
پیار کرتا ہوں میں اتنی بات ہے
گھر سے کچھ دیتے ہو کیا خیرات ہے
ان نذیروں کی یہی اوقات ہے
یہ نئے انداز کی خیرات ہے
لو برا کہنا کچھ اچھی بات ہے
سب میں اک پوشیدہ ناز کا شہ ہے
بیمروغ بیوفا یہ ذات ہے
مار رکھنے کی یہ اچھی گھات ہے
یہ نیا بیلا نئی خیرات ہے
گھاتیا ہے اس میں بھی کچھ گھات ہے
کچھ خیر بھی قبلہ حاجات ہے
یہ نئی بدلی نئی برسات ہے

سے تو کل پر گزر اپنی امیر
اُسکے در کی بھیک پر اوقات ہے

دکھلا کے اک جھلک جو وہ روپوش ہو گئے
ہم آتے آتے ہوش میں بیہوش ہو گئے

حرص شراب نے ہمیں بدنام کر دیا
 بیٹھے ہم انکے پاس تھکھٹ اٹھا دیا
 لذت سے آشنا جو ہوا اول فراق میں
 صحبت میں یکشون کی نہیں بڑبب یہ درد
 یاد آگئے مزے جو پس مرگ وصل کے
 میں ہوں وہ عندلیب ہو اجب ترانہ سنج
 ساتی شراب اور خرابا تیوں کو دے
 کیا جانے کیا خیال شب وصل بند گلیا
 ملبوس خاص جن نے ہم کو عطا کیا
 یان وصل و سحر دونوں ہی میں یہ خودی ہی
 بوسے لیے جو زلف کے سستی میں تو کہا
 پہر دن اُدھر کو رخ نہ کیا وصل یار میں
 ساتی سے اور جام جو مانگا ملا جواب
 دفتر گرا ادھر تو اُدھر کاتبِ عمل
 مدت سے سرائتِ شمشیر یار تھا
 دیکھا جہر کنکھیں سے اُس مت نازنے

چٹ کر کے اس ہلاک بلا نوش ہو گئے
 ہمدوش ہوتے ہوتے ہم آغوش ہو گئے
 جتنے چھپے تھے نیش وہ سب نوش ہو گئے
 ساغر بھی مست بادہ سر جو شس ہو گئے
 تربت کے گوشے حور و نیکے آغوش ہو گئے
 جتنے کھلے تھے گل ہمدن گوش ہو گئے
 ہم تیری چشمِ مست سے مدہوش ہو گئے
 باتیں جو کرتے کرتے وہ خاموش ہو گئے
 گل کھا کے دست یار سے گلہ پوش ہو گئے
 آنے میں غش تو جانے میں وہ ہوش ہو گئے
 مے پیتے پیتے تم تو بلا نوش ہو گئے
 پر یوں سے شوخ اڑ کے مری پوش ہو گئے
 آنکھیں تو کہہ رہی ہیں کہ مدہوش ہو گئے
 ترپے ہم اس قدر کہ سبکدوش ہو گئے
 ہم فوج ہو کے خوب سبکدوش ہو گئے
 غمزدہ پکار اٹھا کہ وہ میہوش ہو گئے

افسردہ دل ہو سے پیری میں کیا امیر
 گویا چرخِ صبح کو خاموش ہو گئے

چھپ چھپ کی دھت رزمی ہم آغوش ہو گئے
 جو رنگ ہو کے تیغ سے گلہ پوش ہو گئے
 کیا کاٹ کر سر آپ سبکدوش ہو گئے

قاضی بھی محبت بھی قدر نوش ہو گئے
 پہنائیں اُسے کشتوں کو زخون کی دہلیان
 کا ندھا ابھی جہاز سے کو دنیا ہے جہان میں

چھپتے کہاں وہ وصل میں لیکن حجاب سر
عاشق مرے تو سوگ تمہاری بلا کرے
سب ذوق شوق ساتھ جوانی کے چل بسے
رحضت ہوئے وہ آخر شب خاتمہ ہوا
مشاطہ پر چلی جو بن گوش کی سنان
آئی تھی کس کی شکل خیالی کہ خواب میں
لپٹا میں اٹھکے غش سے تو بولے فریبیہ
کہنے لگے جو عاشق قدان سے دردِ دل
اُس پاسے نازنین کا تو توبہ بلند ہے
اُن بچلیوں سے دل میں چمکتی ہیں بجلیاں
جن کی جگہ سر آنکھوں پہ بھی دم نکلتے ہی
آئینے سے لپٹ گئے بے اختیار آج
کب تک بغل میں پالے ہوئے دکھو رہیے
ایسے سائے میری نظر میں شبِصال
وہ شہسوارِ حسن جو معراج کو چلا
بہکامین مستِ شوقِ شب وصل تو کہا

دلدار کا پتا تھا کہاں مجھ میں امیر
ہم اپنے دل کو لیکے ہم آغوش ہو گئے

ہوئے نامور بے نشان کیسے کیسے
ترجی بانگی چوں نے چن چن کے مارے
نہ گل ہیں نہ غنچے نہ بوٹے نہ پتے

زمین کھ گئی آسمان کیسے کیسے
ٹھیکے سجیلے جوان کیسے کیسے
ہوے باغِ نذرِ خزان کیسے کیسے

<p>ستاروں کی دیکھو بہار اکٹھا اٹھ کر کڑے اُن کے پتھر جو قتل میں دیکھے یہاں درو سے ہاتھ سینے پہ رکھا ہزاروں برس کی ہے بڑھیا یہ دنیا وہ صورت نہ آکھو مین اب ہونہ ملین ترے جان شاروں کے پتھر وہی ہیں جہاں نام آتا ہے اُن کا زبان پر ہر اک دل پہ ہیں داغ ناکامیوں کے بہار آکے قدرت کی گمشدہ میں دیکھو اٹھائے ہیں مجنوں نے لیل کی خاطر خوش قبل کیا سر زمین سخن ہے جوانی کا صدقہ دیا آکھو اٹھاؤ شب و صبح حل ہو گئے کیا کیا معے خزان کوٹ ہی لے گئی باغ سارا بنا کر دکھائے مرے درو دل نے</p>	<p>کھلاتا ہے پھول آسمان کیسے کیسے لیے ناز نے امتحان کیسے کیسے وہاں انگوڑے گمان کیسے کیسے مگر تکتی ہے جوان کیسے کیسے کین سے ہیں خالی مکان کیسے کیسے گلے پہ ہیں خنجر روان کیسے کیسے تولیتی ہے بوسے زبان کیسے کیسے نشان دیکھا ہے نشان کیسے کیسے کھلاتا ہے گل باغبان کیسے کیسے شعر غمزہ سار بان کیسے کیسے لے ہیں اسو باغبان کیسے کیسے ترپتے ہیں دیکھو جوان کیسے کیسے عیان ہونگے راز نہاں کیسے کیسے ترپتے رہے باغبان کیسے کیسے تر آسمان آسمان کیسے کیسے</p>
<p>ایسے اب دینے کو تو بھی روان ہو چلے جاتے ہیں کاروان کیسے کیسے</p>	
<p>مٹے دخت رز پر جوان کیسے کیسے نزاکت حیا وصل کے دونوں دشمن رو عشتی میں پھر تہن مارے مارے کہیں قتل پر عشق میں خاتمہ ہے</p>	<p>رہے دوڑ پیر معان کیسے کیسے ترے ساتھ ہیں پاس بان کیسے کیسے تب ہی زدہ کاروان کیسے کیسے ابھی دینے ہیں امتحان کیسے کیسے</p>

<p>سے خاک میں کاروان کیسے کیسے رگڑتے رہے ایڑیاں کیسے کیسے ستم کرتے ہیں باغبان کیسے کیسے چٹکتے پھرے کاروان کیسے کیسے ملے ہیں ہمیں میہمان کیسے کیسے ملے راہ میں کاروان کیسے کیسے چلے آتے ہیں میہمان کیسے کیسے چمن ایک ہے باغبان کیسے کیسے زبان دیتے ہیں بے زبان کیسے کیسے رہے رات بھر میہمان کیسے کیسے چلی لیکے شہر زبان کیسے کیسے رہے دم بخود ہمارا زبان کیسے کیسے نکالیں گی زبان اب زبان کیسے کیسے</p>	<p>ہند سے تاراشکون کے غربت میں کیا کیا عجب کر بلا تھا وہ قاتل کہ پیاسے چھری تیز ہی رہتی ہے بلبلبوں پر پتا ایک نے بھی نہ منسترلی کا پایا جگر میں ٹپ دل میں درد آنکھوں میں دم کسی نے بتایا نہ یوسف کو میر سے شبِ غم بلاؤں کا تانتا لگا ہے زمین سخن پر ہیں لاکھوں غمخور بت اتراد وصل آج کرے میں کیا کیا انسگین ترنگین جوانی ہی تاکتیں جہان چھیڑنے پر وہ بالوں میں آئے چلی وصل میں تیغ آنکی نہ خنجر توجہ زبان پر ہے شاہ دکن کو</p>
<p>امید اس سخن کی بڑی تدربوگی پہلے چھو لیں گے نکستہ دان کیسے کیسے</p>	
<p>وہ ایک تھی یہ دوسری سے دلربا ہوئی گئی تو خود بلا تھے انہیں کیا بلا ہوئی اک جان کا عذاب ہوئی شرم کیا ہوئی بیجا بھی بات تو نے کہی تو عجب ہوئی تو سے گناہ گار کہے جا خطا ہوئی اسے جان دل لگانے کی اچھی سزا ہوئی</p>	<p>پہلے نگاہ پھر مری دشمن حیا ہوئی لڑکھا سے کیوں گئے ہیں یکبسی سزا ہوئی موجود آ کے وصل میں بھی لوحیا ہوئی گالی بھی پیار سے ترسے ترستا ہوئی ہے بخشنے نہ بخشنے میں اسکو اختیار بیٹھے ہو سے کلیجے میں لیتے ہو چٹکیاں</p>

کہتا ہے اُن سے آئندہ صبح شبِ صال
 غمِ مرے سے اپنے بولے وہ کشتوں کو دیکھ کر
 رحم آگیا کریم کو محتاج دیکھ کر
 اب آنکھ کیا ملاے گی سون سے دختِ رز
 کیا کیا لباسِ شانِ کرم کے ہیں دیکھنا
 اک عمر ہو گئی شبِ فرقت کو میرے گھر
 دیکھا نگاہِ گرم سے سج اُسے غیر کو
 ہے وصلِ مین تو بھر سے بھی بڑے اضطراب
 معشوقِ سبزہ رنگِ حقی جب تک حقی سبز پوش
 شکوہ کیا جفا کا تو بولے کہنا پاس
 جی خوابِ رنگِ ہوش یکا یک سب اڑ گئے
 آنکھوں کے آگے آگے کھڑی ہو گئی وہ شکل
 ہے چیز ایک ادا و نقصا اس قدر و فرقی
 آئینہ عاشقوں سے سوا ہے تم نصیب
 مستانِ عشق کو رمضان میں بھی عید ہے
 مقتل کو وہ پہلے تو ہٹائے کو بھیڑ بھاڑ
 آئینے سے جواب دیا باتِ بات کا

ہے یہ رات بھر میں تڑپا کر گیا ہوئی
 لوجی مری گلی نہ ہوئی کر بلا ہوئی
 حاجت ہی اس غریب کی حاجت روا ہوئی
 قاضی کے گھر میں پڑ کے بڑی پارسا ہوئی
 خاکِ شفا ہوئی کہیں اب بقاء ہوئی
 اب بھی جو ابتدا ہے تو بس انتہا ہوئی
 مقبول کس جگہ ہو سے دل کی دعا ہوئی
 شہ پائے میں تو درو سے دونی دوا ہوئی
 قاتل لباسِ سرخ پہن کر صحت ہوئی
 سیری جفا ہی سے تو نمود و وفا ہوئی
 روزِ فراق تیز کچھ راہیسی ہوا ہوئی
 دم بھر جانِ پاک سے پاک آشنا ہوئی
 سیدھی نظر ادا ہوئی تو چھی نقصا ہوئی
 پہلے اسی غریب پر مشق ادا ہوئی
 روزے میں بھی شراب نے اکی نقصا ہوئی
 تیغِ نگاہ کھینچ کے آگے ادا ہوئی
 لو آج تو کھلی کھلی اے دلربا ہوئی

گھبرا رہے ہو شرمین کیوں اس قدر امیر
 اتنی ہی سی تو بات ہے کہہ دو خطا ہوئی

کیا پانی پانی شرم کے ماری گیا ہوئی
 کیسی خفیف آ کے مرے گھر نقصا ہوئی

کچھ بھی جو شوخیوں سے وہ آنکھ کھٹا ہوئی
 یانِ جان اُس سے پہلے ہی نذر ادا ہوئی

تقریف کی حیا کی تو شوقی خفا ہوئی
 عیسیٰ یہ دردِ پیر کی اچھی دوا ہوئی
 نازل ہمارے سر پہ یہ کالی بلا ہوئی
 کالی پر ہی کسی کی بھی تو آشنا ہوئی
 یار و کھو اُمتِ گنجوانی کی کیا ہوئی
 کچھ بات بھی تو کی نہیں یہ بات کیا ہوئی
 پوچھو تو دستِ رز سے یہ کیوں تیز ہوئی
 خاکِ فنا ہی منزلِ آبِ بہت ہوئی
 غمی ابتدا جہان سے دہین انتہا ہوئی
 قدرتِ خدا کی در دستِ سپید ادا ہوئی
 اور چورِ دل کی ہاتھ میں آکر خا ہوئی
 جو بن کا دل دکھا تو جوانی خفا ہوئی
 کیسی قصہ افتنا کی بھی استاد ادا ہوئی
 بدنام مفت بیچ میں پڑ کر قصہ ہوئی
 قربان اس ادا کے یہ اچھی ادا ہوئی
 خلوت میں بھی نہ اُن سے نزاکت جدا ہوئی
 بایں لاکھوں لوٹنے لگے دان اک دا ہوئی
 کسی طرٹ سے چھپڑ کی یہ استرا ہوئی

کیا وصل کی گھڑی مرے حق میں بلا ہوئی
 لو وصل میں تو جان ہی اُسکی ہوا ہوئی
 بولا فلک پہ مہرِ جوزلف اُسکی وا ہوئی
 کہتے ہیں زلفِ یار سے دیوانگان زلف
 عبرت یہ کہہ رہی ہے جو انون کی قبر پر
 وہ دیکھتے ہی پر مین محب کو بکڑ گئے
 ہیں رند تو فسراق میں ساقی کے تلخ کام
 غافلِ نزول ہی تو کمالِ عرفی ہے ق
 نقطے کی سیرِ دائرہ معرفت میں دیکھ
 میری ترپ میں سے تری جلو کی آب و تاب
 ہتھ پھیراں ہیں دستِ نگارین یار کی
 محک کو کڑی نگ سے اُدھر دیکھنا نہ تھا
 گاہک وہ جان کی ہے یہ گاہک ہو دکلی بھی
 بس ادا شناس تھے قاتلِ ادا فراموش
 مرتے تھے جو ادا پہ وہ سب مر کے رہ گئے
 حسرتِ شبِصال میں بھی وصل کی رہی
 کیا کیا میا ز مندوں سے ہیں بے نیاز یان
 کیوں پہلے آہنی نے دکھائی کہ تھے آنکھ

بخشا امیر روزِ ازل ہی کریم نے

یان پہلے مغفرت ہوئی پیچھے خطا ہوئی

ہم مرے جاتے ہیں تم کہتے ہو حال اچھا ہے

اچھے عیسے ہو مرعینوں کا خیال اچھا ہے

آرزو وصل کی اچھی یہ خیال اچھا ہے
 نزع میں ہوں وہ کہتے ہیں کہ نیریت ہے
 جتھے مانگوں میں تجھی کو کہ بسجھی کچھ بجا ہے
 یاد وصل آئی تو دل سے یہ کہا حسرت نے
 ایک سے ایک حسینوں میں ہے اچھا لیکن
 پھول پھل ہوں کہ ہون چھاؤں گئی جو حسین
 دیکھ لے بلسل و پروانہ کی بیٹائی کو
 اچھی حالت پہ کسی کی نہیں روتا کوئی
 تم زبان سے تو بڑا کہتے ہو میرے دل کو
 راتیں اچھی ہیں دن اچھے ہیں عینے اچھے
 دونوں آئینے ہیں آئین ہو قیاس میں صیب
 چیز مانگے کی ہو اچھی بھی تو کس مصرت کی
 چودھویں سال میں ہے نام خدا دختر رز
 واعظا اُسکی سی ادائیں تو نہیں جو روئیں
 آگیا اُس کا تصور تو بکا رایہ شوق
 جبکا انجام صیبت وہ خوشی بھی ہے بری
 آنکھیں دکھلاتے ہو جو بن تو دکھا دُصاحب
 وہ ادھر عکس ادھر بیچ میں ہے آئینہ
 دہن زخم میں ہر قطرہ خون ہے یا قوت
 ماہ کامل مہر تو دونوں حسین ہیں لیکن
 ہائے بوٹا سا وہ قد بے وہ رخ وہ جو بن

ہائے پورا نہیں ہوتا ہے سوال اچھا ہے
 پھر بُرا ہوتا ہے کیسا جو یہ حال اچھا ہے
 سُنو سوالوں سے یہی ایک سال اچھا ہے
 اسکو سینے سے لگا رکھ یہ خیال اچھا ہے
 ہتھے چڑھا جاے جو پوہی مال اچھا ہے
 ہر مسافر کی نظر میں وہ نہال اچھا ہے
 ہجر اچھا نہ حسینوں کا وصال اچھا ہے
 آنکھیں کین و کی میں پھر دکھا جو حال اچھا ہے
 چتو نوئی تو سُنو کہتی ہیں مال اچھا ہے
 اچھے عشق جو صحبت ہو تو سال اچھا ہے
 خواب عشق و عاشق کا خیال اچھا ہے
 ہو بُرا بھی مگر اپنا ہو تو مال اچھا ہے
 پڑھ دے قاضی کہو دو بول سیال اچھا ہے
 ہمنے تسلیم کیا حسن و جمال اچھا ہے
 دل میں جم جائے الہی یہ خیال اچھا ہے
 جبکا اخبام خوشی ہو وہ ملال اچھا ہے
 وہ الگ باندہ کے رکھا جو مال اچھا ہے
 بخت یہ پھر لگی ہو کجا جمال اچھا ہے
 تیری تموار کے پیرے کا اگال اچھا ہے
 اک ذرا سن جو ہے کم ہوس و مال اچھا ہے
 پھول پھل جبکہ ہوں چھو وہ نہال اچھا ہے

<p>مچھلیوں کے لیے مومن ہی کا حال اچھا ہے شرم دیتی ہو تسلی کہ مال اچھا ہے</p>	<p>حسرتیں خون کے دریا ہی میں نہ نہیں تو بھلی شوخیان وصل میں کرتی ہیں جو دلوں کو یوں</p>
<p>برق اگر گرمی رشتہ میں اچھی ہے امیر گرمی حسن میں وہ برق جمال اچھا ہے</p>	
<p>ہاتھ سینے پہ ہے کیون دل کا تو حال اچھا ہے اچھی نیت ہو تو اچھوں کا خیال اچھا ہے کیون جو اب اس کا ہی اچھا کہ سوال اچھا ہے پارسا گھر ہے رقم چوکی ہے مال اچھا ہے باغ بھر میں ہی کیا ایک ٹہال اچھا ہے کون کہتا ہے کہ وقت سے وصال اچھا ہے نہ پھر اسے کوئی دنیا میں نہ سال اچھا ہے رہنے دور رہنے دو ایسوں کا حال اچھا ہے تجسس سے دشمن جان پیر خیال اچھا ہے بارہ سے میں تباہ جو ہو وہ سال اچھا ہے دونوں خوش فکر ہیں دونوں کا خیال اچھا ہے دل کی حالت ہے بڑی درو کا حال اچھا ہے کچھ ہونے سے تو جیسا ہو خیال اچھا ہے تذکرہ جس میں ہوا چھوں کا وہ حال اچھا ہے حسن پر یوں کا نہ عور وں کا حال اچھا ہے پھر دکھاتا ہے ہمیں کو کہ یہ مال اچھا ہے تھکاو سوچتی ہے کہ میرا ہی حال اچھا ہے</p>	<p>بھولے پن سے ہم رخصت یہ سوال اچھا ہے پاکدامن ہو تو ارمان وصال اچھا ہے مانگے ہوسہ تو کہتے ہیں وہ دیکر دست نام دھت رزگرمین جو عاشقی کے ہے سکی کیا بات ذکر بطوری ہی کا کرتا ہے ہمیشہ و اعضا اس کا انجام فراق اس کا ہے انجام وصال علم میں گزرے تو برا عیش میں گزرے تو بھلا کہتے ہیں خوش ہوں جو عاشق تو کریں اور آفت روز آتا ہے مرے دل کو تسلی و سینے عمر کی جان جوانی یہ جوانی کی ہے جان ناز کو جان کی ہے تاک ادا کو دل کی میزبان مرتا ہے مہان مزے کرتا ہے نہ سہی ذوق وفا شوق جفا کیا کم ہے جی لگے کیون نہ حسینوں کی جفا میں نکر خوب دیکھا تو جوانی کا ہے سارا جو بن کہتے ہیں آئنے سے واہ ہمیں سے لیکر چلے دیکھ آئے غافلے میں ہیں کتنے تجھے</p>

<p>لوٹ ہو دیکھ کے دل جبکہ وہ قدر ہے موزوں گرمی مہر قیامت کا بھی دھڑکا نہ رہے ارٹک اس پر نہیں ہوتا ہے کسی حاسد کو کہتے ہیں آج کو نافر سے مرے دی تیشیم گرمی شوق یہ کہتی ہے چلو دیکھیں تو تو شبِ بحر سے تاک کر عرش پہنچ</p>	<p>حبس کو بجلی کہے اچھا وہ نہال اچھا ہے پھونکدے خلق کو اسے ہر حال اچھا ہے خوب دیکھا تو خوشی سی بھی ملال اچھا ہے کل کہہ گے ترے ابرو سے ہلال اچھا ہے سنے میں طور پہ بھی ایک نہال اچھا ہے زنگ پر دازنیاسے پڑو بال اچھا ہے</p>
<p>ارٹک سے ہوسہا بر نہیں دیتے وہ امیر کیون کہا میں سے غول میں کہ ہلال اچھا ہے</p>	
<p>دیکھ گئی ہے پری سچ کہ پریا نے سے گھونٹا دو گھونٹ چھلکے ہوئے پیانے سے اٹھکے کھسے کو چلا جاؤں گا تنہا نے سے لپٹی میں کیوں یہ بلائیں مرے دیوانے سے کہیں مٹی میں بھجیے نہ میخانے سے ملنے جلتے ہیں وہ کچھ کچھ مرے دیرانے سے مے بلانی بھی تو ٹوٹے ہوئے پیانے سے میں غضب میں تری نکھیں تری شام نے سے شب کو کیا لال پری آتی ہے میخانے سے گھر تباہی کا سرے آباد اسی دیرانے سے جلکے سب رہ گئے پچھلے تری گل خانے سے کہہ دیا جھک کے یہ کیا شے فریاد نے سے دم الجھتا ہی اس الجھے ہوئے افسانے سے</p>	<p>ہر کلی کہتی ہے جھلکے ترے دیوانے سے ساقیا جاتے ہیں پیاسے ترے میخانے سے بٹ بٹے بیٹھے ہیں بٹ جی مرا گھبراتا ہے حسرتیں دیکھیں مرے دل میں تو بولوش بول دخستہ رز نام خدا اب ہے جوان ای ساقی لامکان کے جو کتا بون میں لکھی میں دھان دل مرا توڑ دیا آج مرے ساقی نے رحم اُن پر تو کر اٹھنے دے کبھی تو اُن کو شہنشاہ جی رہتی ہیں کیوں سرخ مہارانی نکھیں میرے ہی دل سے پڑی خاکِ خرابی کی بنا کہتے ہیں آگ لگے شوق کو تیرے ظالم رقص کرنے لگا دم بھر میں چھلک کر ساقی میں نے زلفوں کی شنا کی تو کہا جپ بھی رہو</p>

<p>دل چرایا ہے تو آنکھیں نہ چہرہ او دیکھو شیخ جی آئے تھے زندون میں تو گیسو تھے کثیف پاس آئے ہی جلا پھونک کے رکھ دیتی ہے چوری کھلنے کا رستہ ڈر چور کو گھبرانے سے کیا ہوا دھوکے نکل آئے ہیں مہمانے سے شیخ کی آگ کو کیا لاگ ہے پروانے سے</p>	
<p>کل نظر آئے تھے جاتے ہوئے مسجد کو امیر آج دیکھا تو چلے آئے ہیں میخانے سے</p>	
<p>محبب چھین نہ لے خطا کہیں پرانے سے ہاے محروم رہا کیوں مین سزا پانے سے آئی ہیں پینگ بڑھانے تری دیوانے سے لیتا جاتھوڑی سی تلچھٹ مر میخانے سے ہم نہیں پیتے چھلکتے ہوئے پرانے سے آپس آتا ہے کہاں ڈھلکے تر مٹانے سے اور ابھرے تر سے جو بن کو ابھر آنے سے ٹھنڈے ٹھنڈے ابھی نکلی ہیں وہ مٹانے سے تو بہ توڑی بھی تو ٹوٹے ہوئے پرانے سے درو دل تج کو ملا کیا مرے تر پانے سے بڑے ہشیار ہیں جو پھرتے ہیں دیوانے سے غم مرے پاس بچے بھی جو مر کو کھانے سے تم چلو پی کے مین آیا ابھی میخانے سے رشک مطلق نہیں پروانے کو پروانے سے تیری بیدری ہی اچھی تھی ترس کھانے سے کام افسون کا لیا ہے اسل فنانے سے</p>	<p>رازمیٹانے کے باہر ہون میخانے سے ملتا غصے ہی مین آپ کل وہ کہیں شانے سے زلفیں ہلتی نہیں تیری یہ ہو اپر پر بیان تھکے بھی چاہیے کوثر کے لیے کچھ زاہد غیر کو دیکھ کے ساقی نہ سمین دیکھا کر نگہ شوق کی زور آوریوں کو دیکھا داغ تو دل میں مرے تیرے لڑکپن ہی تو تھے دیکھا اسے دل نگہ گرم سے اسوقت نہ دیکھ دی بھی سے شیخ کو ساقی نے تو تحقیر کے ساتھ وہ تو مستوق ہے تر پانے مین ملتا ہے مزہ کہتے ہیں وصل مین دیکھے کوئی چل پھرانکی میرے غنوار جو گھیرے ہیں انہیں مین کیا دونا زاہد و وعظ کی مجلس سے کسے ہے انکار شیخ سے کہتے ہی اک ساتھ لپٹ جاؤ تبین نیچان کر کے مجھے چھوڑ چلا اوٹ تل درو دل سن کے پس بجا دل بیدروان کا</p>

تو سہی میری وفا اُس سے جنازہ اٹھوا کر
بدھیاں پھولوں کی ٹھٹھی پہنیں جسٹانے سے

زیست کا لطف تو یاروں ہی کے دم تک ہوا میر
بٹھ جاتا ہے دل احباب کے اٹھ جانے سے

دُشتِ رزاکمی سے سانی کسی دیوانے سے
دراغ پرداغ دیے جاتا ہے دم دلے چرخ
بُنتِ حرم میں بھی نہیں چین سے رہو دیتے
ساقیا دخترِ رز بھی ہے عجب مشاطہ
قتل کے وقت میں تڑپا تو کہا خوش ہو کر
کی تھی بچشمون میں تعریف تری شوخی کی
شیخِ حبی اٹھے تو لغزش نے قدم یکے کہا
خوب جی بھر کے تصور کا ترے موقع ہے
ترے دیوانے پہ کیا جانے دمان کیا گزری
شبِ غم کہتی ہے میں پڑ چکی تیرے گھر میں
چاہتے ہیں کہ دل آئیں تو انگ ایک سوا یک
کہیکے یہ شربتِ دیدار پلایا دم نزع
شرم سے شمع بھی جاتی ہے تیرے آگے
نکلے چہلن سے وہ سمجھے کہ تماشا ہے کوئی
گھنگر و بولین گے گلے میں مری پالوں کے
چاہ کی آنکھ سے جو بن کو جو دیکھا تو کہا

کہ پرسی بٹکے اڑی جاتی ہے پیانے سے
یہ بھی کھا لو نگا جو فرصت ہوئی غم کھانے سے
روزِ پیغام چلے آتے ہیں تجا نے سے
آکے شینے کو ملا دیتی ہے پیانے سے
تم بھی تو وصل میں خوش محو مری تڑپانے سے
آنکھ نیچی ہوئی میری ترے شلنے سے
اٹھ کے کیوں بٹھ گئے جاؤ نہ میخانے سے
میں بہت خوش ہوں شبِ ہجر کو بٹھانے سے
آیا سیلاب جو روتا ہوا ویرا نے سے
مچکو کیا کام ہے اب غیر کے مگر جانے سے
راہین زلفوں میں نکلواتے ہیں وٹکانے سے
آخری وقت ہے کیا فائدہ ترانے سے
اڑ بجائے کہیں پرانگ کی پروانے سے
کام نکلا یہ بڑا دل کے مچل جانے سے
یہ صدا آتی ہے گھنگر و کو ہراک دانے سے
کہیں یہ ال ملا جاتا ہے لچانے سے

ذکر ہو کس دل جستی نے کیا ہے کہ امیر
دہی آواز چلی آتی ہے ویرا نے سے

<p>رقص پر یون کا کوئی سیکھ لے پیمانے سے شرم اُسکو بھی تو آئی ترے شرمانے سے آن سے عشق کے بانگوں کی آبی بانے سے مسکرائی تری چولی کے مسک جانے سے مستبرک ہے یہ تیج اسی داس نے سے دل کی یہ صد کہ بہلنا بہنیں بہلانے سے چھلین کر تے بہن چھلا دی ترے دیوانے سے نر ہی اتنی بھی تو تیرے قسم کھانے سے آج حاصل بہنیں کچھ جھپٹنے شرمانے سے تو یہ بھی پی کے گر گئی ہے بیخانے سے اب میں سمجھا جو غرض ہے مر تو سمجھانے سے جو نہ ہوسٹ نکالو اسے بیخانے سے اور واقف ہوں نہ پانی سونہ میں آنے سے غش پر غش آ تو میں اب ہوش میں بھی آنے سے تو یہ تو یہ کی صدا آتی ہے بیخانے سے یہ اشارہ ہے لٹین زلف کی لٹکانے سے</p>	<p>گرم اندر کا اکھاڑا ہے تو بیخانے سے عکس کی جھپی ہوئی تنگل تو آئیے میں دیکھ دل ہے دیوانہ کیو تو بہن لے بیڑی رات یہ تازہ کھلا گل کہ مرے دل کی کلی آبرو ہے دل دیوانہ ہی سے گیسو کی انکی یہ ہٹ کہ بہن آج نہ دو نکا بوسہ دھوکے دیتے بہنیں آنکھوں کو بیابانوں میں اعتبار آپ نے وعدہ کا خود اپنے کھو یا کہتی ہے دل کی شب ان کی جاسے شوقی خافقا ہوں میں جو یہ پھرتی ہے ہسلی ہسلی دیکھ پایا ہے انہیں حضرت صاحب نے کہیں قاصی شہر ہو یا شیخ حسد کوئی ہو اشک ہے دانہ مرا اشک ہے پانی میرا اک ذرا سی حرکت کی بھی سکت مجھ میں نہیں تو یہ ٹوٹی ہے ضرور آج کسی اوسچے کی لوٹین عشاق تیرے خاک کے سینوں پہ بھی ساپ</p>
<p>سیر کرنا تو غرض دل کچھ نہیں دشت دارا میر</p>	<p>خوف یہ ہے کہ غل جاسے نہ پیمانے سے</p>
<p>نگہ تقدیر میں بن کر لڑی ہے تو سوسن کس لیے پھولی کھڑی ہے ملا ہے دل جو آنکھ اُس کو لڑی ہے</p>	<p>جب آنکھ اس شاہ خوبان پر لڑی ہے لب جانان پرستی کی دھڑکی ہے غضب کی چوٹ اُفت میں لڑی ہے</p>

مہر پر چھوٹا نشان کی پڑی ہے
 چھپی کیون ہے جو سیلی سے لڑی ہے
 پھنپھتی ہے یہ گردن ہی تک اسکی
 شب غم مجھ سے بیٹھا جائے کیونکر
 کلی کو باغ میں چھڑا ہے کس نے
 خدا اُس زلف کا کل سے بچائے
 بہت جلدی نکرت تل دم فوج
 شب غم کیسی ہی چھوٹی ہو واعظ
 ادا کا ایک قضا کا ایک کدھر جاے
 نہیں کرتی چلی جاتی ہے دن رات
 بیا ہے بوسہ قاتل لپٹ کر
 قضا ہی نے تڑپ دیکھی تھی میری
 خاک کو پھونکتی ہے آہ دل کی
 بڑی جھگڑا لو ہے اسکی میا بھی
 باک خاک میں آئے ہو کس کو
 نہیں کھلتی گرہ بند قبالی
 ہوا ہے کس بلا کش سے وہ برہم
 نگاہ ناز ہوتی ہے برآمد
 اجل آئی ہے نذر اسکے کریں کیا
 تہہ دار سے لب میں باغِ خن کے پھول

کئی مہر سے کی نایم بن جڑی ہے
 یہ چوٹی کس لیے پیچھے پڑی ہے
 صر زجی و خنہ راز کو کچھ بڑی ہے
 تری تصویر تو آگے گھڑی ہے
 صبا یہ منہ لپیٹے کیون پڑی ہے
 بلا سے جان جو چھوٹی پڑی ہے
 یہی تو حاصل عمر اک گھڑی ہے
 لگتی تری قیامت سے بڑی ہے
 عجب جھلکے میں جان اپنی پڑی ہے
 مری گردن بھی اک گھڑی ہے
 لڑائی جان تب قسمت لڑی ہے
 اسی نے جا کو قاتل سے جڑی ہے
 ذرا سی شمع کو اتنی بڑی ہے
 کہ اک ک بوسہ پر پہرون لڑی ہے
 یہ کیسی گردن امن پر پڑی ہے
 یہ ظالم اسکے دل سو بھی لڑی ہے
 کہ زلف یا رقد مون پر پڑی ہے
 سلامی کو صفت نرگان کھڑی ہے
 ہماری جان تو تم میں پڑی ہے
 تبسم انکی نازک پن کھڑی ہے

مہر اثناء چھپڑا سکوسر شام

کہ شب بھر پیار کرنے کو پڑی ہے

تو کیا کیا شرم غوغی سے لڑی ہے
کہ آنکھوں کو لیے نرگس پڑی ہے
کرن سوچ کی اشکوں کی لڑی ہے
جدھر دیکھو یہی آفت پڑی ہے
سیجا پاس اہل سر پر کھڑی ہے
یہ دو بانوں میں کیا بحث اپڑی ہے
پر پر دانہ اُن کی پس کھڑی ہے
خدا کے گھر میں نال انکی گڑی ہے
وہ کھولو جو گرہ دل میں پڑی ہے
جمی ہے یا گڑی ہے یا جڑی ہے
کہان کی نیند تلو پھٹ پڑی ہے
کہا لو پھول کی جا پس کھڑی ہے
میں سچ کہتا ہوں یہ چھوٹی بڑی ہے
چھری خنجر سے بھی منہ کی لڑی ہے
یہ میری جان کے پیچھے پڑی ہے
جوانی خود منائی پر اڑی ہے
دلہن کے کان میں اتنی پڑی ہے
کہ وہ چوں چھری کھینچے کھڑی ہے
بتاؤ آج تو کس سے لڑی ہے
یہ بڑھیا ساری دنیا سے پڑی ہے

شب وصل آنکھ جب مجھ پر پڑی ہے
نظر کس چشمِ فغان سے لڑی ہے
نظر جس دن سے اُس رخ پر پڑی ہے
زانے بھر کی آنکھ اُس سے لڑی ہے
وہ بیٹھے ہیں مگر تیری چڑھائے
اُدھر عکس اور ادھر منتا ہے وہ تنویر
گرے ہیں جو لگن میں تن سے پھول
نکلتے ہی ہنیں مسر سے داعظ
گرہ بند تپ کی ٹھل رہے گی
مرے گھر بھر کے دن دھوپ یارب
مری میت کو ٹھکرا کر وہ بولے
سگا و مست ساقی نے دکھا کر
زبان دی بہر وصل اور خود ہی بولے
شرہ اسکی آنکھ سے بھی ہے کٹہر
لپٹ کر سوتی ہے روئاس سوچو ٹی
امباراں جو ہنوں کا کہہ رہا ہے
ہنیں اس تیغ کے قبضے میں پھیلا
نکل سکتی ہنیں حسرت شب وصل
لہو میں تر ہے کیوں اسے چشمِ خنجر
حضر بھی عمر میں دنیا سے ہیں کم

<p>نگہ جائے کہاں سینے سے اٹھ کر اداقا قاتل ہے الزام اسکے سر پر نہیں پلکوں کی دھجھل میں وہ پستلی نکلی بھی سجلی بھی ہے وہ آنکھ پہنتے ہیں وہ بیٹھے گھر میں چھاگل سنے ہیں جب دہان جسم بے بل نہ توڑ و نرگس بیکار کی آہیں پھینچتے ہیں سب اس منزل پر مرکب</p>	<p>ہمیں تو حسن کی دولت کڑی ہے قصا کیا مفت میں ماری پڑی ہے دلہن چلن میں شرمائی کھڑی ہے مگر دیکھا تو شرمیلی بڑی ہے قیامت در پہ گھبرا کر کھڑی ہے تو اک تلوار اور اسے جڑی ہے عصائیے ہوئے کب ہو کھڑی ہے عدم کی راہ بھی کتنی کڑی ہے</p>
<p>اسی راہی نظر میں قصر شاہی نقیروں کی سی ٹوٹی جھوٹری ہے</p>	
<p>چمکائے ہیں کیا داغ جگر آہ رسائے جائے تپش دل مری کس کس کو بلانے پر وہ دُخِ محبوب سے اُلٹا ہے ہوانے یاں ہاتھ اٹھایا ہے دعا کے لیے مینے بلبل جو ہوئی ذبح تو غنچے یہ پکارے لو وصل میں بتیابی دل ہو گئی دُونی کس کس کے چلے جوڑ شہبِ وصل میں مجھ پر بے مل ہی مجھے چھوڑ گیا خنجرِ قاتل براکے مرے دل کو جگر تک اُتر آئین کو عفو معاصی کی لگائے رہیں عاصی کام آگئی شوخی کہ نقاب اُسے لٹ دی</p>	<p>ان پھولوں میں اور آگ لگا دی ہو صبا نے منہ تیری طرح مجھے چھپایا ہے قصا نے یہ پھول کھلایا ہے نیا باو صبا نے تا تیرے وان اٹھا اٹھایا ہے دعا نے چھوڑا ہے شگوفہ نیا باو صبا نے کی اور گمک در و محبت کی دوا نے چھکے دیے شوخی نے تو کی جال حیا نے افسوس و فاجحہ سے نہ کی اُسکی جفا نے کیا کام لیا نچی نگاہوں سے حیا نے رحمت کو بہت آتے ہیں بخش کو بہا نے شب کو تو مجھے ماری ڈالا تھا عیا نے</p>

<p>چھینٹے دیے کیا کیا مری تو بہ کو گھٹانے پیسے ہیں ہزاروں ہی کے دل پہ کو خانے کیا جانے دیا برقی کو کیا حکم گھٹانے گھیرا ہے برسے وقت میں اس کی بلانے واقف تری رحمت سے کیا سب کو گھٹانے دل میں مرے اک آگ لگا دی ہے خانے کوڑے اسے بجلی کے لگا دی ہیں گھٹانے ماسن مرے مسکن کو بنایا ہے بلانے لالے کا لہو خوس بیا برگ خانے سو بار پکارا مجھے گھبرا کے بلانے بہت بہکوا بنایا ہے تمہارے ہی خدا نے پیسے تو سمیٹا لاہ میں تسلیم و رضا نے اب تک تو اس آفت سے بچایا ہے خدا نے</p>	<p>برسات میں بھی یہ نہ اُجھڑا تھا نہ ابھری اس دستِ حنائی پہ گلے کٹ گئے کٹتے گھیرائی ہوئی تیغِ بکف پھرتی ہے ہر گھرت آئی ہے دمِ نزعِ مرے گھر شبِ فرقت اک آن میں جب بحرِ دیے جل تھل تو میں سمجھا اس دستِ نکارین کو کیا ہے جو بھبھوکا تو بہ کرو تو بہ کہیں بیجانے سے صحتی بکھت مرے گھر سے نکلتی ہی نہیں ہے اس گل کے جوا تھون کو بنانا تھا بھبھوکا اندر سے میری شبِ ہجران کی سیاہی شکوہ جو کیا سنگدلی کا تو وہ بولے ہر گام پہ لغزش تھی رہِ عشق میں لیکن گھیرا تو بہت زلفِ بتان نے مجھے لیکن</p>
<p>اول پسکے امیر اس کے قدم تک بھی نہ پہنچا اور بوسے لیے لختوں کے بھی پسکے خانے</p>	
<p>آتے ہی مرے پاس لگی جان چرانے بھیجا ہے عیادت کو تری محب کو ادا نے ہر شیا کیا ہکوئے ہو شربانے پیدا ہی کیا ہے انہیں کا مون کو خدا نے کی میری شفاعت مرے اقرارِ خطا نے ہر ایک کو حکمت سے بنایا ہے خدا نے</p>	<p>سیکھی ہے ادائیری مر جانِ قصائے یہ خوشخبری نزع میں دی بچا کو قصائے ساجی کے قصور سے یہاں کھل گئیں آنکھیں بُت کہتے ہیں تُوں شے گلہ جو دھت کا نادم جو ہوا جرم پہ رحمت کا جو جو شش معشوق جفا کار ہیں عشاق و خادار</p>

ان لاک کو سمجھے ترے دیوانے جنون میں
 پامال کیا لاش کو تربست کو بھی روند
 بے موت تجھے تیغ تعافل ہی نے مارا
 قدموں پر گری تیرے تو پچھسر سر نہ اٹھایا
 میں تنگ ناز میں سب زندہ جب وید
 اس شان سے اس ٹھاٹھ سے بیہوش ہوں میں وہاں سے
 تیر نگہ ناز سے ہم بچکے جو نکلتے
 گرد نظر یار نے بیسارون کو مارا
 سہکے ستم کو ستمگار بنا یا
 جھنجھلائی ہے تنگ آئی ہے یہ بے لڑی
 محشر میں بھی اٹھا تو وہ مخمور ہی اٹھا
 اندر سے ہم آغوشی تاغیر کی حسرت
 جوڑا جو کھلا دوڑ پڑے سیکڑوں فتنے
 مانگی ہے دعا وصل کی کسکے کہ لپٹ کر
 ہشیار کیا تجھے مرے ہوش اڑا کر
 لے لی تیری چٹون نے مری آہ کی تاثیر
 گرا سہے جب اُس کو چڑگیو میں مراد ل
 خاموش چلے جاتے ہیں دنیا سے ہزاروں

چھالے یہ اچھالے ہیں ہمارے کف پانے
 کی خوب وفا مجھ سے ترے جو رد جھانے
 پوچھا جھانے نہ قصانے نہ ادا نے
 کیا برق کو روند اسے تری لغزش پانے
 شمشیر قصا توڑ کے رکھ دی ہوا دانی
 نذرین اٹھیں دین اٹھکے مری اہل عدا نے
 غم سے سے چھری لیکے کیا فرج ادا نے
 اک زہر کی چکی اٹھیں دی خاک شفا نے
 در پر وہ ستم جھپکے کیا میری وفا نے
 کو ساہتہ تر عرش تجھے جا کے دعا نے
 تاکا جسے تیری نگہ ہو شہر بانے
 سجدے کیے ہیں باب احابت پر دعا نے
 لیں بڑھکے بلا میں ترے بالوں کی بلا نے
 بوسے دیے ہیں منہ کو مری میری دعا نے
 دو کام کیے اک نگہ ہو شہر بانے
 جو بیکسی وہ چھین لی دشمن کی دعا نے
 روکا ہے جو آفت نے تو ٹوکا ہو بلا نے
 کیا جانیے کیا کہہ دیا چپکے سے قصا نے

دکھلا کے ادا مجھ کو ایسے رُسے کیا قتل
 پیدا اثر دور و کیسے میری دوانے

قدم کوئی کہاں رکھے جدھر دیکھو ادھر مل ہے

وہ کہتے ہیں نکھنا اب تو رواڑے پتھل ہے

کے قاتل غودنگاویاس کی چھوٹی بیوی بسمل ہے
 عزیزبافت کا مار غمزدہ بیکس ہی دل ہے
 نقصا جھٹ جاکہ جھنجھلایا ہوا اس وقت قاتل ہے
 بڑی ہی دھوم کا جلسہ قیامت کی ٹیفل ہے
 کرلی آکھ کی پتلی سے آنکھ اغوش محمل ہے
 مرے پہلو میں بھی دل توڑی پہلو میں بھی دل ہے
 ہمارے چوہوں میں کھٹ اک کاٹا بھی شامل ہے
 اسے اللہ رکھے ایک عالم کا وہ قاتل ہے
 بھلا یہ عمر اس نوعمر سے شادی کو قابل ہے
 مراتب سب کے سب اللہ والوں کی ٹیفل ہے
 دل بسل میں قاتل ہو دل قاتل میں بسل ہے
 نہ مجنون ہے نہ نبیلی ہے نہ ناتھ ہو نہ محل ہے
 کہ میں ہوں نالو آن اور دن ہو آخر ورنہل ہے
 کیسے منہ لگانے میں ہی تو ہوں مشکل ہے
 نیا دریا ہے اس دریا کی تہ میں لگا مل ہے
 یہی منزل نہیں اور اس کے آگے کیا منزل ہے
 یہی دل ہو جو زخمی ہے یہی دل ہو جو بسمل ہے

ترنی شکل ہوا آبسان اسے بسل پیکل ہے
 شب و صلت وہ اسکا چلبلا پن و لکھکروسلے
 کہیں ایسا ہونو تجھ پر بھی کوئی وار چل جائے
 بلا و اعتراف محشر میں ہے ساری خدا کی کا
 نہ کہ عشوق کو بے پروہ آنکھیں بست کر مجنون
 مجھے تو دوسرے ترانے ہے کیوں یہ بید روی
 عداوت بھی واسے قسمت بزم ماتم میں ہو ساتھ آنکے
 دل بسل مر قاتل مراست قل نہ کہہ اسکو
 عبت ہے تاک جھانک اسے شیخ تجکو و خیر زکی
 مجھے تو میکہ میں خافت ہوں کا مرہ آیا
 میں اسکی یاد میں ہر دم وہ میری گھات میں ہر دم
 فسانہ رنگیا حسن و محبت کا زانے میں
 طنائن کھینچ دے یارب زمین کو سے جانا کی
 ذرائع پوکے اٹکا لے لیا بوسہ تو وہ بوسے
 جہان دہ باسفینہ عاشقوں کا پار ہے بیڑا
 لحد میں لیکے دم جانا ہے میدان قیامت میں
 مرے سینے پر رکھ رکھا تھ کہتا ہے وہ شوقی ہو

ایسی خستہ جان کی مشکلیں آسان ہوں یا
 تجھے ہر رات آسان ہے اسے ہر رات مشکل ہی

اگرست دو پہروں میں بیٹھی ہوئی آواز ساک ہے
 بڑا بھی ہو تو اچھا ہے اگر اچھو میں شامل ہے

اوجھڑا اور اوجھڑا عیاب ہوا اصل مشکل ہی
 سگ صاحب کہہ انسان کو زمر میں داخل ہے

چلے منہ موڑ کر تو ہی تو پھر سمنان ہو قتل
نقاب اٹھی تو کیا حاصل حیا اٹھے تو آنکھ اٹھے
الہی پیچید سے تربت میں کوئی حور بنت سے
سجدہ و دیکھو اُدھر سوتا ہے کوئی پاؤں پھیلائے
کیلجے سے لگا آنکھوں سے لٹنا نہ دیکھ کر
منگنا کر آئے کیوں سامنے کی چوٹ کھا بیٹھا
گری ہے ٹوٹ کر تو بھی جام نو پاؤں زاہد
کہیں نازدوں کی توارین کہیں غزو کی چھڑیاں ہیں
وہ شوقِ قتل سے مضطرب ہے یہ شوقِ شہادت سے
اُسی جو ہر سے ہے ہر دلعزیز آئینہ دنیا میں
زہرے وحشت جہان کوئی گولا دھلت میں اٹھا
پڑھ اے آوہر باب اثر آغوش ہی کھولے
گرہ میں دیکھیے گیسو کی یا جوڑے کی مٹھی میں
برہمن کیا کام تو ہے کہ زندلا اُبا لی ہیں
نگاہ غور سے دیکھے اگر انسان تو آنکھیں ہوں
دیئے گلشن کو چر کے کسی شمشیر بزم نے

نرم سے ہی دم سو تو ہی تیغ قاتل نہنگ محفل ہے
بڑا گہرا تو یہ پردہ ہمارے اُن کو حائل ہے
کہ پہلی رات ہے پہلا سفر ہے پہلی منزل ہے
زمانے سے الگ گویا بیان کی بھی محفل ہے
اسے تلواروں سے ملتا ہوا رہی تو مراد ہے
تو اپنا آپ دشمن ہے تو اپنا آپ قاتل ہے
کیسی پارساتھی اب جو سہ خاوند ہیں شال ہے
یہ مجمع ہے جیسوں کا کہلا دون کی محفل ہے
بہنیں کھلتا کہ ان میں کون بل کون قاتل ہے
اُسی کی شکل بنجاتا ہے یہ جس سے مقابل ہے
تو دور اقیس یہ کہہ کر کہ وہیلی کا محل ہے
بہت ہی تیری مشتاق امروا تیری منزل ہے
نہ سینے میں مراد ہے نہ پہلو میں مراد ہے
یہ ذی عصمت تو زاہر پارساؤں ہی کو قابل ہے
ذرا سا اُسی قدرت کا منہ آنکھ کا ترل ہے
کہ گل ہیں خون میں تر خندہ گل نیم بھل ہے

شیر پاک حال میر احسان ہر حالت میں ہوا سکا
عصم جھک جھک کے ملے ہیں خدا کا فضل شال ہے

وہ کہتے ہیں کہ لو پھر آگیا کیا جیسا دل ہے
شہزادی اہل محفل دستہ زرمیں محفل ہے
جہان رہتی ہے حسرتِ صبل کی کہ کونسا دل ہے

نکھنا اُس گلی سے ہو کے بھی عاشق کو شکل ہے
خدا رکھے چراغِ جام سے بیخا نہ ہے روشن
فراقِ یار میں خنجرِ کف یاس کے تلکا رہی

<p>اے یہ تو کلیجہ میں مرے دہنو کو قابل ہے بھٹک سکتا نہیں کوئی کہ حضور راہ کامل ہے یہاں دیوانے کا کیا کام ہے پر یوں کی محفل ہے مرے آب بقا میں نہ رہی تھوڑا سا شامل ہے مزدہ ہر دیون کا درجہ دل سے مجھ کو حاصل ہے اے نادان بلیل نہیں بلیل کا محل ہے ترے زیر قدم اسے شمع محفل تری منزل ہے گلے پر تیغ ہے سینہ تیرا نوے قابل ہے کوئی دہا نہیں تیر نہیں انسان کا دل ہے اُدھر تم سے مقابل ہے اُدھر مجھ کو مقابل ہے اُدھر سے اب اُدھر کر دٹ بدلنا اُسکو منزل ہے کہ ناقہ سے کہہ اور کس طرف بلیل کا محل ہے وہ صورت دور ہی سہی بیا کر لینے کے قابل ہے اسد کا نام تو دل میں سویدا آگئے ہیں تل ہے کہ سر پر چڑھت سایہ و اماں سائل ہے</p>	<p>چھری کھینچی تو پھر اپنی کر میں تو نے کیوں کھلی جہاں لیجاتی ہے قسمت پہنچتا ہے وہیں انسان مرے دل کو حسین جگہ میں اپنی دیکھ کر بولے لب جان بخش پر نام عدو سے منہ لگاؤں کیا یہی کروٹ بدلوائے یہی اٹھا اٹھ کر جھلائے کیا طوف حرم کو قیس تو آواز عیسائی کسی کا رات بھر چلنا ترا شب بھر کھڑا رہنا اُدھر ہے قتل کی لذت اُدھر ہے وصل کی لذت عجب کیا اگر اٹھا کر سختی فرقت ہوا انگڑے تخیر و میل میں دو دن کو ہے آئینہ حیرت مریض عشق تجھ تک آسکے کس طرح لے عیسیٰ پلٹ جانے سے مطلب تیس کو چہ یہ خبر کسکو قریب انسان اُس بت کے بجاؤ لاکھ پیار آئے تمہارے عکس خال رخ سے ہوسا رہا جان روشن سچی کا دل ہے ٹھنڈا گرمی روز قیامت میں</p>
---	--

امیر اللہ حافظ ہے مجموعہ ناز میں دل کا
کہ سو جلا دہن خنجر بکفت اور ایک بیل ہے

<p>مرے ہن غلام اب غلام آشیان کے لیے غضب کی شاخ نکالی ہے آشیان کے لیے اب ان جیسون میں بھیجا ہے استھان کے لیے غریب لیکے چراغ آئی آشیان کے لیے</p>	<p>بلا پر صبر کیا عیش جاودان کے لیے چھری وہ لائے ہن عاشق کو مرغ جان کیلئے کچھ چرو یوں سے جان آپھنسا میں حور نہیں اندھیری رات میں بجلی کو بھی ترس آیا</p>
---	--

نہ اٹھے وہ نہ سہی دیکھ تو لبِ محب کو
 مکر چکیستی سے خنجرِ بھل نہیں سکتا
 حضور اسکے ہیں دشمن بہت جازت ہو
 مرے مرے کے تعلق ہیں زخم و خنجر ہیں
 ادا ہی تیری ہے قاتلِ تمنا کے پردے میں
 سوالِ بوسہ جو چپکے سے بھی کیا تو کہا
 ہزار شکر کہ پیکان سے دل ہوا آباد
 جگر ہی ہے پتنگے کو شمع سے یہ کہو
 لگاؤں آنکھوں سے چوموں نہ سنگِ سود کو
 چمک کے آئی جو بجلی تڑپ کے دل نے کہا
 جو خانہِ باغ کی کلیاں بھی چمکین تو بوسے
 جواب دیتی ہے طاقت بھی ماسے پیری میں
 خدا جو پوچھے گا کیوں جان دی جانی میں
 میں استخوان میں پورا ہوا تو پھر سر کیے
 میں ہوں وہ سوختہ جان گر کہیں ملے بجلی
 احباب! اپنی نزاکت سے لی جو یا یوں ہی

اٹھی نگاہ تو تعظیمِ میہمان کے لیے
 اور آپ آئے ہیں عاشق کے ہمتا کے لیے
 تو پاسبان ہوں میں شب کو پاسبان کے لیے
 زبانِ دہن کے لیے جو دہن زبان کے لیے
 بدل کے بھیس یہ آئی ہے امتحا کے لیے
 ٹھہر مٹگانی ہیں چا پنیں تری زبان کے لیے
 خدا نے بھیج دیا دارِ شمس مکان کے لیے
 زبانِ دراز یہ تمزیر ہے زبان کے لیے
 کہ ان لبوں سے ہیں پوچھو اس آستان کے لیے
 وہ برق نے قدم آہ شرفِ نیکے لیے
 یہ کس نے بوسے صبا سیرِ آستان کے لیے
 بہت کڑے ہیں یہ دن جانِ ناتوا کے لیے
 دکھا کے تجھ کو کونکا کہ اس جو انکے لیے
 ذرا سمجھ کے تقاضا ہوا امتحا کے لیے
 سمجھ کے جگنو اٹھ لاؤں امتحا کے لیے
 نعلِ کھڑے ہوئے سرکار امتحا کے لیے

ہے اب امیر سے کیوں مضبوطی کی تاکید
 حضور ہی نے تو دی ہے زبانِ فغان کے لیے

زمین خاک اڑاتی ہے آسمان کے لیے
 اچھلکے دل نے جو بوسہ مری زبان کے لیے
 کہ ایک ڈال تو رہنے دی آتشیا کے لیے

امیر روتی ہے امتِ مشرقِ زمانے کے لیے
 کھلی زبان مری کے آستان کے لیے
 ٹھکے سینے سے آہِ برق سے کہہ آ

کہ بقیار ہوں میں بھی اسی جوان کے لیے
 یہ آسرا ہے عصا جان ناتوان کے لیے
 پھر اور دل کو میں رکھ چھوڑوں کج آنکے لیے
 چمن کو پھونک دیا ایک شیان کے لیے
 غضب کی قیدیں لگانی ہیں پاساں کے لیے
 یہی تو ہے پر پرواز مرغ جانکے لیے
 اداس بٹھی ہے کیون بگیسی مکا مکے لیے
 قدم قدم پہ قدم میں نے پاساں کے لیے
 کہ عطرِ فتنہ خریدتا ہے عطر دانکے لیے
 حصو اب ہیں یہ تیار بیان کہاں کے لیے
 بہت ہے دخترِ زمیرے امتحان کے لیے
 لپٹ کے بوسے تری تیغِ نفثانکے لیے
 نہ ہم زمین کے لیے ہیں نہ آسمان کے لیے
 کہاں سے لاؤں میں اس شوخ و لٹانکے لیے
 بلائے جان ہیں یوہن جان ناتوانکے لیے
 کوئی تو طرزِ ستم چھوڑ آسمانکے لیے
 یہ دونوں کھولے تھے نسخہ ایک ناتوانکے لیے
 مکان مکین کے لیے یہ مکین کا مکے لیے
 بہار آئی تو جھونکے بھی کچھ خزانکے لیے

پکارتا ہے وہ جو بن اُبھر کے سینے میں
 مرا خدا تو تو انا ہے ناتوان ہوں میں
 نیکیلے تم ہو جھیلے ہو تم رسیلے تم
 غضب کی لاگ تھی کبعتِ برق کو مجھ سے
 نہ موت آئے نہ عشق آئے نیند کا کیا ذکر
 گلہ ٹپکا نہ انسان کرے جو عاشق ہو
 کہو کے آکے رہے میرے پاس تربت میں
 وہ آشنا ہو اگو برنگِ نقشِ قدم
 پسند ہو میں بھی ہے اسکو رنگِ فتنہ گری
 یہ کنگھی چوٹی جو ہوتی ہے قتل عام کے بعد
 کہو کہ یہ بیغمان جامِ جہم کو رہنے دے
 چھلی جنازے سے بے سرخرو کیے ہیکو
 زمین کو رہے غبارِ آسمان ہم و خلافت
 وہ دل جو روز بدل کر نیبِ نظر آئے
 وہ بال گو نہ ہکے پھانسی عبت بنا تے میں
 جفا کے شوق میں حد سے گزر نہ اوطالم
 اجل کا لقمہ ہوا پہلے پھر میں لقمہ گور
 دل اور نصیرِ جانان میں ربط لازم ہے
 شباب آتے ہی اندھی کی طرح دل آیا

امیرِ نالہ بھی ہوا تھ ساتھ انشکون کے
 جس بھی شرطِ سفر میں ہے کاروان کو لیے

جوش کہتا ہے خون بسل سے
 کچھ پھری سی ہے وہ نگہ دل سے
 بوجھو بیکان تیسر قاتل سے
 منہ کہیں موڑ لے نہ خنجر بار
 لے چکے دل تو ہنس کے فرمایا
 راست کی صحبتیں جو یا د آئیں
 غیر اور ادعا سے جا نبازی
 بزم جنت کی کھینچی ہے تصویر
 دل میں پھرتی ہیں وصل کی باتیں
 کیوں نہ تر پے کہ ناوک قاتل
 اس ادا سے وہ آئے وصل کی رات
 ہوں میں وہ سخت جان کہ بوڑ کے منہ
 میرے غفل خبر نہیں ہوتا
 حال مجنون کے خاک اڑانے کا
 مفت دیدو نکا کیا میں جان سی چیز
 کام یاروں میں کیا تکلف کا
 آئندہ دیکھ کر وہ شرما سے
 ڈوبی ہے کس غریب کی کشتی

دودو ہا تھا آج ہونگے قاتل سے
 تیج روٹھی ہوئی ہے بسل سے
 مشورے ہو رہی ہیں کیا دل سے
 یہ جو روٹھا منے گا مشکل سے
 پیار اب کیجیے گا کس دل سے
 اٹھ گئی شمع رو کے محفل سے
 کیا مرے گام رہی ہو دل سے
 رنگ لیکر تمہاری محفل سے
 ہنیں آئیں زبان تک دل سے
 چھینے لیتی ہے موت بسل سے
 کہ نکل آئیں حشر میں دل سے
 عذر کرتی ہے تیج تاتل سے
 اٹھے جاتے ہیں لوگ محفل سے
 کہتی ہے اٹھکے گرد محفل سے
 عمر جاوید لو نکات تل سے
 بے تکلف اٹھا دو محفل سے
 آنکھ بچی ہوئی مقابل سے
 سر ٹپکتی ہیں بوجھیں ساحل سے

دل یہ دنیا سے سرو ہے کہ آئیں
 ہوئی ٹھنڈی غزل بھی مشکل سے

منہدی کہتی ہے دست قاتل سے
 چھین لے رنگ خون بسل سے

مشکل آسان ہوگی مشکل سے
 سمجھے تعریف ادبیری دل سے
 معذرت چھوٹی ہے دستِ قابل سے
 یہ کڑی اٹھ چکی سلاسل سے
 لیکھ لے پردہ ہا سے محل سے
 مسرتوں دور ابھی ہوں منزل سے
 چونکہ اڑ گئے مقابل سے
 کہی اچھی گریزے دل سے
 لے گئی غربت آگے منزل سے
 پردے سب اٹھ گئے مردِ دل سے
 ساتھ چھوٹا ہے پہلی منزل سے
 یہ ہو اس طرح ترے دل سے
 لاش اٹھے نہ کوئے قابل سے
 پیار کرتا ہوں میں تجھ کو دل سے
 لپٹے ہی رہتے ہیں جو محل سے
 جھک کر مل امی کریم سائل سے
 دور بیجا کے منجھو منزل سے
 تو یہ عاصی کرے اگر دل سے
 آہ نکلی نہیں ابھی دل سے

جان چھوٹے گی مر کے قابل سے
 بگڑے تشبیہ ماہِ کامل سے
 خونِ بےل نہیں بہا دمِ ذبح
 مڑ پھین دیوانے اور وہ چپ بیٹھے
 قیس سیلی کو گو دین لینا
 عمریں گری ہیں ٹھوکرین کھاتے
 آنے مٹانے میں جو وہ آئے
 منکے پھبتی وہ حور کی بولے
 وہ مسافر ہوں میں کہ بس کر حفر
 وہ جو بے پردہ سامنے بیٹھے
 کیا خبر بہرِ مرگ یا رون کی
 دل جو تلون سے تو نے مل ڈالا
 جگہ بیٹھے کوئی تو یوں بیٹھے
 میرے پہلو سے تو نہ اٹھ اسے درد
 کیا ہیں چشمِ قیس کے پردے
 ایک اس کو دیا تو دس پائے
 ساتھ والوں نے ساتھ چھوڑ دیا
 کہکے لبیکِ مغفرت دوڑے
 وہ کلیجہ پکڑ کے بیٹھے گئے

ہر دین لاکھ سہل لیکن امیر
 ہوتے ہیں اچھے شرِ مشکل سے

عشق میں دن زندگی کے بھر چلے
 آگے آگے فتنہ محشر چلے
 مر چلے ہم مر کے اُس پر مر چلے
 رات بھر وہ کنگھی چوٹی میں رہے
 دل ہے پامال ہجوم یاس و غم
 حشر میں اجلاس کسا ہے کہ آج
 خون ناحق کر کے اک جبرم کا
 سہمی تو کی وصل کی سہمنے بہت
 لالے کی مانند ہم اس باغ میں
 لائے تھے مثل شتر تھوڑی سی عمر
 برہمن اور شیخ میں چوٹیں چسپین
 تم کو جینا ہو مبارک ہمد
 پہنچینگے اُس بزم میں عشاق ہی
 بے مروت آنکھ ہو کیا ساسنے
 پھر تبسم سے چہرے کا قاتل نک
 چشم و ابرو دو دن کے جو ہر دکھا
 کو سے قاتل میں گرد آسان نہیں
 گرد شش چشم اپنے سستو نکو دکھا

مر کے پھر جیتے جی ہم مر چلے
 چال قاتل کی اگر خنجر چلے
 کام اپنا نام اُس کا کر چلے
 صبح تک آسے مرے سر پر چلے
 کیا اُس کے سبزہ چہان شک چلے
 لیکے سب اعمال کا فتنہ چلے
 ہاتھ ناحق خون میں تم بھر چلے
 جب نہ کچھ تھا بوجھ ماب مر چلے
 دلخ لینے آئے تھے لیکر چلے
 آنکھ ادھر کھولی اُدھر ہم مر چلے
 کعبہ و تختانہ میں پتھر چلے
 ہم تو اُن پر مرتے ہی بس مر چلے
 اوریون چلنے کو دُشیا بھر چلے
 سے سے ہو عالی تو کیا ساغر چلے
 زخم پھر زخم زخمیوں کے بھر چلے
 دم جو لے خنجر تو پھر ساغر چلے
 آدمی تلوار پر کیوں کر چلے
 ساقی اب کیا دیر سے ساغر چلے

ضعف اُس کو چہ میں کہتا ہے امیر
 بیٹھیے صاحب کہان اُنھ کر چلے

چال سے پامال محب کو کر چلے
 ہا سے کیا چلتا ہوا منتشر چلے

<p> ام نئے پھولوں سے دامن بھر چلے دختر رزیکے خود سا غر چلے مرنے کو آئے تھے تمہرے چلے اپنے سائے کی بھی ہم چپ کر چلے حکم ہے دن بھر چلے شب بھر چلے جوڑاں عیار دن پر کیونکر چلے شوق سے پھر بان چلین خنجر چلے دختر رز کو تو رسوا کر چلے پھیر کر کٹھنہ حلق پر خنجر چلے گھر میں وہ آئے تو ہم باہر چلے پاس کے ماسے سو کوثر چلے کیون جاب اتنا اٹھا کر سر چلے شاعر دن کا کام اب کیونکر چلے آزمانا ہو جسے خنجر چلے ایک جوڑا حشر تک کیونکر چلے </p>	<p> اس جہن سے نکلت دل لیکر چلے مست تیرا اگر شریک دور ہو عاشق اب احوال جان ہی کر کب کریں چھپ کے اُس کو بچے میں راتوں کو گئے یہی کس جرم پر دم کو سزا چوتھین چالاک آنکھیں بین فتنہ گر دور قاتل میں نہیں کچھ روک ٹوک شیخ نے بیخانے میں پی پانی پی ہے مرے قاتل کا شریک مزاج بخودی سے دھس میں کھنڈت پڑی دوڑے بسل شیخ قاتل کی طرف جرم اپنا موج کی تقصیر کی قدردان شعر تو سب چل بے سر جھکا کے کہہ رہے ہیں سرفروش گل گیا آخر تیر تیرت کفن </p>
<p> ترے تیر دن نے گھر بھر کی تلاشی کی کہیں نکلی جلے دل سے جو نکلی بھی تو وہ آتشیں نکلی کوئی ارمان نہیں نکلا کوئی حسرت نہیں نکلی چھری کھینچے ہوئے ظالم لٹ کر استین نکلی </p>	<p> کیسی چاہ بھی دل میں مرے اومازین نکلی تمنا کب ترے عشاق کی اسے نمازین نکلی ابھی تیر کر کے کیون میں ابھی کیون تیج کین نکلی ہٹا کر وہ گہرہ لکڑی کا پردہ شمشکین نکلی </p>

ترمی صورت کچھ ایسی کھاقت رست حسین نخلی
 الہی قتل پر میرے وہ اترا تے ہیں کیوں اتنا
 دل مجھوں سے نخلی آہ یا بجلی کوئی چسکی
 شریکِ حال عاشقِ مکی میں کون ہوتا ہو
 کیا اقرار بھی اس نے تو وہ انکار بھی ٹھہرا
 اسی دن کے لیے آنکھوں میں ہنسنے تجھ کو پالا تھا
 اڑا کر لگتی دل اک نگہ میں ساری محفل کے
 وفا کی داد دینے میں بھی شہر علی اورین ہیں
 چھپے بیٹھے ہے اپنی جگہ سب عیال سے
 ہوا دیدار اس کا خواب میں بائیں تصویر میں
 وہ کہتے ہیں یہاں تو ہو گئی لہکان جان اپنی
 مرے بالین پر ان سانگ لہیر چوچٹھا
 ترے انکار نے اسے جان دکھ کر دیا پھلنی
 کیا خون اس نے کن کن حسرت کا وصل میں آکر
 ترے انکار کے انداز نے بھی ماری ڈالا
 الہی کس شہیدِ ناز نے سر لپیٹا کٹوایا
 سوال وصل پر انکار میں بھی وہ بجاتے ہیں
 عجب لذت بھرے ہاتھوں سے قاتل ڈکھا دی
 تن بیجان کو زیر خاک کیا دھڑ دھڑ کے پیاسی
 نہ چھوڑا ساتھ ان کا میری تربت پر بھی آذین
 نہ نخلی دل سے باہر وصل میں بھی واہری حسرت

کہ اسکی ہر ادا سے شانِ صورت آفرین نخلی
 بدن سے جان نخلی یا دہن سے آفرین نخلی
 کہ محل سے ٹپ کر ایسی محل نشین نخلی
 جو نخلی بھی تو کچھ دسو آہ آتشین نخلی
 مری قسمت تو اسکی جان بھی در پردہ نہیں نخلی
 بڑی تو بے مروت اسے نگاہ واپسین نخلی
 بڑی ہی شوخ و دیدہ تیری چشم شریکین نخلی
 دہن پر دیسے نخلی یا زبان سے آفرین نخلی
 نہ دل سے مرجا نخلی نہ منہ سے آفرین نخلی
 کوئی حسرت کہیں نخلی کوئی حسرت کہیں نخلی
 اور اتنا حسرت وصل آپکے دل سے نہیں نخلی
 عجب حسرت بھری آگاہ وقت واپسین نخلی
 انی بڑھی کی نخلی جب ترے منہ سے نہیں نخلی
 بڑی کڑی بڑی ظالم تری چین جب میں نخلی
 اُدھر منہ سے نہیں نخلی اُدھر جان حسرت نخلی
 کہ ننگے پاؤں فردوس بریں سو حور عیان نخلی
 جو نخلی بھی تو چھپکر ان کر دی میں نہیں نخلی
 کہ منہ سے اُن نکلنے کی جگہ بھی آفرین نخلی
 ستم کرنے میں اتنا آسمان کی بھی زمین نخلی
 بڑی پابند اپنی وضع کی چین جب میں نخلی
 تری حسرت کو تجھ سے بھی سوا پردہ نشین نخلی

<p>گر بیان کو نکلتے دیکھ کر کیوں آستین نکلی اک لوجھ سے بھی ان کی ناتوانی نارائین نکلی</p>	<p>جنون ایتناک سنا تھا ساتھ چولی اور دامن کا غش آیا وصل میں محبو تو بولی ناز کی اُسکی</p>
<p>امیر ابھرا جو وہ جو بن ملا دل کا پست جھکو ابھی وہ نون اُچکے چور تھے چوری یہیں نکلی</p>	
<p>کہ جان ابھی سے ہر شائق جا کر آنے کی نکل رہی ہے سڑک یہ بلا کے آنے کی دیر سچیان تو کھلی ہیں ہوا کے آنے کی دکھاتے ہیں مجھے گلیان قضا کو آنے کی میں راہیں روک رہا ہوں حیا کو آنے کی ادانہ آئی ترے مسکرا کے آنے کی ادا نکالی ہے تیوری چڑھا کے آنے کی کبھی اُمید نہیں جس سے جا کے آنے کی</p>	<p>خبر ہے غش پس پوفا کے آنے کی نکالتے ہیں وہ مانگ اور دل یہ کہتا ہے شکاف سینے میں مین پھر ہے کیوں تراپیل وہ بار بار نگاہیں ادھر دھڑکرتے ہیں شب وصال میں اُس شوخ کو پلا کے شہرب ہزار برق نے چل پھر کے مشق کی لیکن یہ وضع جھکو نہیں ہے پسند جاؤ بھی نہ چوک وقت کو پا کر کہ ہے یہ وہ معشوق</p>
<p>اُداسی کے وہ پردہ اٹھا کے آنے کی</p>	<p>گٹھائیں برق جو چمکی تو یاد آئی امیر</p>
<p>میں روتا ہوں اُن کو نہیں سوجھتی ہے مجھے رشاک حوراک پر ہی سوجھتی ہے خرابات میں دور کی سوجھتی ہے محبت میں اچھی بری سوجھتی ہے مہمیں جان من دل لگی جھتی ہے تو کہتے ہیں نکو یہی سوجھتی ہے اجی آج تو دور کی سوجھتی ہے</p>	<p>چو کچھ سوجھتی ہے نئی سوجھتی ہے نہیں حورائے شہن جی سوجھتی ہے یہ آتا ہے جی میں کہ کوثر پہ چلیے جفا کو فنا کیوں نہ سمجھوں میں ناصح یہاں تو مری جان پر بن ہی ہے جو کہتا ہوں اُن سے کہ نکمیں ملاؤ کہا میں نے پاس آؤ تو ہنس کو بولے</p>

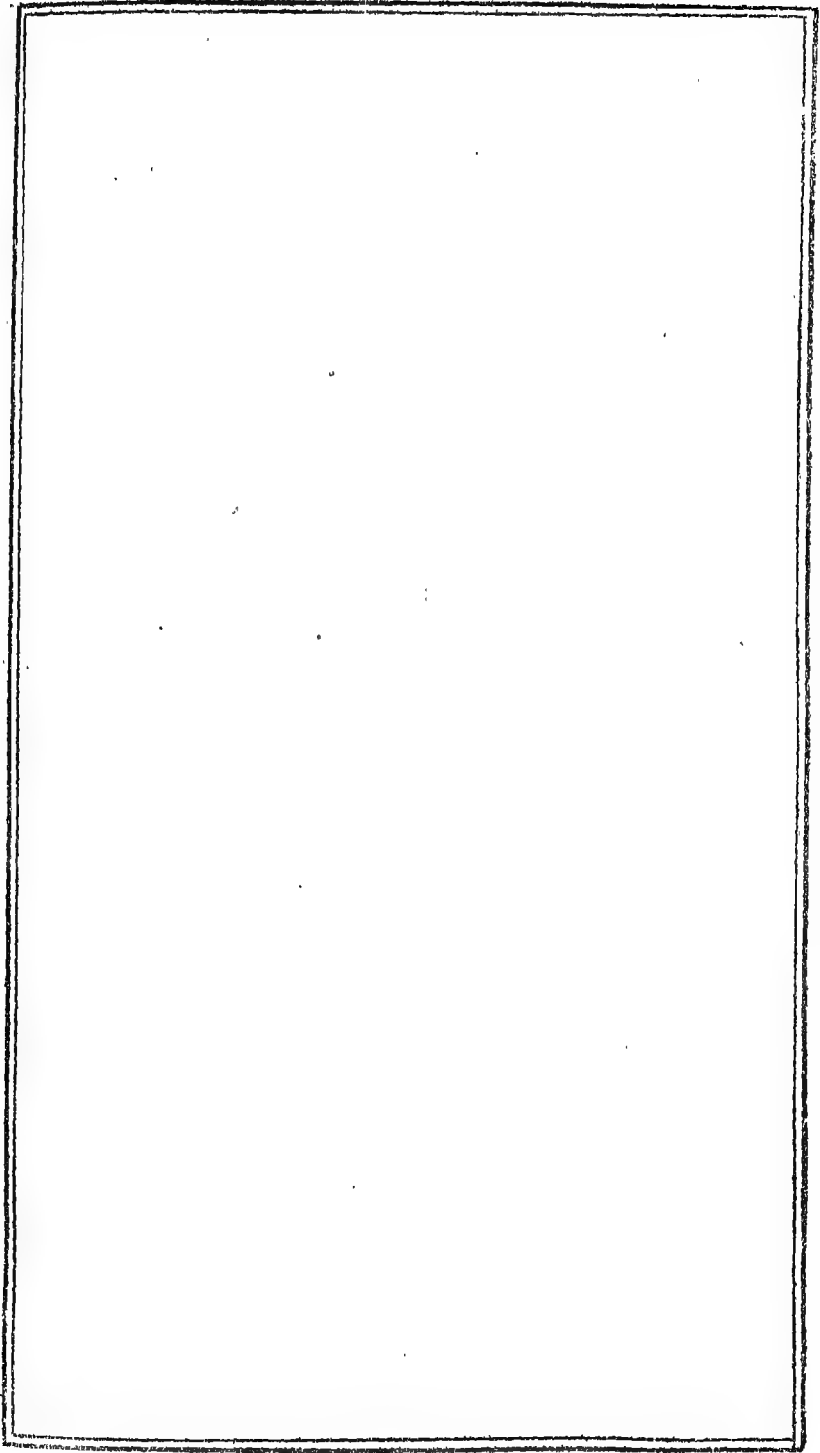
دوم نزع بھی نکلتی ہیں اس کو انکھین
 یہاں تو ہے انگھون میں اندھیر دنیا
 شہ پہل خربے ایدل لپٹ جا
 جو کی میں نے جو بن کی تعریف بولے
 بری ہو نہ قسمت الہی کسی کی
 پڑا ہے یہاں دیدہ و دل کا رونا
 گھٹا گھر کے آتی ہر جہل کلکین
 بیان دل ہر صد چاک پڑتی ہیں چوٹیں
 کسی زلف سے ہر طرح جا لپٹا
 برا دخت رز کو کہے کیوں نہ ذاعطا
 لمر کی رعایت مشب و صل کیسی

جو کچھ سو جھتی غلی وہی سو جھتی ہے
 دیان اُن کو سر مدسی سو جھتی ہے
 تجھے اب خوشی ناخوشی سو جھتی ہے
 تمہیں اپنے مطلب ہی کی جھتی ہے
 کہ جو سو جھتی ہے بری سو جھتی ہے
 تمہیں آسن آری سو جھتی ہے
 تو متوالوں کو میکشی سو جھتی ہے
 تمہیں گنگی چوٹی اچی سو جھتی ہے
 نہ بگڑی نہ دل کو ہی سو جھتی ہے
 برے کو بھلی بھی بری سو جھتی ہے
 کہیں ایسے میں ناز کی جھتی ہے

امیر ایسے دینے تو مضمون میں لاکھوں
 نئی بات کوئی کبھی سو جھتی ہے

تالخ







وہ مست ہوں کہ ساغر سے جب مین پا گیا
 ہوں کے غلم سے بھی اپنا ادعا نکلا
 وقتِ آخر میں نہیں ہے کوئی میرا اسرا
 سو جھارے ہی خود می مین یہ مصنون دور کا
 آنکھیں ملائیں آپ تو کچھ درود ل کہوں
 نہ پوچھ اے محنتِ غرا لٹ دو لگا تو کیا ہوگا
 محشر میں دیر بھی اگر آنے میں یار کے
 ترپتے ہیں اگر بسمل تجھے کیا
 سجدہ وہ منہم ہے ہر زندہ پار کا
 منہ ہمیں کر چلی غنی غنا ہو مگر تیغ یار
 لگ کے چھاتی سے وہ ستا تھا کلیجہ شاد تھا
 بتوانا۔ نہیں ہوں میں تبار سے قتل کو قابل

اکبار یا غفور کہ اور چڑھا گیا
 کہ منہ سے شکر زبان سے خدا خدا نکلا
 شرمِ عصیان رگیا ہے ایک تیرا آسرا
 پر دے مین و خیر اڑ کے ہے جلوہ حضور کا
 پہرہ دن مزاج ہی نہیں ملتا حضور کا
 بجائے بادِ خیشون مین لہو تیرا بھرا ہوگا
 اے شوہر تو نے مجھے کیوں جگا دیا
 تو اپنا کام کرتا تل تجھے کیا
 شاید کہ رگیا ہو بندہ کوئی خدا کا
 بارے جھپٹ کے مین گلے سے لگا لیا
 کیا وہ دن تجھے دل سے پہلو جب مرا آباد تھا
 مگر نہ بھی اک کام کرو گے تو کیا ہوگا

ہے تشنگی وہی غم الفت کی سچ تک
 قاصد کو بھیجنے سے اسکی گلی میں حاصل
 غالی نہ نرم اپنی بھی دُورِ جام سے
 خواب میں اک دم خیال اُس کا ہو اقبالِ باب
 ناکِ بسم تو پھر بھی شکوہ نہ کرتے
 آتے ہی دم نزع مرے پاس وہ بولے
 رہ رہ کے اک کھٹک سی سینے میں ہو رہی ہے
 دل تو پہلو سے ہمارے کھو گیا
 کہا دل نے یہ مجھے کہنیچرِ خنجر وہ جب آیا
 صفِ محشر میں تیرے کشتون نے
 نہ پھر نامہ بردوان سے امیر
 روانی سے چلتا نہیں حلق پر
 وصل کی رات بھی پہلو ہی بدلتے گزری
 تیرے ابرو کی یاد میں اے بُت
 انصاف جو ریا خدا سے طلب کیا
 مراد دل دیکھ کر بولی خسرابی
 واسے قسمت پاؤں اپنے رکھتے تھک کر امیر
 ہم جو خست ہوئے اُس بت سے تو ہنگامِ طمع
 خاطر مری صیاد کو ہے سب سے زیادہ
 نہ ملا تھا جواب نامہ اگر
 اس قدر ہے دراز ہجر کی رات

سارا لہو پونچھوڑ کے میں نے پلا دیا
 کیوں خون سر پہ لون میں اک بندہ خدا کا
 رکھا جو اس نے ماتھے سے ہم نے اٹھا لیا
 عمر بھر لذت سے اپنے ہونٹھ میں چٹا کیا
 مگر تجکو دھب ہی نہ آیا جفا کا
 ہم جاتے ہیں یہ حال تو دیکھا نہیں جاتا
 شاید ابھی ہے باقی ٹکڑا کوئی مگر کا
 در پہلو ہمارے تو کیا ہو گیا
 تڑپنے تلہا نے لٹنے کا وقت اب آیا
 کچھ سمجھ کر مجھے امام کیا
 زندگی نے مجھے جواب دیا
 تری چال خنجر بھی چلتے دکھا
 ایک کروٹ دل بتیاب نے سونے دیا
 ہم نے کعبے کو بھی سلام کیا
 تم نے بھی اے امیر بڑا ہی غضب کیا
 یہ ویرانہ کبھی آباد بھی تھا
 وادیِ مقصود جب دو چار منزل رہ گیا
 ہنس کے بولا وہ صنم جاؤ خدا کو سونپنا
 احسان ہے یہ مجھ پر مری بے بال پری کا
 آکے قاصد جواب ہی دیتا
 پر تڑپنے سے جی نہیں بھرتا

تم تو دوزخ میں نہ جاؤ گے ہمارے بدلے
 واعظ و عظ کی مجلس میں تو تھا میں بہت
 خجستہ ترے دیا نہ پانی
 کیون نہ کھتی زبان تری اسے شمع
 ایدل تو اور چار پہ عاشق ہو چکا کب
 مری صورت جو بدلی فرط غم سے
 کمی گر ترا تیسر کر جائے گا
 سوا اسکے کہ کچھ دل کے ترپتے میں مڑایا
 وہ بولے نرم میں اغیار سے الگ رہنا
 کھیل تھا عمر جبر جو دیکھا تھا
 کہتا ہے عشق دیکھ کے میرا چراغ داغ
 زور جنوں سے ضعف میں ارمان کھل گیا
 نہ چو کا مرا بہت خفتہ امیر
 اللہ کے ترے پہل کی حسرت کہ جہان میں
 میکشون کا نامہ اعمال سارا دھو گیا
 بادۂ اظہر جسے سمجھے ہو سے ہو زاہر
 بزم میں آکر وہ غیروں پرستم کیوں کو گیا
 نزع میں ہوں میں کہوں جواب آرام کریں
 دل مرا ایک قطرہ خون تھا
 ایدل بلا سے جا وہ کبھی آ ہی جائے گا
 اسے جذبہ شوق دیکشش میں کی نکر

زاہر وہم جو گنہگار میں پیر تکو کب
 کچھ اگر ہوش میں ہوتا تو تمہاری سستا
 ترسا ترسا کے مار ڈالا
 سوز دل کیون زبان پر آیا
 میں نے ترے بھلے کو کہا کیا بڑا کیا
 تودہ بولے کہ اچھا روپ بدلا
 ترپ کر یہ نچھیر مر جائے گا
 مرے پہلو میں رکھ تو نے اسے دروا کیا پایا
 کہیں امیر نہ بیٹھا ہو یاں فقیر بنا
 زندگی کیا تھی اک تماشا تھا
 روشن ہے اس سے نام مرے خاندان کا
 اٹھانہ ہاتھ بھی کہ گریبان نخل گیا
 پھٹکا صورت محشر زمانہ ہوا
 دل کھولے حوروں سے بھی لیٹا نہیں جاتا
 جو دھوان بھٹی سے اٹھا ابر جمست ہو گیا
 دستِ رزم بھی تو اسیکا نام ہوا کپار کا
 میرے ہوتے غیر پر پیدا میں کیا مر گیا
 دیکھنا تھا مجھے سوا ایک نظر دیکھ لیا
 نوش جان اسکو تیرے غم نے کیا
 دو چار بار کہنے میں شرما ہی جائے گا
 جلوہ کسی طرح سے وہ دکھ لا ہی جائے گا

بیقراری ایک سی دو لون طرف قتل میں تھی
 نالے کرتے کرتے میں ٹھہر تو وہ کہتو لگے
 قتل کا مزدہ ہی میرا کام آخر کر گیا
 اپنے مرنے کا بہنیں غم مگر اتنا غم سے
 وہ سرمہ بھری آنکھیں فتنہ ہیں کہ جادو ہیں
 نا قوس لیکے جاتے ہو کیسے کو تم امیر
 پیسے کا تو بھی تو زاہر وہی جان میں شراب
 فرشتے آکے جہان میں گناہگار ہوئے
 امیر صلت قدرت کا کھیل ہے دنیا
 نوجوان لوگ کیا نہیں کرتے
 دل خون ہو کے میرا کب چھوٹا ہے اس سے
 خزان نزدیک ہو اب درنگ ای باغبان ہوگا
 قاتل اک چٹکی نمک دے ڈال اب
 کس کس نے ہلکا دکا اُس در پہ ہم جو پہنچے
 خشک و عذر نہ جھکی آنکھ تک آرام کب آیا
 عاشق ہو سے مگر کچھ چھ بڑا نہ جانا
 خطا سنے بے پڑھے قاصد نائین بکرون باتین
 دے جلد جام ساقی ٹوٹے خمار میرا
 کب انا الحق جبرم تھا منظور کا
 پیکان سے ترے دلوں مرے ہی یہ علاقہ
 مرد سے کا زندہ کرنا کیسا تم آپ مرتے

ہم ادھر تڑپا کیسے قاتل اُدھر تڑپا کیا
 مر گیا غش کر گیا دیکھو تو چُپ کیوں ہو گیا
 یہ خبر سنتے ہی میں مارے خوشی کے مر گیا
 اسے عزیز دھاک الموت نے گھر دیکھ لیا
 کنتوں کو لگا رکھا کنتوں کا سلا رکھا
 فریاد ان بتوں کی کرو گے خدا سے کیا
 جو میکشون نے یہاں پی تو کیا گناہ کیا
 کیے گناہ جو ہم نے تو کیا گناہ کیا
 بنا بنا کے مٹائی ہیں صورتیں کیا کیا
 دل لگایا تو کیا گناہ کیا
 جس گل کے ہاتھ آکر رنگ صفا نہ چھوٹا
 نہ میں اس باغ میں ہو نگاہ میرا آشیان ہوگا
 زخم کھاتے کھاتے تو جی بھر گیا
 لغزش نے پاؤں پکڑے دربان تو کچھ کھینچا
 یہی کھنکار ہا شب بھر وہ اب آیا وہ اب آیا
 ہم دل لگا تو بیٹھے لیکن لگانا جانا
 جو پڑا لیتا کہیں خط تو خدا جانے وہ کیا کرتا
 تیار ہے جماعت ہے انتظار میرا
 دیکھتے والا تھا کس منہ دور کا
 جب تیر کھچا ساتھ کھیجا شکل آیا
 مرنے کا کچھ سیجا تم نے مزاج بنا

انہیں سے کب سے بچو نکل بھی چکے کہیں
 ناتنے کے پاؤں تھک گئے قسمت قیاس کی
 دل بوند بھر لہو ہے پر حسب پر مضطرب ہو
 مست بین حلقہ کیے ایک سا ہے سب پر گرا
 مہمان امیر مرم ہو ورنہ
 اوڑھی جو تھی دو لائی چلت نہ تھا ابھر کر
 کہتے تھے دل کسی سے لگاؤ نہ لے میر
 جھکو دیکھا تو آئے نے کہا
 سنا ہے کل کہیں مسجد میں وہ بست آیا تھا
 قتل سے ہم ہے محروم گرمی ہاتھ سے تیغ
 اٹھا نہیں ہے شور جو بازار میں کہیں
 تو مجھ سے نکل خبر مجھے بھی نہیں پروا
 تصویر تری لاکے میں اب سامنے تیرے
 نالے بھی سہاتے نہیں اس چرخ کے نیچے
 قیامت کا اگر ڈر ہے تو یہ ہے
 بولے وہ گلی میں اپنی مجھ سے
 لاک دیتا تھا فلک جاگیر میں ہم ڈگر
 رخ جو متاں ادھر نہیں کرتا
 ذکر شب فراق پہ کہتا ہے دل مرا
 اس بست نہ خو کو رام کی
 سوال خون کا اپنے کرین گئے تیرے ہم

کہ بخت دم تو جان کا خنجر لہو گیا
 جب تھوڑی دور کھد کا میدان رہ گیا
 اس وقت رنگ دیکھو اس بوند بھر لہو کا
 دور ساغر میں سب پر پرستان بن بیٹھا
 وہ حنا خراب محمد بن ہوتا
 جو بن چھپا یا تم نے لیکن چھپا نہ جانا
 دیکھو تو چپار روز میں کیا حال ہو گیا
 ہاں کیا حال ہو گیا تیرا
 نماز ہونہ سکی اس قدر ہجوم ہوا
 ہائے اس آنکھ سے جلاؤ کو کیون دیکھا تھا
 کیا آج امیر مست سے اٹھا نہیں گیا
 ڈھب تیرے جلائے کا یہ اسے یاد کر دنگا
 چھاتی سے لگاؤ لگا اسے پیار کر دنگا
 کیا تانگ سے اللہ مصیبت کدہ اپنا
 کہ ہے ہے ہم کو پھر جینا پڑے گا
 ادھنا خراب اپنے گھر جا
 مختصر سا ایک تختہ بہرہ دفن لے لیا
 ہائے دل بھی جگر نہیں کرتا
 لو میرے آگے نام نہ اس روسیاد کا
 آئینہ اس امیر کام کیا
 جواب غزوہ حاضر جواب کیا دنگا

اظہار حال حشر کے دن کچھ ہنوسکا
 بہت غم نہ کھا عشق کا اسے میسر
 تیری لکنت پرند اسوجان سے دل پو گیا
 وہ آئے کھینچکے تلوار سب کو شاد کیا
 کھل گیا زابد کہ مستون پر خدا کا رحم ہے
 غم اس کا حسرتوں سے پوچھتا ہو میر و سید و مین
 وفا تو یار نہیں چاہتا ہوں میں تجھ سے
 مجھ سے ہو سکتا کہ ویت بازو قاتل کو بچ
 یار آیا ہے مرے مرے دے پر
 ڈوب کر خوب خون چکان نکلا
 کل ذرا چپ مرے پاس کو جو بیٹھا نا صبح
 مدت ہوئی کہ غم سے خون ہو کے پہ گیا دل
 حضرت عیسیٰ ابھی کیا دیکھتے ہو میری نبض
 کچھ آج نہیں رنگ یہ افسردہ دلی کا
 سنوارا ہے اگر اسکو لحاظ اتنا بھی تو رکھنا
 دلبری سے کام ہے ہکو دل آزاری ہو کیا
 شمع کی طرح جلا بھی میں پھنکا بھی لیکن
 بیقراری نے بدوائی تو کروٹ بدلی
 میں دل لگا کے تو حسنا ہوں کیا گردن نا صبح
 ٹوٹ کر کس کان سے ہوتی کا دانا گر پڑا
 ضعف دل نے اثر یہ دکھلایا

قصہ مرا طویل زمانہ قلیل تھا
 تجھے کوئی آزار ہو جائے گا
 تو نے آدھی بات کی میں نیم بسمل ہو گیا
 امیر آج بہت ہم نے تھکوا دیا
 ابر حجب تیلے سے اٹھا میکدے پر چھا گیا
 کہان ہے وہ جو دل نام اک یہاں میاں رہا تھا
 جفا میں تو نہ کسی کو شریک کر میرا
 دان ہوئی ابرو کو جنبش بیاں بدن پر ستر تھا
 اسے اس وقت میں زندہ نہ ہوا
 تیرے دل کا مزا حیدان نکلا
 میں نے سمجھا کہ میں کجخت اسے دیکھ آ یا
 صدمے کیا ہوا صاحب تم سے عزیز کرتا
 پہلے اسکو دیکھ آؤ پھر مجھے تم دیکھت
 مدت سے یہی حال ہے یارہ مری جی کا
 اب اسے مشاطہ آئینہ نہ اُسکے رو برو رکھنا
 یار کی یاری سے مطلب اسکی عیاری ہو کیا
 عمر بھر رشہ الفت مری گردن میں رہا
 درد دل نے جو مدد کی تو میں بستر سے اٹھا
 ترا کلام ہی دل میں افروز میں کرتا
 ڈھونڈھنے آنکھوں سے جو سارا زمانہ گر پڑا
 درد سے بھی اٹھا نہیں جاتا

آوارہ پھر رہا ہے محبت کی راہ میں
چکر لگا رہی ہے جو بجلی چمن کے گرد
ہزاروں اُس سے سوا بے نشان ہیں لیکن
لاکھوں اُس یلے کے دیوانے تھوڑے عرصے میں
بہا خون ہو کر جو ٹھوکر سے بولے
ہم مر گئے تو واہ ری بدنامیو کچا پاس
دیکھ کر عکس آئے ہیں کہا
باڑہ رکھی ہے اُس نے خنجر پر
دل میں تو ہیں حضور و پاں غم کا کام کیا
جو ہے مقام جکا زیا وہی ہے اُسکو
بولے وہ شکے رات کو میری صدا امیر
یون ترے در پہ کیوں پڑے سہتے
تو ہی بت ٹھکانا اسے باغبان بہارا
تپ غم ہوئی تو بھی معشوق ہم کو
روڑ محشر سے ڈرایا ایک دن میں ڈاہیں
چڑ گیا ہے کوئی ناسور جب گریں شاید
پہلے تو کو سے یار میں تنہا ابیر تھا
بتکدے میں ہیں اب صنم خوش باش
چھو گئی بوجہ ان محبت کی
قتل موذی کا تو شرعاً ہے درست
زلف و رخ دونوں نے مجھ پر تم ایجاں کیا

اک دل دیا تھا ہکو خدا نے سویون گیا
مد نظر ہوا ہے مرا آشیانہ کیسا
کھل گیا ہے زمانے میں نام عفت کا
ایک مشت استخوان کا نام مجنون رکھ دیا
مہیبت کا مارا یہ دل تھا کسی کا
مٹوا دیا نشان ہمارے مزار کا
یہ تو کچھ ضرورت آشنا تھا
ہاں اس وقت مجھ میں دم نہ ہوا
ہو جس جگہ سرد و روان غم کا کام کیا
سینے میں داغ بہتر پہلو میں درد اچھا
پوچھو تو کوئی نام ہے کیا اس فقیہ کا
ہم غریبوں کا گھر اگر ہوتا
کس شاخ پر چمن میں تھا آشیان ہمارا
تری گرمیوں نے ہمیں مار ڈالا
ہنسکے بولے وہ بھی اک فتنہ ہے نئی چال کا
کہ مری آنکھ سے کل شب کو بہو پھر آیا
تھلا جو گھر سے یار تو جہم غفیر تھا
گھر تو اُن کا خدا کی نذر ہوا
رنگ پھر ڈر سے منہ نہیں چڑھتا
ما صبح اب تک کیوں سلامت رہ گیا
اسنے حیران کیا اُس نے پریشان کیا

کشتے ہیں جو رہ کر ترے تلون میں ای رہو
 جو میرے قتل کو تلوار لے کے یار آیا
 شوق سے میں نے جو خنجر کے تلے سر رکھ دیا
 داغ نے پہونکا ہمارے خانہ دل کو امیر
 یار شب فرقت بھی ہوئی ہے کہیں آخر
 بازو پر رکھ کے سر جو وہ کل ساتھ سو گیا
 گل خود تھے بے ثبات گلستان دہر میں
 صنبط کرتے ہی اثر نالوں کا ظاہر ہو گیا
 تم جو پہلو سے اٹھے دل سے نہ صدمہ اٹھا
 وحشت کا سلسلہ نہ گیا ہاتھ سے کبھی
 گلاشت کی زد سے مجھے تکلیف ہم صغیر
 تھے انشک حسرت جہان حیر میں
 بہنیں تو نے دیکھا ہے اُس بت کو زانہ
 ولیمین مصنون تھا جو اُس شوخ کے ظاہر ہوا
 کچھ اس ادا سے مازا مجھ کشتہ ادا کو
 عشق نے زور دکھایا تھا امیر
 چچکا بیٹھا ہوا ناصح کی مین باتیں سنتا
 بڑا مست شراب شوق ہو کر وصل میں جب میں
 مر کے اس شوخ سے وصال رہا
 کرتے تو کیا قتل مجھے یار نے لیکن
 ایسے کا کیا کرے کوئی دربار سے امیر

عوف لیتے ہیں کاشٹے تجھے اپنی پائیالی کا
 لپٹ گیا مجھے بے اختیار پیر آیا
 چھیڑنے کو ہاتھ سے قاتل نے خنجر رکھ دیا
 ایک چنگار می نے سارا گھر جلا کر رکھ دیا
 اس شام نے بھی منہ کبھی دیکھا ہے سحر کا
 آرام یہ ملا کہ مرا ہاتھ سو گیا
 گلچین غریب مفت مین بدنام ہو گیا
 بول اٹھے گھبرا کے ہے ہے لودہ آخر ہو گیا
 در پہلو میں یہ اٹھا کہ مین چپلا اٹھا
 دامن سے ہاتھ اٹھا تو گریبان میں جا پڑا
 کیا دل گرفتگی مین مزہ سیر باغ کا
 وہیں خشک میرا لبو ہو گیا
 یہ ایمان ہرگز سلامت نہ رہتا
 رہ گئی مجھ کو یہ حسرت کہ وہ شاعر نہ ہوا
 مقتل میں ہر طرف تھا اک شورا فرین کا
 کوھکن کوھکنی کی کمرتا
 پر تراؤ کر تھا اسے یار مین کچھ کہہ نہ سکا
 تو وہ بولے پیسے ہو آج تم مجھے الگ رہنا
 خواب مین بھی وہی خیال رہا
 رو رو کے مرے خون کو تلوار سے دھویا
 دو دن جہان سلام کیا وہ بگڑ گیا

چلے جو آگے بتاتے تری گلی کی راہ
 زینتِ شیریں غنچہ نازِ قاتل نہ ہوا
 کہینچتا ہوں میں تصورِ مین اگر ماتہ انکا
 استخوان گاہِ محبت میں تھے سب ثابت مگر
 ذرا چشمِ ترکوا شاہ کیہ
 شکوہ زبان پہ آنے سکا بچِ حجب کا
 جنت کا نہ میں خواہاں حور و کمانہ میں طالب
 پٹ کی اوجھل سے قلم است ہوا شاعر کرنا
 سمجھے کہ عرضِ حال کرے گا ضرور امیر
 ازل کے دن کوئی نادان تھا نہ دانا تھا
 باغبان کہتا ہے سن سن کنزِ غنایں عندلیب
 باغبان بیدار اگر گل بیوفا گلچینِ قریب
 بند گئی اس گل کی یہ نازک مزاجی کی ہوا
 گلوں سے لگی ساری گلشنِ مین آگ
 میرے حق میں ہر طرح ہے یاد کی چوٹِ غضب
 دیکھ سکتا ہوں نہ میں انکو نہ وہ مجھ کو امیر
 شمع پر گزری ہے جو شبِ تاسخ
 دم بھر ٹھہرین ہاتھوں سے دل کو سنبھالوں
 ہنسکے روئے پر مرے کیسا کیا مجھ کو بخل
 اب یہ عالم صنعت کا ہے میں جو رہتا ہوں امیر
 لیل و نہار وصل دکھاتا ہے تو دکھائے

مین آج خضر سے بھی سخت بزرگان ہوا
 خواب اسے حسرتِ دیدارِ مسالہ دیا
 کھینچکے کہتے ہیں کہ ہے سے مراد بونچا ٹوٹا
 دودم جو بڑا گیا میدان اس کے ہاتھ تھا
 کہ دریا نے ہم سے کتارہ کیہ
 اک بوسہ دیکھ اُس نے مرے منہ کو سہی دیا
 بوٹا سا وہ قند ہوتا چھوٹا مکان ہوتا
 قہر ہے بیٹھکے کھڑکی سے نظارے کرنا
 دربار اس کے آتے ہی برخاست کر دیا
 فقط امیر عنایت کا کارخانہ تھا
 پھونکے لے آتشِ گل آتشِ غنایں عندلیب
 یارب اپنا درِ دول کہ کوٹنا عندلیب
 پھر گئی منتظر تک اگر صدائے عندلیب
 الہی کہن جاے بیلِ غریب
 قبر کی چوٹوں سے آفتِ پیار کی چوٹِ غضب
 گھر کے اندر مین وہ بیتاب مین باہر بیتاب
 منحصر سی ہے ہماری سرگردشت
 بیدر و میرے سینے سے پیکان ابھی نہ کھینچ
 ہو گیا مین پانی پانی ہو کے آنسو کی طرح
 ساتھ ہر آنسو کے گر کر پڑتا ہوں آنسو کی طرح
 کیسی یہ آسمان نے لگائی ہوشام صبح

ہماری راہ میں بہتر سے میکشی کو صبح
 دعویٰ ہے گو کہ میگنی کا امیر کو
 نہیں ہیں بتلیان آنکھوں میں اسکی
 بوسہ اس لب کا ملا پائی مراد
 کہتے ہیں کشتہ زخم سے وہ ٹھکرا کر
 تج کو پہچا تھا کس لیے قاصد
 کرتے ہیں ڈرتے ڈرتے ادھر لگا شوق
 کچھ ایسی بے خبری چھا گئی ہے الفت میں
 میں قریب صحن گشت ہم اسیر و نئے نفس
 آئے بہت جو یاد پس مرگ میرے دل غ
 آیا جو یاد سونا اس سے چٹ چٹ کر
 آنکھیں تو میری ملتے ہو ایمان پاؤں سے
 اسطرح ہم اسطرح دل بیچ میں ہر چشم تر
 سمجھے جو اسکو سایہ دیوار یار ہم
 ناتوانی نے زور کام کیا
 میں وہ گل ہوں اس چمن میں باغبان
 شکل سے زنج ہو نگا بڑا سخت جان ہوں
 عقل کہتی ہے کہ وہ وحشی ہے پہلے رام کر
 قتل کر پراک ذرا اسے تیغ یار
 دھوم کرنا ہے جو اسے دشت تو خاطر خواہ کر
 عشق کے نام سے معشوق کو ہوتا ہے گریز

اب آگے قاضی و مفتی و محتب کی صلاح
 بیٹھا ہے تیرے آگے گنہگار کی طرح
 یہ درپردہ میں دو فتنے نظر بند
 منہ کی مانگی آج ہاتھ آئی مراد
 لکھو لکھو سے آنکھ اگر ہے مرے رفتار پسند
 یا ست کا تو جواب دے قاصد
 چپ خوب دیکھ لیتے ہیں پہلے ادھر ادھر
 نہ دل کو میری خبر ہے نہ مجھ کو دل کی خبر
 دیکھ لیتے ہیں کبھی پھولوں کا جو بن جھاگ کر
 دو پھول اٹھا سکے پھیکہ دیے میری گور پر
 تیکوں سے شب میں رویا کیسا لپٹ لپٹ کر
 زکس کو احتیاط سے رکھتے ہو طاق پر
 ہم سمندر کے ادھر ہیں دل سمندر کے ادھر
 اٹھا گیا نہ سایہ طوبی امین بیٹھا کر
 چڑھ گئے یار کی نگاہوں پر
 پھیکہ سے گلچین بھی جب کو توڑ کر
 کرتا ہے مجھ کو ذبح تو تلوار تیرے زکر
 شوق کہتا ہے ابھی سے وصل کا پیغام کر
 آشنا نا آشنا پہچان کر
 شہر گردی کب تک صبر اسے بھی کچھ راہ کر
 جی میں ہے آج سے عاشق ہوں شفیق بہت

ذرا نظارہ گل بلبل بے بال و پر کرے
گھر بیٹھے ہی رقیب کو تجھسا سمجھ لے
نرخسہ ہے حسرتوں کا دل داغ داغ پر
گرتی نہیں ہے اوس یہ آنسو بہن احوال
جانے دے اُس بہت کو ضبطِ نالہ و فریاد کر
بھیر طہین پڑ جائے تا آنکہ اُس رخ پر نور پر
تو آسمان توڑ چکا اب بہت نہ بڑھ
مسافر سے جھگڑتے ہیں فرشتوں کو خلا سمجھے
جان اگر دیتی نہیں ہے ساقی کلفام پر
صیاد یہ ستم تو برا ہے خندانہ کر
کوئی جو بن پر ہے عاشق کوئی اسکی گات پر
پس مردن یہ بختا ہکو رہتہ بفراری نے
اے یار بات بات پہ ہوتا ہے اب بگاڑ
کیون نہ ہو دریا کے پانی میں یہ توڑ
فضل گل آگئی شاید کہ صبا گلشن سے
نکلے اب کوئی تو راہ پرورش
اب نہیں دوشعر بھی یاد اے امیر
دیکھ کر گستاخی پروانہ شرماتی ہو شمع
محابس میں بیان سوز دل کا
مدد اے وحشت دل دونوں ہم کینک ہو جان
ایک قطرہ خون ہے دل پردہ قطرہ ہوا میر

بٹھا دے ایک دم صیاد اسے دیوار گلشن پر
باہر تو گھر سے آکھن تلوار کہنچ کر
گرتے ہیں جس طرح سے پتنگے چراغ پر
روتی ہے رات بھی مرے بخت سیاہ پر
اتنی بے صبری نہ کر اسے دل خدا کو یاد کر
چڑھکے بیٹھے ہیں کلیم اللہ کوہ طور پر
اسے نالہ آگے جا کے ادب خدا سو ڈر
گھڑی بھر چپ پڑا ہے نہیں تو ہن منزل پر
کیون ہو روتی ہے منہ رکھ کر صراحی جا پر
بے بال و پر ہون میں ابھی مجھ کو رہا نہ کر
کچھ نہیں کھٹکا کہ ہم دیوانے ہیں کس بات پر
چھپے ہم خاک کے نیچے گو افلاک کے اوپر
غصہ ہے قہر غم ہے آفت غضب بگاڑ
ہے مرے ہی آنسوؤں کا تو پنجوڑ
برگ گل نیکے چلے مرغ گرفتار کے پاس
بندہ پر دراک نگاہ پرورش
تھے کبھی دیوان کے دیوان حفظ
تھوڑی تھوڑی کیسی محفل میں ہوئی جاتی ہو شمع
جلجلاے تری زبان اے شمع
پھٹے جسم گریبان چاک پہنچا انکو دامن تک
غوطے کھاتے پھرتے ہیں جہنم دو عالم آفاق

اے غم تری اب خوشی کہاں تک
 دیکھ کر تیج مجھے غش نہیں آیا قاتل
 سارا سے چمن مکان بلبل
 قفس میں آج بہت بجو اس سے بلبل
 استخوان پہلو کے میرے سونگہ کر بولا ہما
 روتے ہیں صیاد و گلیچین ہے خزان سارا چمن
 بگڑا ہوا گلوں کو جو پاتا سے رنگ دل
 محفوظ کوئی سختی ایام سے نہیں
 جلد کیسے گرد گئی شب وصل
 مستی میں بہک کے کہیے ہو پنے
 بیانِ خارِ محبت وہاں ہے نشہِ حُسن
 چھپ گئے پہلے تو محب کو دیکھ کر
 ہے یکس چشمِ سیہ کا دور دور
 پہنچے سب منزل پہ جتنے تھے ہمارے غش
 زدہ سنی مژگانِ ستم کیش تو دیکھو
 رات دن رہنا تڑپنا تملانا پیٹنا
 بہار آئی جنوں کیاب میں جاؤں گلشن میں
 تجھسا دیکھا نہیں جوان کوئی
 مر کے بھی یار کا دم بھرتے ہیں
 جانن وہ دسکے لے لینے کی راہیں اور ہیں
 کیا ہے میں مجھ پر ظہارِ شوقِ گل سیری میں

کج بخت ہو تو ہو گیا دل
 سجدہ شکر کو سر میں نے جھکایا قاتل
 ہر شاخ ہے آشیانِ بلبل
 گلوں کی خیر ہو یا رب داس ہو بلبل
 کس طرح کھاؤ انہیں آئی سے اسوے دل
 اک طرف سے ہے بلبل اک طرف ہی باؤ گل
 غنچے کی طرح باغ میں ہوتا ہے تنگ دل
 عاشق سخت جان ہیں تو عشقِ تنگ دل
 ادھر آئی ادھر گئی شب وصل
 بمانقا کہ ہر کہہ کر گئے ہم
 نہ اختیار میں تم ہو نہ اختیار میں ہم
 پھر کہا لو کس سے بٹھرتے ہیں ہم
 سرے کی صورت پسے جاتے ہیں ہم
 المدد اسے تیز رفتاری رہے جاتے ہیں ہم
 ہر پانچ میں سو وار ہیں ہر وار میں سو زخم
 ہیں تو ہم ناکام پر رہتا ہے کامو کا ہجوم
 نہ تار میرے گریبان میں ہے نہ دھن میں
 اچھے اچھے جوان دیکھے ہیں
 زندہ عشق کہہ میں مرتے ہیں
 جکو آنکھیں ڈھونڈتی ہیں وہ کجا ہیں اور ہیں
 مرے صیاد نے میرے پر دسکے پھول کتر ہیں

دل ویران مرا آباد رہے
 است متاع جان بے ثقا غم نہ چاہیے
 بہین لے گئی بیخودی دور امیر
 سگ وہانے کیا ہے کرم تو عذر ہے کیا
 خدا و از کرے عمر برق اسے گلچین
 شیخ جی مر گئے ہیں اُن کے مُرد
 ازل عشق میں بس رونے لگے تو امیر
 سفر نہیں ہے حد میں بھی وحشت دے
 تجھے کیا ہم جو وصف ساقی گفام کرتے ہیں
 وصل کو اُن سے جو کہیے تو کرین وعدہ حشر
 پاس اخفا سے محبت ہے ہانک کہ امیر
 ہزار طرح کے ہوتے ہیں وہم ہکو امیر
 یار کے اُٹھتے ہی برہم ہو گیا سامان عیش
 امیر دیر و حرم سے الگ ہو جاتے ہیں
 وفا کا وعدہ دیا ہو یہ غیر ممکن ہے
 بلبل آواز اسیرانِ نفس کو نہ سنا
 عجب دریا سے تیرت میں پڑا ہوں
 ہونے کے خوش نالہ بلبل پر جو گل بنتے ہیں
 تھیں پروا کیو کا روان میں
 اُس کو پسے میں جب ٹھوکرین کھا تا میں گیار
 زاد و غافل نہیں اُس سے منم

ایسے دیرانے کہاں ہوتے ہیں
 ایدل حبس کو کسی بار زمین نہیں
 خدا ہی ملا سے تو اسب ہم طہین
 جلی بھتی ہوئی ہیں بدیان سو حاضر ہیں
 چراغ آکے جلاتی ہے آشیانوں میں
 جس دم کا لگان کر تے ہیں
 نہ ابھی نالے کیے تم نے نہ آہیں کہنچین
 ہم اب یہاں سے الہی کہاں نکل جائیں
 تو اپنا کام کروا عطا ہم اپنا کام کرتے ہیں
 کیجیے قتل کی خواہش تو ابھی حاضر ہیں
 دل بھی میرا مری حالت سے بھر دار نہیں
 کسی کی آنکھ جہاں ہم پر آب دیکھتے ہیں
 مے کہیں دینا کہیں ساقی ہدین ساغر کہیں
 وہ ڈیڑھ اینٹ کی مسجد خدا بنا تے ہیں
 جفا کا وعدہ تو اب تک وفا ہوا ہی نہیں
 صحبتیں اگلی چین کی انہیں یاد آتی ہیں
 میں کس نا آشنا کا آشنا ہوں
 وہ تری پیار کی باتیں مجھے یاد آتی ہیں
 الہی کیا میں نہ یاد درا ہوں
 لغزش سے گرا ہوں طیش دل کا ٹھاپا
 تنگے میں بست خدا کی یاد میں

سُنتی نہیں ماسے عمر فرست
 راحت کو ڈھونڈ سکتا ہے عہد تو جہان میں
 دینی نہ تھی کسی کو جو اسے آفریدگار
 مرا خطا سے پڑا پڑے نامہ برسے کہا
 کبھی ہم تک نہیں آتین جو دکھا حال دکھلائیں
 پھولوں سے کہہ صبا یہ خوشی کی جگہ نہیں
 اُس خرابے میں ہم پڑے ہیں امیر
 اسے صبا جا کے اسیر ان نفس سو کہدے
 اتنی فرصت ہمیں ہے اسے کشش دستِ چوں
 نامہربان ہے یاد تو اُس کا نہیں تصور
 ہجر میں اظہار تنہائی کا کرتا ہوں جو میں
 ادبِ عشق بت مجھ کو مرضی ہو تری
 تنہائی میں نہ روتے نہ گانے کا لطف ہے
 صورت کو اُسکی دیکھ کے سمجھے جو عمرِ غریب
 ڈراؤنِ حشر کی فریاد سے تو کہتے ہیں
 اپنے گھر بیٹھے وہ آرام سے کرتے ہیں بسر
 غم نہ اُسکا جاے دل سے خوش ہوں میں
 کوٹھے سے وہ اُتر کر پہنچے بھی اپنے گھر میں
 نگاہیں حیات سے کہانِ پیرِ چلین
 گھر میں اللہ کے داغ ہیں تو کچھ ہو کلام
 چڑ گیا چول کوئی آتش گل کا شاید

اک عمر سے ہم بچا رہے ہیں
 اس کا زمین میں ہے نہ پتا آسمان میں
 پیدا ہی کیوں کیا عطا خوشی کو جہان میں
 یہی جواب ہے اسکا کہ کچھ جواب نہیں
 وہ نظریں سیر کرتی پھرتی ہیں ترکانے سایہ میں
 رونے کا ہے مقام ہنسی کی جگہ نہیں
 کہ جہان خاک بھی نہیں کو سون
 موتِ گل ہے اب اگر چمن آباد کریں
 حتم کے دو چار گھڑی خاطرِ صیبا کریں
 یہ مہربانیاں بھی کسی مہربان کی ہیں
 حسرت دیدار کہتی ہے کہ میں تو ساٹھ ہوں
 خواب میں بھی میں اُسے بیا کر دوں یا نہ کروں
 اک تانِ تم اڑاؤ تو اک نالہ ہم کریں
 تم سے کبھی میر سے باتیں نہیں ہوئیں
 ہمارے آگے تمہاری دہان سے گا کون
 دیکھ کر حال مرا ضبط کریں تو حبانوں
 دل کے جانے کا مجھے کچھ غم نہیں
 آنکھیں ہماری اب تک چھت گئی ہوئی ہیں
 اودھ دیکھیے تیلیں ان پیرِ چلین
 سیکڑے میں ابھی آئیں تو ہماری سہی کہیں
 اُٹھانے جو عناد دل کے پڑے پھٹکتے ہیں

گھات میں محتسب کو رہنے دو
 نہ عارض نہ زلف و نادر بکھتے ہیں
 بیا پھر تو نے اُسکا نام اے دل
 کیا دل سے کد ضرور مجھے امیر
 اے صنم اب ترا خدا حافظ
 امیر مر نیکیا اُس نہ ہجر یار میں جان
 تو ادب سے جسے کہتا ہے صدا و زاہد
 اتنے میں جانب زندان جو وہ مر لیتے ہیں
 لگا کر تجھ سے دل حائل ہوا یہ احوال دشمن
 اشک سے جب دیکھیے معمور ہیں
 مانگتا ہوں خدا سے روز شراب
 کناٹے جانتے ہیں کی گھاتیں سمجھتے ہیں
 لذت جو خاموشی میں ہے کیونکر عیان کردن
 پر چھپان جب اُدھر سے چلتی ہیں
 یہ تیلیان نہیں ہیں اسے کی ہمسفیر و
 کرتے ہیں بندگی پر بیعتان
 وہ بُت ایسا تو بت بنجائیگا واعظ ابھی
 ایک بھی مانا نہیں وہ بُت
 نہ بڑوں جو فرقت میں تو کیا کروں
 کوئی مجھ کو لیے جاتا ہے کہیں
 راہ صحرا کی جو ہم لیتے ہیں

مست بھی ہوشیار رہتے ہیں
 خدا جانتے ہم تجھ میں کیا دیکھتے ہیں
 اے ظالم ابھی سمجھ چکا ہوں
 کہ اک غبار سارہتا ہے میری آنکھوں میں
 ہم تو کعبہ کی راہ لیتے ہیں
 اٹک اٹک کے نکلتی ہے انتظار میں جان
 اُسکیو پیار سے ہم لوگ صنم کہتے ہیں
 اچھی آپ اپنے اسیروں کی خبر لیتے ہیں
 زمانے بھر کا میں دشمن زمانہ بھر مراد غم
 دو دن آنکھیں ہیں کہ دونا سور ہیں
 میں بھی کیا رند پاک طینت ہوں
 زمانہ ہنسنے دیکھا ہے یہ سیاتیں سمجھتے ہیں
 قابل بیان کے جو نہو کیا بیان کردن
 دل کی کیا حسرتیں نکلتی ہیں
 چھریان لگی ہوئی ہیں چاروں طرف نفس میں
 منہ بچ کیا جوان صالح ہیں
 حاکمون کے سامنے چلتی ہیں تقریریں کہیں
 ہم خوشامد ہزار کرتے ہیں
 کہ بے شغل رہنے کی عادت نہیں
 نہیں معلوم کہاں جاتا ہوں
 جتنے کانٹے ہیں قدم لیتے ہیں

ڈوبتے گتتا جو میں دریا میں ہوں وہاں
 جب میں کہتا ہوں کہ ساحل تک مجھ پہنچاؤ کون
 ہم کو نہ واسے حشر کا کیسے غم
 پکاروں کسے کاروان میں ایسے
 ہو کوئی کاہک تو سودے کا ایسے
 ہنس تو پڑتے ہیں مرے رونے پر
 ایسی راحت ملی قناعت میں
 میں کہتا نہیں منہ سے کچھ مر رہا ہوں
 مزہ ملا مجھے یہ دل کی بقیراری میں
 کرتے ہیں جو لوگ ذکر اُن کا
 دم لے نہ ابھی پوچھ مرے درد کو ہدم
 ان جسیون کی ہتھکڑیاں سرکار
 کرین قتل وہ عشق وہوس کو جان تولین
 نفرت ہے روک روک سے اپنی مرث میں
 پاؤں اُس کے نہیں دبا تے ہیں
 اس سو رشک اُس سے ضرور دون خدا کو نکالیں
 مری گھر خواب میں اسے تھے اک دن
 لیا ہے میرے بس اسی کو گالی دو
 نالہ اگر کرے تو سمجھ بوجھ کر کرے
 میں خدا کے سامنے کہہ دو گا زہد تو کیا
 راست دن غم چم گزرتے ہیں

چھوٹی چھوٹی کشتیاں لے لیکے موجیں ڈالتیں
 خضر کہتے ہیں کہ اس دریا کا ساحل ہی نہیں
 کہ شب سحر کی سحر ہی نہیں
 جس بھی تو آواز دیتا نہیں
 کون سے بازار میں سودا نہیں
 شکر ہے گریہ سے اثر تو نہیں
 سو گئے پاؤں کنج عزت میں
 غم عشق تیری خوشی کر رہا ہوں
 کہ بھر رہا ہوں تک اپنے زخم کاری میں
 ایک ایک کا منہ میں دیکھتا ہوں
 رونے سے جو دل ٹھہری تو کچھ بات کروں
 پاؤں چھونے پہ ہاتھ کھتے ہیں
 کمر سے کینچہ کشید امتحان تولین
 رضوان کو دیکھ کر نہ گئے ہم بہشت میں
 اسپر اپنا دباؤ ڈالتے ہیں
 رہنما رہن تمہاری راہ میں سب ایک ہیں
 ادھر منہ کر کے اب سوتے نہیں ہیں
 خفا ہو مجھے نہ لینے میں نہ دینے میں
 بیل سے کہہ دے کوئی کہ ہم بھی چین میں ہیں
 یا سابت دوسرا ساری خدائی میں نہیں
 ہم تو اس زندگی پہ مرتے ہیں

میکہ سے مین کہین پڑے ہوئے
 صیاد سے چھری کے تلے عندلیب نے
 عاشق ڈرائین گے اُسے کہکر یہ حشر مین
 محتب جام سے جو ٹوٹے ہیں
 ہمارے سامنے بڑہ بڑہ کو بوتل ہے بہت
 دیکھن لفرش نہ کھانا و اعطو
 امیر وادی غربت مین تاکجا گردش
 لین بلاین جو وصل مین تو کہہ
 اسے چرخ یہ اپنے جو صلے ہیں
 ترپا مین بہت تو ضعف بولا
 کشتہ اک پردہ نشین کا ہون درشتو نسے کہو
 عکس اپنا آئینے مین دیکھ کر کہتا ہے یار
 کسکے غم مین اجل آئی کہ مرے ماتم مین
 بحث تنگی مین دہن کو کیوں ہو کچھ حاصل نہیں
 دعائیں مین نے انکو دین تو بولے
 کیا ترپ کر لوٹ کر اذقات کاٹی ہجر مین
 آدہ ہے فضل گل کی جلدی امیر ادھیرو
 بے تکلف ہو تو ہم شعر و سخن پر غشس ہیں
 ترپے کس طرح یا دست تل مین
 کیونکر تری گلی سے مین تال بھی اٹھوں
 محشر مین بھی دیوانہ کو پوچھا نہ کسی نے

شب جمعہ سے آج امیر کہان
 حسرت سے یہ کہا کہ غریب الوطن ہو نہیں
 کیون اسے صغ خدا سے ترا اب گلہ کریں
 میکشون کے نصیب پھوٹے ہیں
 ملے وہ لبکے تو ناصح کو سامنے کر دین
 پی کے ہم آئے ہیں بزم و عطا مین
 بہت سفر مین رہے اب چلو وطن کو چلیں
 بس انہیں باتوں سے مین چڑھتا ہوں
 اک دل سے حزار آبلے ہیں
 اللہ اب تک یہ جو صلے ہیں
 میرے تابوت سے دو چار قدم دور ہیں
 دیکھنے والوں سے خلوت مین بھی چھٹکارا نہیں
 بال کھولے ہوئے فردوس سے حورین آئیں
 گسکے منہ لگتے ہو تم غنچہ تو اس قابل نہیں
 ابھی یہ گالیاں کسپر پڑ مین تھمیں
 کر دین لے لیکے پہنے رات کاٹی ہجر مین
 ٹانگے جو چاک دل مین دو چار رکھتے ہیں
 کوئی معشوق ہو بیباختہ پن پر غشس ہیں
 جان بھی ہے کہین مرے دل مین
 مٹی مین تل تو لون مین ہو مین نہا تو لون
 آگے کی خدا جانے ابھی تک تو بچے ہیں

سراپا آرزو ہوں کیا نہ مانگوں یاد کیا مانگوں
 فصل بہار آئی گلشن بہک رہے ہیں
 دشمن ہیں بات بات میں وہ بدگمان ہیں
 بادِ فادہ ہو فاسد زخیرِ جبر ہیں وہاں
 دو پائین ہیں دن ہو رہیں دو لون کے مقرر
 دیکھا ہے کسے راہ میں رہنے کہ نہیں ہوش
 ساقی میں تری نرگس میگوں کا مست ہوں
 سخت جان مجھ سمجھ کر قتل وہ کرتا نہیں
 زہر سے نصیب خوشا بخت اگر قیامت میں
 جوشِ جنوں کا اب کوئی سامان ہی نہیں
 خم کے خم صاف جو کر جاتے تھے دو باتو نہیں
 ہر تیر مرزا کر کے وہ کہتا ہے امیر
 تاب و طاقت تو میری رہی گوچے میں ترے
 خطا طویل یا کہو میں نے لکھا مگر
 معشوقِ روحیں کہ ساقی ہو ناز میں
 باطن کو دیکھیے تو سراپا فریب و مکر
 رکھتے نہ تھے چمن میں جو یادوں فرشتہ گل پر
 ڈھیر ہیں سایہ اشجار میں کچھ سہمی کے
 نیند آنے کا نہیں اب کوئی سامان امیر
 وہ سست شراب پھر رہے ہیں
 خاک جو لپٹی ہوئی آتی ہے محل سے تری

خدا سے گرد دعا مانگوں دل بے دعا مانگوں
 ہر شاخ گل پر کیا کیسا چپک رہے ہیں
 ظاہر میں دیکھیے تو بڑے ہر بان ہیں
 آشنا نا آشنا دو لون برابر ہیں وہاں
 تم آؤ گے کس دن مجھے بلوؤ گے کس دن
 گھبرا رہے ہوئے پھرتے ہیں گھر بھول گئے ہیں
 توبہ کا نام لین مرے دشمن بہار میں
 میرے مرنے کی جگہ ہے یہ کہ میں مرنا نہیں
 گناہگار دن میں تیرے ستار ہم بھی ہوں
 وہ ہاتھ ہی نہیں وہ گریبان ہی نہیں
 ذکرِ خیرِ آج تک اُن کا ہے خرابا توں میں
 تیرے کسے ترے سینے پہ لگا سنے دیکھوں
 گھر تلک اپنے میں اب جاؤں تو کیونکر جاؤں
 مطلب کو دیکھیے تو کہیں کچھ بتا نہیں
 دلمین مرزا نہیں تو کسی میں مرزا نہیں
 ظاہر کو دیکھیے تو وہ کچھ جانتے نہیں
 تیری گلی میں اب وہ کاٹو نہ لٹے ہیں
 اور کچھ ہلو بھر گور غریبان کی نہیں
 نہ وہ زانو ہے نہ بازو تیرے کچھ بھی نہیں
 ہم مہفت خراب پھر رہے ہیں
 ہے یہی مجنون اب احوال نشین مجنون کہاں

چاشنی عشق کی جبروز سے چکمی ہے امیر
 اٹھکے سب ہنص کس کس کا یارب غم کروں
 شام سے روز سر جو صفت ہوں
 انسان حسین کیسے پر یان یہاں کہاں ہوں
 تم تو مرسے سوال کا دیتے نہیں جواب
 طرز نالہ وہ بتا دو جو ہو صبا و پسند
 عمر کو سارا زمانہ گذران کہتا ہے
 باغبان تو ہی کسی شاخ پہ بٹھا دے مجھے
 حضور یار مجھے عرض حال کرنا ہے
 کھپ گئیں دل میں اگر پلکین نکلی زاہدا
 ممکن ہے بے زری میں صبر بخدا کروں
 نہ عارض نہ زلف صنم دیکھتے ہیں
 کون کلا گشت کو بازار میں آیا ہے کراچ
 اے عمر رفتہ کہہ دے یار ان رفتہ سے تو
 دیکھا تھا دل نے جب سے تیری آن بان کو
 کھاتے ہو قسم نہیں میں عاشق
 رہتے ہیں ترے مریض پہر وں
 کی خط میں نے دیا وصل کا تمکو جو پیام
 زنگ کی آتھ سوے زمین بے سبب نہیں
 کنگھی جو کر رہے ہیں وہ بالوں میں بار بار
 یکے دونا صبح جو کہتا ہے امیر

تلخ باتیں لب شیریں سے مراد جی ہیں
 قیس کو روؤں کہ میں فرما دکا ماتم کروں
 شمع کی سرگزشت سنتا ہوں
 مٹی کی سورتیں ہیں چینی کی پستلیاں ہیں
 مجھے جو کوئی پوچھے تو میں کیا جواب دوں
 اسے اسیران نفس تازہ گرفتار ہوں میں
 دن حیدائی کا مگر عمر میں محسوب نہیں
 بے پرواہ ہوں میں طاقت پر داز نہیں
 کرنے قبول تو ناصح کو میں وکیل کروں
 سیکڑوں پڑ جائینگے رخسے ترے ایمان میں
 فرما لشین جو یاد کرے اُس کو کف کروں
 خدا دیکھتا ہے جو ہم دیکھتے ہیں
 مشورے ہوتے ہیں یوسف خدیوہ میں
 بچھڑے ہوئے تہارے تمکو پکارتے ہیں
 ہم صبر کر چکے تھے اُمدن سے جان کو
 صورت تو امیر راہی دیکھو
 چھاتی سے لگا کے دروہ دل کو
 تذکرہ کر کے زمانے سے پشیمان نکرو
 ہے خفا کان خاک چہ سرست بہار کو
 رگ رگ سے کھینچتا ہے کوئی میری جان کو
 تم بھی چپ بیٹھے ہوئے باتیں سنو

تم دہن کو نہ کبھی اپنی کمر کو دیکھو
جان سے اپنی ہم تو درگزر سے
جگاتا ہوں میں کب سے تم ذرا کرتا نہیں تیرے
کہے دیتے ہیں غیر کے گھر نہ جاؤ
فضل گل آئیے پہلے پھٹکے ہم دام میں
نہ نیستی میں نہ ہستی میں ہے نفس وجود
عارضی حسن ہے اس سے بہت لعنت نکرو
نماز پوچھے ناصی امام کرتے ہو
لکھا ہے خط میں اُسے یہ مجھ پر نصیب کو
کوئی برچھی کا دار ادر بھی ہو
جو بیقرار بہت دیکھتا ہے مجھ کو وہ بُت
بیان کرتا ہوں اس میں سے میں اور پری تیری تان کو
پہلے تو اسی میں مٹا اُس نے اپنا دیکھا
اگس حسرت لیلے نے کہا ہنگام نزع
میری حسرت پر عبث ہو اس قدر حیران تم
بھرنے پر اچلے ہیں ہمارے جگر کے زخم
وصل میں پوچھتا ہے وہ مجھ سے
میں نے کہا جو بار سے مجھ کو بھی قتل کر
کل کی منزل سے لگا بجلی منزل ہو کر ڈی
لسر جان بخش سے اپنے ذرا تم
کون سمجھا ہے جفا پیشہ دل آزار و نکو

دیکھتے ہیں جو انہیں اُسکی نظر کو دیکھو
قتل میں تم بھی درگزر نہ کرو
اُنھوں سے خفنگان خاک کیسی نہیں سوتی ہو
اگر حب او تو گھر کے اندر نہ جاؤ
ما سے کیا کیا دل میں بھی سیر میں کی آرزو
مٹے امیر یہ جھگڑا کہیں مٹا بھی چکے
یہ مسافر ہے مسافر سے محبت نہ کرو
ہنہ میں ہوش میں تم سب الگ الگ پڑو
ازنا کا عہدہ ہم نے دیا ہے رقیب کو
میری حسرت پہ بھی نگاہ کرو
تو ہنسکے کہتا ہے صاحب خدا کو یاد کرو
لیٹ کر قتی ہے پیار پیرون زبان میں کو وہن کو
پھر مجھ سے ہنسکے بولا کیسا لگتے ہو بولو
سوچتے جاتی ہوں تجھ کو ایکسی میں قیاس کو
صاحب آئینے کو اپنے آگے رکھ کر دیکھو
تم زلف مشکبوس کے ذرا بیچ کھو لہو
اس قدر بے حواس تم کیوں ہو
بولا جنون ہو اس سے تھیں جا کر قصد لو
خار ٹھہرا کے جو کہتے ہیں ذرا دم لے لو
کبھی ہم مرنے والوں کو بھی پوچھو
اک نظر دیکھ تو لو آنکھوں کے بیمار و نکو

کرتے تو ہو سوال امیر اس سے شرمین
 کچھ تسلی دل زار تو کرتے جاؤ
 امیر دل نے کہا مجھ سے سنکے ناصح کی
 وہ عکس سے آئینے میں کہتے ہیں بگڑ کر
 حقیقت در و بید روی کی اُردم آشکارا ہو
 ہمارے تہارے تلک بھی ہو
 تین راجٹ جائیگی تم میری کہانی نہ سنو
 نہیں سے دل مرے پاس اب تم اور کھر دیکھو
 بگڑ کے اُسے کہا بعد ذبح کشتوں سے
 ملک بھی تو زحمن پوچھ کر کو ذرا
 سو زول چہرے سے عیان ہے امیر
 نقوی کہان کا جام چلے آج زائد و
 ہو لینے دوا سے جان ذرا روح کو خست
 شمع کہتی ہے یہ پتنگوں سے
 جہان دیکھا پھر تیری نظر کو
 بتو ابھار کو جو بن کے کیا چھپانے ہو
 تب مزاج ہے بادہ خواری کا امیر
 وصل کی شب نہیں شرم آتی ہے پشیمون سے
 اسی ادا سے جو تو اسے گا تو درجہ بنا
 زخم سلوانے کی یاد ابھی جلدی کیا ہو
 خون کچھ دینے لگی ہے میری قبر

اور اُسکو گر جواب نہ آیا تو پھر کہو
 تم نہ آؤ مگر امتدار تو کرتے جاؤ
 تم اپن کام کیے جاؤ اُسکو کہنے دو
 کیوں نہ سکندر کے اُدھر جا کے چھپے ہو
 ہمارا دل تمہارا ہو تمہارا دل ہمارا ہو
 مزا ہے کہ روزِ جزا تم بھی ہو
 اور جو سنتے ہو تو پھر میری زبانی نہ سنو
 ہنر یقین تو پہلو کو چاک کر دیکھو
 ٹرپ ٹرپ کے لہو میں ڈبو دیا مجھ کو
 دم ذبح لب پر تبسم بھی ہو
 پیار کس شمع رو کو کرتے ہو
 خرقے اتار اُتار کے بھٹی میں جھونک دو
 ٹھہر دم سے پہلو سے بھی تیر نہ کھینچو
 آگ میں رکھ کے چھونکے سے تم کو
 جگر روتا ہے دل کو دل خبر کو
 خدا کی وحی ہوئی دولت کو کیوں چراتے ہو
 سامنے ساتی بغل میں یار ہو
 دستے زگس کے جو میں اُن کو کنارہ رکھ دو
 لیلی الٹی سزا تیرے داد خواہوں کو
 پہلے کچھ میرے ٹرپنے کی تو تہہ بیر کر دو
 کوئی چٹکی خاک اٹھا کر ڈال دو

بسموں پر رسم کھا کر اُٹھتے کہتی ہو تعنا
 نہ اس سے ڈرے نہ اُسکی ہوس کبھی مجکو
 آئے اول تو وہ کب پاس مرے محفل میں
 آئے جو زبان پر شکوہ یار
 کب میں کہتا ہوں مجھے لے یار تو الفت دیکھ
 ساقی میں کب سے لوٹ رہا ہوں تھمار میں
 طائر رنگِ خنیا ہوں چہن ہستی میں
 مرے مزار پر آیا جو وہ مبتلا گمراہ
 اب نہ اُسکارِ مخ نہ خط و حال دیکھ
 غریب عاشقوں پر رحم کھا کے بولے وہ
 حرم والوں سے یہ قول صدم ہے
 اُس سے تنہائی میں تو لپٹا ہوں
 کھٹکا نہیں کہ اُسکے کوچے کا کیا پتا ہے
 چور نشے میں یارِ نذرِ خو سے
 شبِ فرقت تو مرا کام ہی کر جانیگی
 برباد کر دیا ہے وحشت نے دلکی مجکو
 صاف دل میں ہسم آئینے کی طرح
 کچھ رنج ہے دنیا میں تو کچھ مکو خوشی ہے
 یہ وجہ ہے جو جمع رہا کرتی ہے خلقت
 تنہا جو کل تک کسی کے زانو پر
 کبھی منہ کھو لکر نہ دکھلایا

ان گنہگاروں کے حق میں جلد کچھ ارشاد ہو
 نہ غم کا غم نہ خوشی کی ہے کچھ خوشی مجکو
 اور جو آئے بھی تو مجلس سے اٹھانے مجکو
 ہم کاٹ کے پھینک دین زبان کو
 میں تجھے مسرت دیکھوں تو مجھ پر مسرت دیکھ
 اک جامِ ادھر بھی ساقی کو ٹکرا واسطہ
 زندگی موت ہے میری مر مر صیاد کے ہاتھ
 ٹرپ کے روح نے آواز دی کہ بسم اللہ
 اسے دل بیتاب اپنا حال دیکھ
 غریب انکو نہ سمجھو بڑے مشریر ہیں یہ
 قدیمی گھر ہمارا بھی حرم ہے
 ڈر ہے چھاکل کہ میں پکار نہ دے
 میں دل سے پوچھتا ہوں دل مجھ سے پوچھتا ہو
 اب لپٹ جائیے تو قاف بوسے
 وصل کی رات نہیں ہے جو گزر جائیگی
 پہلو کا رستے والا جگل میں جا بسا ہے
 جس سے جو بات ہے وہ برکت ہے
 آنکھوں میں جو آنسو ہیں تو ہونو پتہ نہیں ہے
 مرقدِ پیرے یار کی تصویر لگی ہے
 آج وہ سہرے اور رات ہے
 کن ترانی ہی کن ترانی ہے

دل مرا کہد کہ وہ مشورخ ستگر پیر دے
 اے شبِ فرقت عجب اندھیر کی یہ بات ہے
 نزع میں یار سے رخصت مجھے ہو لینے دے
 دیکھتی ہیں جب اُسے آنکھیں تو کہتا ہے یہ دل
 بسہلوں سے بھی ناز اُٹھوا
 اُٹھتا ہنیں دل سے مرے بار غمِ فرقت
 سویا ہوں شب کو جس سو میں نہ کہکے
 کہیے نہ جاے جو وہ نہ پہنچے خدا تک
 اک مت کا خیال جو ہنگامِ خواب ہے
 آسان ہنیں ہے دام سے دنیا کے چھوٹنا
 جو بن اُبھار پر ہے جن کو نہ جاسیے
 سیلی کی طرف پھر نہ کرے منہ کبھی مجھ دن
 ملتا ہنیں مزاج جو سوسن کا اے صبا
 کون کہتا ہے کہ لافٹ میں چن راحت ہوئی
 ہاتھ پھولوں کو لگا یا میں نے کلب و باغبان
 میں غار ہوں امی برق جلاتی ہے مجھے کیا
 کیا رہیے اس چن میں افسردگی بڑی ہے
 خانہ برد و شش ہر شہابی ہے
 نہ واعظ بھوے کر ایک دن دنیا سے جانا ہے
 برستی ہے اُداسی چھا رہی ہو کسی غافل
 جب کہیے شب وصل چلوں درینِ احباب

دل نہ پھیرے تو مری گراں پرخیز پیر دے
 ساری دنیا میں تو دن اک میرے گھر میں رات ہے
 ضبط سے کہد کہ دل کھولے رو لینے دے
 دیکھیے یہ دیکھنا کیا کیا دکھانا ہے مجھے
 ہاں سے انداز میرے قاتل کے
 اسے جانِ حزن تو بھی ذرا ماتھ لگا لے
 پیدا جو سحر ہو مجھے غل کر کے جگا لے
 زاہد خدا کے گھر کی ہی ایک راہ ہے
 جھو کوں میں نیند کے مجھے کیفِ شراب ہے
 یہ اک ہڑے حکیم کا باندھا طلسم ہے
 بادِ صبا لگاے گی چوری انار کی
 مجھ کوں کو جو لیلِ تری تصویر دکھا دی
 مستی ہے شاید آج عروسِ بہار کی
 پیٹھے رونے ترپینے سے کہاں فرصت ہوئی
 یان گریبان چاک کر نے سے کہاں فرصت ہوئی
 گلچین ہیں ہزاروں کسی گلچین کو جلا ہے
 ہر شاخِ گل کے نیچے بلبل مری پڑی ہے
 کیا خرابات کی خرابی ہے
 ارے منہ ساقی کو ٹر کو بھی آخر دکھانا ہے
 بصیرت ہو تو عبرت کا محل قصرِ فیروز ہے
 جھنجھلا کے وہ کہتے ہیں ابھی رات پڑی ہے

پنجخیز دن سنے یہ بخت جگر اس میں پر دے
 ہنس ہنس کسے رانا یا ہے بہت زخم جگر نے
 آہنی ہے جان پر تیاست ہے
 فرقت میں جھکومت ٹھکانے لگا گئی
 آج اُمید صبح ہونے کی
 مڑگان تر سے جان تسلی سی پا گئی
 قاصد ہمارا نام تو لینا نہ یار سے
 دامن گل نسیم چاک کرے
 غیر کی بھیجی ہوئی مٹی اہلی تم نے ضرور
 ہون وہ بلبیل جب مرے دل کی کلی مچھا گئی
 جان نثاروں کا اس قدر ہے ہجوم
 زور ہے اب یہ نا تو انی کا
 ہے قصد کہ دل کعبہ نشینوں کے چراے
 خط مرا پھینک کے مجھ پر یہ کہا قاصد نے
 مرتے ہیں بدگانِ حسد کچھ نہیں خیال
 چاہت تھی نئی ہے محبت نئی نئی
 میں حرمِ ناشنوائے کیونکر کہوں امیر
 کسی دامادہ و حسرت زدہ کو یاد کرتا ہے
 ناکل جو رجوہ زلفِ دو تا ہوتی ہے
 کروں اکہ نالہ دل میں یہ ٹھنی ہے
 یہ سمجھ رہے تو مری جان نبھے کی کیونکر

جو تیر ہے سفاک کا پھولوں کی چھڑی ہے
 اوجھی کوئی قاتل کی جو تلوار پڑی ہے
 آج پہلو سے دل کی رخصت ہے
 کیسے نصیب جاگ اٹھے نیند آگئی
 حضرت دل یہ شامِ فرقت ہے
 کانٹوں کی اوس پیاس ہماری بچھا گئی
 کہنا کسی کی جان ہے جو تونپیر آگئی
 بلبلو تم کو کچھ بھی غیرت ہے
 ورنہ کیوں غم کی گھٹنا دل پر رہے چھا گئی
 اک سرے سے سارے پھولوں پر اداسی چھا گئی
 تیغِ مقتل میں چل نہیں سکتی
 دل سے حسرت نکل نہیں سکتی
 سنا کا ہے بڑے گھر کو تری در و جانے
 وہ بھی ہوا آپ پہ عاشق تو یہ گھڑا دیکھے
 اللہ ان بتوں کو بھی کتنا عسدر ہے
 دو چار دن تو ضبطِ فتنان بھی ضرور ہے
 سننا ہے میرے حق میں وہ سارے جہان کی
 سنو اسے قافلے والا جس فریاد کرتا ہے
 سولہ اون میں گرفتار ہلا ہوتی ہے
 کہ اب تو جان ہی پر آہنی ہے
 میں نے حال اپنا کہا تم آتے سے شکوہ سمجھے

میل کی آنکھ گُل پر قمری کی سرور پر ہے
 قاتل سمجھ کے تیر کو سینے سے کہنچن
 عجب ادا سے تمہاری نگاہ پھرتی ہے
 کرونگا بست کی زیارت بھی اب توج کو چلون
 وصال میں بھی بیان بیچ و تاب رہتا ہے
 یہ ہے شوق جانیکا کو پے میں تیرے
 ہوے جو دج بڑے پچ و تاب سوچوٹے
 ساقی ترے بھر میں ہے یہ صنف
 پیر نہ کہت امیر کو لاؤ
 جاے آرام سمجھ کر میں بیان آیا تھا
 محفل عیش ہو یا مجلس غم دونوں میں
 دل جو بے اختیار روتا ہے
 اندر سے گرمیاں مرے معشوق کی ہر
 بے شبہ کج قرعے جاے سکون مگر
 میں تو روتا ہوں اپنی قسمت کو
 جہاں ہم ہو گئے آئین عشق کی اس گھر میں آنکلی
 رہا جاتا نہیں بے عشق وہ دن
 ہجر کا دن نہیں ہے داخل عمر
 یہ دن فراق کا کیوں دیکھتے ہیں چوکے
 ندیاں یہ گئیں کشن کے لہو کا قاتل
 اک ذرا ہر وہ محمل کو اٹھا دے لیلیٰ

نرگس سے کوئی پوچھے تو کس کو دیکھتی ہے
 ناوک کے ساتھ ساتھ کسی کا جگر بھی ہے
 چھری گلے پہ مرے بگینا پھرتی ہے
 حرم سے دیر کی جانب بھی راہ پھرتی ہے
 اُدھر حجاب اُدھر اضطراب رہتا ہے
 کبھی ہم بہن آگے کبھی سایہ آگے
 تمہیں ثواب ہوا ہم عذاب سے چھوٹے
 تو بہ نہیں ہم سے ٹوٹتی ہے
 اب وہ تیری گلی سے جاتا ہے
 دل کے ماتھوں سے لحد میں بھی تڑپو گزری
 شمع کو روٹے پتنگو کو تڑپتے گزری
 کسی حسرت کا خون ہوتا ہے
 آیا خیال دل میں تو اک آگ لگ گئی
 کیسا سکون جب دل بیتاب ساتھ ہے
 تو بت ابر کس کو روتا ہے
 یہاں پر بیان جلانی ہیں وہاں جو رین جلانی
 ہمیں بیمار ہونے کا مرض ہے
 عمر تو وصل تک تمام ہوئی
 شب وصال کے ہمراہ ہو لیے ہوئے
 تیری تلوار مگر خون کی پیاسی ہی رہی
 پھر کوئی حالت بیتابی مجھوں دیکھے

سبب پوچھو نہ کچھ روئے کا ہے
 افسر سے طول نامہ کہتا ہے نامہ بر
 کبھی جھانکا تو ہوتا آکے یہ کیا جی میں آتی تھی
 فرقت میں یہ مانی غم کیا کروں امیر
 دل بیکے ملا تا رہے ڈھٹائی سوچو آنکھیں
 ہنہیں اڑتے ہیں پتے ایجنوں بچا گھٹن کے
 کہا مجنون نے شاید ناؤ دیلی ادھر آئے
 پنی کے مے بیٹھے وعظا ستے امیر
 گشتہ ہوں میں فراق کا اکیس کیا کرے
 اٹھا کر نہ پھر آنکھ غیب رو نکو دیکھو
 وہن تک آہنہیں سکتا ہو دلکی تنگی سے
 کیوں سوئے کمر ہاتھ بڑھا ہے ہو وہ کا گل
 ذکر اس شوخ کا آتا ہے تو افسر ہی ترپ
 مہتاری مہی صورت ہے حور و نلی اچھا
 غنی ہیں جب سے تری زلف امیر ہوئے
 دیکھا جو ترپ پتے ہوئے جگو تو وہ بولے
 جو ہوش میں مجھے لانا ہے دوستو منظور
 کرتے ہو جو غم امیر کو قتل
 کہتا ہے میر پرزم وہ بت کھولے گیسو
 دکھلایا روز بھر شب وصل نے امیر
 وہ سنا نہیں حال دل اسے امیر

یہی جانو کہ روئے کا مرص ہے
 اس بوجھ اٹھانے کو کوئی ضرور چاہیے
 عزیزوں نے مری تربت میں جالی کیوں لگائی تھی
 ٹکڑے ہیں کچھ جگر کے سودہ بھی جلے ہوئے
 غلام نہ سہی جسم صبا بھی ہنہیں آتی
 یہ کچھ پڑے گریبان کیوں کچھ پڑوین لہن کے
 میں اہل میدان پر چلتا ہوں کانٹے ہیں بائکے
 یہ بڑی تم نے ہو شکاری کی
 نقد یہ میں شفا ہنہیں تدبیر کیا کرے
 جو ہوں چار آنکھیں ہماری تمہاری
 دھواں جگر کا بھی کچھ دل ہی نہیں گھٹتا ہے
 ایسی کبھی مجنون کی بلائیں نہیں لیتی
 منہ کو آتا ہے جگر بات ہنہیں کیجاتی
 یہ بائیں کہاں پیاری پیاری تمہاری
 فیر عشق میں ہم کیا ہوئے امیر ہوئے
 اس درد سے اچھا ہے یہ بیمار جو جاے
 کہو کہ تجکو ترے یار نے بلایا ہے
 ات تو کہو گتہ کیا ہے
 لینا ہو جسے دل کو وہ پہچانے لیمائے
 وہ رات اگر نہ آتی تو یہ دن نہ دیکھتے
 کہانی سی کب تک کہہ کیجیے

سوکھے ہوئے دو چار کہین پیر کھر میں
 کیا وقت نکالا ہے بخش کا بھی ظالم نے
 ابھی امیر کو صاحب بڑا بھلا نہ کہو
 جب کہا میں نے مری قتل میں اب یہ ہو کر
 تو پھر اسے بہت اسے پیر خاک سج کہت
 داد دیتے کہ نہ دیتے دل فریادی کی
 نہ پوچھو اضطراب و مضطرب کا حال
 سارا بدن پڑا ہے کچھ بھی کہیں نہیں ہے
 اچھی نہیں طاقت ہر وقت کی یہ ناصح
 خیر تم پر نہیں ہے زور اپنا
 برباد نہ کر جو کچھ خبر ہے
 یا زخم سے لذت جگر ہے
 نہ جانے کے تھے اس گلی سے بہانے
 ہو گیا کیا تجھے الفت میں امیر
 دو گھر طری آپ کا ہنس ہنس کو لگا دکھنا
 درود دل کیوں نہ مجھے جانے بڑا ہو غریز
 ہرگز نہ خشک نے جگر یہ کہا گشت میں
 حال سننے کو وہ اسے ہیں مگر کون کہے
 جب دل پر مردہ پہلو سے مری نکلا امیر
 جواب دینے میں اسے نہ کیوں حیا ان کو
 ہفتین ان ہر جو کہتے ہیں کہ تڑا ہے امیر

اب جاؤں میں گلزار میں کیا آگ لگانے
 جب خوب سوزنا ہے تب مجھ سے بگڑتا ہے
 بڑے بھلے کا تو صحبت سے حال کھلتا ہے
 بولے وہ اپنی خوشی آپ کو جلدی کیا ہے
 مجھسا بیکس بھی زمانے میں کہیں نہ کیا ہے
 کان رکھ کر کبھی سنتے تو کہ کیا کہتا ہے
 جگر آ کے منہ تک پھر گیا ہے
 رہتا ہے ہاتھ دل پر جو مال ہو نہیں ہے
 انسان کی طبیعت قابو میں ہو نہیں ہے
 مرثین گے یہ اختیار تو ہے
 اسے بُت یہ دل خدا کا گھر ہے
 احباب کو فکری غیب گر ہے
 نہ اب ضعف ہو کہ نہ بیٹا قتی ہے
 ابھی روتا تھا ابھی ہنستا ہے
 رنج برسوں کا مرے دل سے مٹا دیتا ہے
 اٹھکے محفل میں تری مجھ کو بٹھا دیتا ہے
 کہ انہیں تازہ نہالوں میں کبھی ہم بھی تھے
 کہ تڑپ دل کی تو دم ہی نہیں لینے دیتی
 حسرتیں تھیں پیچھے پیچھے ساتھ روٹی پٹی
 سوال کرنے میں جب مجھ کو شرم آتی ہے
 کہیے کب تک وہ غریب اب یہ صحبت دینے

کہتے ہیں وہ اجماعی عاشق کہیں ہو تو میں غریب
 قبر پر جب وہ حور آتا ہے
 بست بن گئے ہم امیر آخر
 کتنے آرام طلب ہیں ہم بھی
 دل جسے لوگ سمجھے ہیں وہ امیر
 بد توں کھینچا ہے تشقران توں کے عشق میں
 پڑا ہے تفرقہ ایسا فراق یار میں باہم
 کیا کہیں عشق میں کیا ملت ہے
 چھو اچھو انکو تو بولے وہ گالیان دیکر
 آہنی حبان پر دغا پائی
 شرم کی سب سے یہ خوشید لقا لیتا ہے
 محال کر کے مرے ہر مصفیرون کو صیاد
 ہے وصل میں راحت نہ جدا کی میں لم ہے
 دل بیتاب شب وصل تو دم لینے دے
 ہم ترپتے ہیں پڑے سارا جہان سوتا ہے
 کیوں جاؤں میں سو کے کعبہ اسے شیخ
 نشان پایا نہ اپنے یوسف گم گشتہ کا ہم نے
 ہاے غم سے بھی جی نہیں بھرتا
 کیا جانیں ہم کہ ہنسنا کہتی ہے خلق کسکو
 کیا یہ بہکا تارے مستونکو تجھے ہوش بھی ہے
 میں نے بوسہ جو لیا زلف کا ساقی نے کہا

پاس جا بیٹھے پھر انکی کوئی غربت دیکھے
 چھن کے جالی سے نوز آتا ہے
 یہ یاد منم کی انتہا ہے
 سایہ تنغ میں نیند آتی ہے
 مسرت آباد نام اک گھر ہے
 منہم آتی ہے خدا کے سامنے جاتی ہے
 نہ دل لٹا ہے پہلو کو نہ پہلو دل کو ملتا ہے
 بت کے نلنے سے خدا ملتا ہے
 کسی کا ہاتھ کسی زبان چلتی ہے
 دل لگانے کی یہ سزا پائی
 آئینہ دیکھ کے چہرہ کو چھپا لیتا ہے
 لہو بھری ہوئی چھریان مجھے دکھاتا ہے
 آئے کی نہ شادی نہ گئے کا مجھے غم ہے
 ہجر کی رات ترپنے کے لیے کیا کم ہے
 اسے شب بھر ہر گدگد کا عرصہ ہوتا ہے
 بتخانہ میں کیا حسد انہیں ہے
 ہزاروں قافلے چھانے ہزاروں نگار دان ڈھونڈتے
 برکت اٹھ گئی زمانے سے
 ہمنے جو آنکھ کھولی تو چشم تر ہی دیکھی
 جو عطا پاس ہے واعظ وہ خطا پوش بھی ہے
 صرف میونش نہیں یہ تو بلا نوش بھی ہے

مر از خیم دل اس لیے دیکھتے ہیں
کہتا ہے مجھے دیکھ کے وہ اپنی گلی میں
ہم کو چالیں تو گکا لینے کی آتی ہیں بہت
گالیوں کا وصل میں کیا کام ہے
تجھ کو مجھ غربت زدہ کے حق میں کیا منظور ہے
مے کشوے آج بے جام و سوپی لیجیے
الفستین یوں تو اکثر ہم زار زار روے
مجھ کو زاد نہیں شراب حرام
خاک میں کس کی تل گئی حسرت
بڑھ جاتی ہے چین میں اور آرزو تمہاری
جو کچھ ترے ہاتھوں دل خونیں پہ ہوا ہے
دیکھ کر عکس کو آئینے سے کہتا ہے وہ شوخ
اب کام اگر نہ آئے تو کب کام آئیں گے
طرز اقبال تب توں کا ہے کہ با اینہی نظم
یا دین زلف درخ کے میرا حال
اے طول زمانہ اسیری
اجل کا دور ہے بیدار و غم میں تیرے
داغ پر داغ عزیزوں نے دی ہیں ایسے
سو تاہوں کو سے یار میں محشر کے دن مجھے
آرام کا اس گھر میں نہ اس گھر میں گزرے
کافی ہے مجھ کو چین تمہاری حسین کی

کہ دیکھیں تو تلوار کیسی پڑی ہے
دیوانے ترا گھر بھی کہیں ہو کہ نہیں ہے
یار کے آگے مگر ایک نہیں چلتی ہے
لطف بے ہنگام اس کا نام ہے
پاؤں اٹھ سکتے نہیں اچھٹ منزل دور ہے
محب کا چڑکے چھاتی پر لہو پی لیجیے
کل دل پہ ہاتھ رکھ کر بے اختیار روے
تیرے دن میسر آئی ہے
خاک اڑاتی جو مصر آئی ہے
جس گل کو سو گھٹنا ہون آتی ہے بو تمہاری
مہندی ترے ہاتھوں کی بیان کرتی جو مجھ سے
تو نے تلامی تصویر کہاں سے پائی
کیا بتا میرے تجھ کو خدا سے ملائیں گے
جب طرف ہو گے نکلتے ہیں دعا علی ہے
صبح کو کچھ ہے شام کو کچھ ہے
بلبل کہیں گل کو بھولتی ہے
دکانین بند پڑی ہیں و داندہ و شوخی
کہ مرے دل میں نہیں جاے سو دیا باقی
جھوٹے نسیم خلد کے آکر جگائیں گے
دل درد کا گھر ہے تو جگر داغ کا گھر ہے
کیون تیغ کھینچتی ہے شکن آستین کی

پارہ دوزی کی دکان سے کہ مر سیتہ ہے
 خیر انجام سے دیتا ہے پیری میں قدر پر خم
 ہونٹھونپہ دم ہے لیکن دل میں ہی ہو حسرت
 را کیا عاشق و معشوق کے غیر و پتھلین
 میں نے کہا کہ پھیر دو دل کیا کرو گے تم
 وہ غصے میں ہر وقت بھرے پتے میں جھڑو
 کہا یہ جھاڑ کے دامن کو اسنے خلوت میں
 دل جلا کر کرتی ہیں نظارہ بازی دوسرے
 کانٹوں میں وہ ہے پھول ستار و تین وہ ہو چاہا
 نظارہ قاتل سے میں ہوں بے خبر ایسا
 کیا جانیے وحشت میں کہا کیا اہلین میں نے
 بچھونا خاک کا ہے اب تر ہے ہلار کی نیچے
 کھینچتے ہی تیغ خون سے اخیار مر گئے
 کیا کیا ہوا ہے دل تہ وبالا میں کیا کہوں
 نکاح گئے ہم رہ طلب میں اہمیر
 درازی سنتے تھے مدت ہے ہم روز قیامت کی
 آئی بہار چلے رفوگر کو چھیر طے
 تھی اپنی جانناز تو مدت سے رہیں سے
 ہوں وہ حسرت زدہ کہ در پہ مرے
 کہیے نا آشنا تو کہتے ہیں
 امیر اس بدگمان کے کان تک پہنچو پھر کیا ہو

ہر طرف ڈھیر بہن دل اور جگر کے ٹکڑے
 اشارہ سے کلابن خاک میں لٹو کے پہنچے
 دو حرف اُسکے منہ کے سن لیتو ہم کسی سے
 صلح آنکھوں میں ہوا آنکھوں میں لڑائی ہو جا
 بولے ہم اپنے تیر کا پیکان بنائیں گے
 میں خوش ہوں کہ صدر شکرتو توجہ تو ادھر ہے
 یہاں بھی خاک کسی خاک رکی پہنچی
 ہیں تو دوزخ میں مگر آنکھیں لڑی ہیں سو کر
 دروین وہ خورشید ہو قطر دن میں گہر ہے
 کچھ ہوش ہے خجور کا نہ گردن کی خبر ہے
 ہمدم بھی مری آج تسلی نہیں کرتے
 پڑا ہے دیر سے غش سایہ دیوار کی نیچے
 بگڑا جو یار کام ہمارے سنور گئے
 کوٹھے پہ چڑھ کے آپ جو نیچے اتر گئے
 کر چکے سہی جتنی قدرت تھی
 سواک کچی گھڑی سٹھلی ہمارے روز و وقت کی
 ہنس ہنس کے چاک جیب کو ٹانگو اڈھیر
 تسبیح رکھی تھی سودہ اب گرد ہوئی
 یاس اسید دار بیٹھی ہے
 یہی باتیں ہیں امشنائی کی
 بھری مجلس میں کہتے ہو کہ ہم خالی نہیں رہتے

جھک کے غلنے لگا وہ بہت ہم سے
 طور پر جو حکیم نے دیکھا
 جان جاے یا رہے جو ہو سو ہو جھک چکے
 تو نے لے یا رہے تپاک کیے
 اک پری وشن نے کیا تھاناز سے جھک جو قتل
 تیشے سے کہن کے آواز آ رہی ہے
 مجنون سے کوئی کہدے لیلیٰ غریب کیسے
 پیاس سے پرگئے ہیں حلق میں کانٹا لاکھوں
 کہان تھک نہ پہنچتی دعا اجا بے کو
 کبھی اقرار ملنے کا کبھی انکار کرتے ہو
 انتہا ہے نشہ میں آتا ہے ہوش
 وہ جلوہ دیکھ کر جب طور پر سوسلی کو غش آیا
 کہتے ہم اس اداسے بت نازنین کے ہیں
 کیا دباک تیرے فتنہ قاست کی بندگی ہے
 جان جائے تو جائے پر اسے جان
 اس چشم مست کا ہے اشارہ ہر ایک سے
 زبان تیغ نہ چاٹے دہان زخم کو کیوں
 زخم ایک طرف وہ جتا نہیں کرتے
 برسوں تری تلاش میں ہم مثل گرد باو
 غیر کے ساتھ وفا کر کے وہ مجھ سے بولے
 منہ پہ غصہ مانتہ میں تلوار ابرو پر بشکن

لے تری شان کبریا کی
 وہ شرارہ نہ تھا شرارت تھی
 طے بھی ہو قصہ کہیں قتل میں قاتل آچکے
 کیسے کیسے جو ان ہلاک کیے
 لائیں پرمان تخت میری لاش اٹھا کر کیلے
 شیریں کے دل پر الفت چوٹیں لگا رہی ہے
 زانو پر سر کر کے آنسو بہا رہی ہے
 پھول سے بھر کے کوئی جام پلا دی ساقی
 میسر ہے ہماری زبان ہی نہ کھلی
 ٹھہرتے تم نہیں اک بات پر دل کٹ چکے
 ہوش یاری انتہا ہے نشہ ہے
 تو آئی غیب سے آواز دیکھا ہم نہ کہتے تھے
 کہنچی گئی نہ تیغ تو تیرا بدل گئے
 آتے ہوے ڈرتی ہے قیامت نہیں آتی
 دل کہان ٹکڑ چھوڑ کر حباے
 آئے تو سامنے کوئی ہتھیار ہی سہی
 ٹپک رہا ہے مزہ خون سے شہید کیے
 جفا کا وعدہ کیا ہے وفا نہیں کرتے
 آوارہ جنگلوں میں پھر سے خاک چھانتے
 تو جفا دوست ہے اک طرف جفا یہ بھی ہے
 جان دو بھر ہو جسے وہ تم سے حال دل کے

اثر تو دیکھتے قسمت کی نارسائی کا
 نہ سمجھے تھے خدا کو جب تک سمجھ کر ہم سمجھے
 دو ہاتھ جب کنارہ ہو دیر اُس میں کیا لگے
 ہر نہال تاک میں واعظ وہی انداز ہے
 میری کھیتی ہوئی ہے جب سہ سہنر
 پہنان جو سوز عشق کرے مرد ہے وہی
 ابھی وہی ہے ہماری شبِ فراق کی شام
 آگیا ہے دیر سے ناخوش امیر راج
 یوں جھلکتی نہیں بنامین شراب گلگون
 عجب طلسم ہے الفت کہ سامنے اُسکے
 امیر اُس بت کو دل دیتے ہو کیا شامت تیری ہے
 ہزار ہوں حُسن آدمی میں ہزار ہوں خوبانِ پری
 دیکھنا قاتل کو ہے تو دیکھ لے
 ہم ایک ایک سے یہ پوچھتے ہیں دنیا میں
 آتا ہے خون اب مری آنکھوں سے ہمدرد
 نکلتی ہے دمِ زنج جو لبیلِ طرفِ بارغ
 ہی صنی آئے کہ محتسب آئے
 کس طرح بنتی ہے اسے مرغِ قفسِ صیاد سے
 اُلفت کسی کی نوکِ مژدہ سے جو جتنی امیر
 کہا بھیجھلا کے اُس نے وصل کی شب
 ہوش جب تک رہا شراب ہی پی

کہ یار تک مرے مرئی بھی خبر نہ گئی
 جو سمجھے اب تو یہ سمجھے نہ سمجھتے نہ سمجھیں گے
 ہم پیر کر شراب میں کوثر سے جا لگے
 کوئی وہ شاعر ہے طوبیٰ کو جیسے ناز ہے
 برق کیا کیا ترپ کرائی ہے
 دل چھک گیا مگر نفسِ سرور ہے وہی
 ہزار بار جلی شمعِ ادرتِ مہم ہوئی
 خدا ہی ہے جواب کعبے سے آئے
 دل پر خون کی گلابی پہ عجب عالم ہے
 بجائے شکوہ زبان سے دعا نکلتی ہے
 کسی پتھر پر دے پٹک جو ایسا تمکو بھاری ہے
 امیر اپنا تو ہے یہ مشربِ انہیں ہو تو کچھ نہیں ہے
 دیکھ لے ہل وقتِ فرصتِ تنگ ہے
 کہان سے آئے تھو اب ہم کہان کو جانینگے
 آئندہ کہان یہ آنسوؤں کا کچھ پوڑ ہے
 یاد آتی ہے حسرتِ دلِ آوارہ وطن کی
 اب تو ہم میکہ میں آ بیٹھے
 دل پھٹا جاتا ہے اپنا تو تری فریاد سے
 مرکز بھی اک کھٹک سی رگ جان میں رہی
 کہ روئے سے کبھی فرصت بھی ہو گی
 ایک ہیں ہم بھی اپنے مشرب کے

جسے یوسف کو نہ دیکھا ہو وہ کہو دیکھ لے
 تم بھی اب آنکھ لٹا دے لگے دیکھا دیکھی
 ہم پر بھی لطف حال ہمارا بھی غیر سے
 کھینچے تو ہمیں تصویر ہمارے دلی
 کیا دیکھ کے آشنا ہو کوئی
 منہ سے نکلی اور پرانی ہو گئی
 جب سے اس دنیا میں تم نام خدا پیدا ہوئے
 اور جو وہ کوئی آہ کر بیٹھے
 دیکھنا ایدل رفاقت حسرت دیدار کی
 ہجر سے جب آشنائی ہو گئی
 کروں کیا میرے تیری بیچ میں سہ سکند رہے
 یہ بہت دھرمی ہے اسے ناپ خدا سدا بابر ہے
 اسی دن کے لیے خون جگر ہے
 ہوائے کوچہ جانان اسی کھرکی سی آتی ہے
 ہم ہیں فقیر لوگ ہماری بھلی کہی
 تجھے اسے عمریت کچھ خبر ہے
 خالی ہاتھ آئے تھے خالی ہاتھ دنیا سے چلے
 راہد ہنویقین تو قاصی سے پوچھ لے
 تو نے ہی اور میں نے مانی
 نا اسیدانہ اک بنگاہ سہی
 منہ لگاتا نہیں اس خوف سے صیا و بھے

اب سر بازار کہتے ہیں اٹھا کر وہ نقاب
 آئینہ دیکھ کے وہ عکس سے فرماتے ہیں
 غیر و نیکے حال پر تو بہت لطف ہو تجھے
 دو گھڑی سامنے رکھ کر اسے رولین ہزار
 آنکھوں میں تری نہیں مروت
 بات اپنی اپنے دل ہی میں رہے
 اے صنم اللہ والے سیکڑوں شیدا ہوے
 تم دیکھاتے تو ہوا میرا دل
 زندگی بھر ساتھ تھی مرنے پہ بھی ہمارے
 دیکھنا شوخی کیا پیغام وصل
 یہ آئینے میں اپنے عکس سے وہ شوخ کہتا ہو
 مرے اللہ مرے اللہ نہ کہہ صرف اللہ اللہ کہہ
 ہو رو آنسوؤں کا قحط اگر ہے
 نہ کر اسے چارہ گر چاک جگر کو بند بخیر سے
 اپنی کو گزرتی ہے کس طرح لے امیر
 چلے آتے ہیں ہم بھی تیرے پیچھے
 ساتھ اپنے کچھ نہ لائے تھے نہ کچھ ہم لے چلے
 میری دوا شراب ہے مجھ کو نہیں حرام
 تو کھینچے گا اس کی شکل مانی
 اب تو آ جاؤ دم سے آنکھوں میں
 چھیڑ دوں اپنی اسیری کی کہانی نہ کہیں

اب میری بڑیاں نہ کھلا گوشت گھل چکا
 افسوس فکر کچھ نہیں صبا کو مری
 وہ لب ساحل نہانے کو جو ہیں آئے ہوئے
 تیغ کہینچے وہ آ رہا ہے امیر
 باقی نہ دل میں کوئی الہی ہوس رہے
 پوچھو واعظ سے چلکے اے رندہ
 شہرِ محشر امیر کو نہ جگا
 حل نہیں ہوتا معاصیتِ سراری کا مری
 بیستوں کی طرف آئی ہے تو نہیں سے کہو
 دنیا سے نہیں زیست میں امید بانی
 دیکھئے وہ جو نہ آئے تو نہیں محکو گلہ
 سوداؤ کو قتل جو زلفِ رسا کرے
 پاچکے چمن پر خاک بھی ہم شہِ عشق
 اب تو آسان ہے کرے مری مٹی برباد
 یاد آگئی جو اسکے درگوشت کی امیر
 نامہ بریار کے آنے کی نہیں کہتا رہے
 مقتل میں وہ ہر گام پہ سو بار گزے ہیں
 رہے آج جو سرگزشت اپنی
 دل میں جو ارمان تھے افسوس یوں ہی لگتے
 محکو نہیں شکایت مقتل میں اب کسی کی
 تیغ قاتل نے تو ارمان نکالے کچھ کچھ

اے فکر رزق بس کہ یہ حصہ نہا کا رہے
 گل کان رکھ کے سنتے ہیں فریاد کو مری
 موعین آتی ہیں جلی آغوش پھیلائے ہونے
 دیکھئے آج کس کی آئی ہے
 چودہ برس کے سن میں وہ لاکھوں برس ہے
 کیا سزا ہے خلاف گوئی کی
 سو گیا ہے غریب سونے دے
 دل تو پہلو میں نہیں یا رب تڑپتا کون ہے
 اک ذرا تربت فریاد پہ ہوتی جائے
 پہرہ ہے اجل کا درِ زندان پہ ہمارے
 میری حالت ہی وہ اب ہے کہ نہ کیجی جاے
 تم اور خوش ہو رنج بہاری ہلا کرے
 دل بیتاب کو اللہ سلامت رکھے
 پھر کہاں تو مجھے اے باد صبا پائیسگی
 بے اختیار آنکھ سے آنسو گھل پڑے
 ایک بھی بات ٹھکانیکی نہیں کہتا ہے
 یہ ٹھوکرین کھائی ہیں شہید و کمر و نکی
 کل اس کی کہانیاں بنیں گی
 دل جگر و وزن لہو ہو ہو کے آخر ہو گئے
 پیکان نے دل دہی کی خنجر نے ہمدی کی
 اب رہی خنجر قاتل سے شکایت باقی

ایک عمر ہوئی ترک کیے عشق کا پیشہ
 کرتے ہو دھونڈ دھونڈ کے تھا تھوڑا کوئی
 قاتل مرے سوانہ کرے تو کسی کو قتل
 آزدگی کے خوف سے جہانہ رو سکے
 رات بھر ٹرپا پس دیوار میں تو صبح تک
 حجاب چشم تصور سے غیب مکن ہے
 کل تک تو کچھ کچھ بھی ہوئی رہتی تھی تجھ یار
 شام فرقت میں یہ ہر روز خیال آتا ہے
 ہنس کے کہتا ہے مرے زخمِ مجرب سے قاتل
 ہم جو رونے پر اُٹھنا سے ہو گئے
 اب تم چھپاؤ منہ نہ کریں ہم غفان کو ضبط
 حرم سے دیر کو آئے امیرِ مہر کے
 مؤذن کا برا ہو جگا دیا مجھ کو
 نکلے جب پردے سے تم اللہ کے حفظ
 وہ دن کی محبت میں جو حالت ہوئی میری
 تصویر میں بھی تو آتا ہے تو مسٹا ہوا اُوبت
 مسجد میں بٹاتا ہے جہن نہ ابدنا ہم
 امیر اک ڈرا دیکھے بھالے ہوئے
 کس شرم بھری آنکھ کی ہے فکرِ الہی
 نہیں لگہ وہ اگر میرے دل کا غم نہ تھے
 پتا نہ قیس کا پایا کہین ہزار چھسری

پر آج ملک چہرے کی زور ہی نہیں جاتی
 کتنا تھیں تو اب کمانے کا شوق ہے
 اللہ تیرے ہاتھ کو پائے ثبات دے
 ایسی جگہ امیر سے کیا خاک ہو سکے
 بولے او خانہ خراب اب اپنے گھر کی راہ لے
 چھپیں وہ لاکھ لاکھ گھر تو دیکھ ہی لینگے
 ہے آج کیا کہ میرے آنکھ سے پٹ گئی
 اے خدا ہم بھی کبھی صبح وطن وسیہ لینگے
 کر دیے تو نے نکل ان کے نکل ان خالی
 ہٹ کے سب دریا کنارے ہو گئے
 جو بات تھی وہ سارے زمانے پھل گئی
 خدا کے گھر سے پھرے ہم خدا کر کے
 ابھی تو آنکھ لگی تھی خدا خدا کر کے
 غیب سے آنکھوں پہ پردے پڑ گئے
 برسوں کے مریچکوں کی یہ صورت نہیں ہوتی
 چرائی ہے بدن تیری طرح تصویر بھی تیری
 ہوتا کچھ اگر ہوش تو بیخا نے نہ جاتے
 محبت میں دل کو سینھا لے ہوئے
 جو سر مجھے زانو سے اٹھانے نہیں دیتی
 خدا تو ہے نہیں مٹتا اگر صدمہ نہ تھے
 تمام تجھ میں محل نشین سوار چھسری

وہ رنگ میں نے دکھائے تڑپ کے قاتل کو
 میری نہیں تقصیر تیری حسرت دیدار
 کلیان نہیں پھولوں کی یہ دامن میں ہے
 جنت سے پر آؤ نہ عزم گور پر
 پھونچا ہے ناز کی کا یہ رتبہ کیا رہنے
 ہم فقیر دن کو کہاں حوصلہ وصل امیر
 ہم قتل یوں ہوئے نہ کیس کو خیر ہوئی
 ایسی دودھ کر کہیں ہو سکتی ہے الفت میں امیر
 دلی تڑپ یہی ہے تو ضبط امیر کب تک
 ہوں میں بیاد محبت کوئی مجرم تو نہیں
 چھپتا ہے دل کا رنگ کہیں ضبط آہ سے
 کہا یہ اُس نے مجھ کو ذبح کر کے
 ہے آسان الٹی کس دل جلے کا مدفن
 ضبط دیکھو اُدھر نگاہ نہ کی
 کہو قصدا نہ چڑھے بار بار منہ اُس کے
 ہاتھ ڈالا میں نے دامن میں تو بولے ناز سے
 نیا یا ترے ناتوان کو تو لو لگ
 اُنکھ کس کس سے پار کی نہ ملی
 اور اک بات حسینوں کی نرانی سینے
 کیوں گھڑیاں بھری ہیں نعم نے پیر کی
 وہ کیا اٹھا ہے ہجر میں صد سے لال کے

کہ موت گرد مرے ہو کے بیچارہ پری
 دروازے سے تیری مجھے جانے نہیں تھی
 آلودہ خون کچھ ہیں گریبان کے پرزے
 کس امید پر ہی سے جائے کوئی
 یہ نہیں جو چوڑیاں تو کلائی اُتر گئی
 مہربان اُسکو جو پایا تو کبھی جا بیٹھے
 قاتل کی آستین بھی لہو میں نہ تر ہوئی
 دل بھی پہلو میں رہے یا رہی پہلو میں رہے
 بے اختیار اک دن فریاد کر اُٹھو گے
 میرے گھر پر ہے طبیوں کی چڑنا کی کیسی
 حسرت ٹپک رہی ہے ہماری نگاہ سے
 تڑپنے دو یہ حسرت بھی نہ رہ جاے
 اک شعلہ صبح ہوتے اُٹھتا ہے روزیاں سے
 مر گئے مرتے مرتے آہ نہ کی
 زبان دراز ہے تلوار میرے قاتل کی
 میرا دامن چھوڑ لے اپنا گریبان پھاڑ لے
 کفن رکھ کے تابوت میں لیچلے
 نہ ملی مجھ سے پر کبھی نہ ملی
 دیکھیے انکو دعائیں بھی تو گالی سنیں
 جائیگی ساتھ اُسکے دو چادرین کفن کی
 جس ناتوان سے لطف نہ اُٹھیں نہصال کے

ساقی نئے مست ہو کے جو کہیں بھیجیاں
 جنبش ہنہیں سینے میں ہمارے رگ جان کو
 اپنے زخموں کے لیے شک ہے مجھ کو درکار
 زلفوں کے کوڑے باندھ کے مشکین لگائیے
 ہجر میں یاد تری زلف رسا آتی ہے
 پوچھتا میں جو بھیجا کہیں مجھ کو ملتے
 آگ سی دلمیں پس مرگ بھری رہتی ہے
 گرتے افشان سے تہارے جو ستارے دیکھے
 خندہ گل سن کے کہتا ہے وہ لکڑہارے
 بے سبب نالان ہنہیں میں یاد کے دربر ہیر
 بجلی کی طرح پھرتی تھی محفل میں کوئی
 مارتے ہوئے جلاتے ہو کبھی عاشق کو
 خال شب کو رخ روشن پہ تہارے دیکھے
 صبا بھی ہو کے کبھی نامہ بر نہین جاتی
 لاکھ بار اٹھتا ہے چربا نہین
 ہوتی ہے بتو صبح بدائی اگر ایسی
 اب آؤ زندگی مستعار جاتی ہے
 یہ سمجھے ہم جو اٹھا گرد باد صحران
 روان ہے کہتے گل کی طرح یہ عہد شباب
 جو بقیہ زری دل اب ہے گریہی ہوتی
 آج تک گور میں بسلی کو نہین بے قرار

شرما کے متنی آنکھ کی پردے میں چھپ رہی
 قاتل یہ ترے تیر کے پیکان کی کھٹک ہے
 بھیج دے ٹوٹے ہوئے بال جو ہوں گیسو کے
 مختار ہیں حضور مرے بال بال کے
 ہم کو دو رخ میں بھی جنبت کی ہوا آتی ہے
 درد دل کی بھی تمہیں کوئی دوا آتی ہے
 گھانٹ کب تربت عاشق کی ہری ہتی ہے
 چاندنی رات میں جھپٹتے ہوئے تارے دیکھے
 چوٹ لگتی ہے مرے دل پر تری آواز سے
 آشنا کرتا ہوں اسکو درد کی آواز سے
 کیا کیسے وہ نگاہ کہ ہر تھی کہ ہر نہ تھی
 نہ جفا آتی ہے نہ کوئی وفا آتی ہے
 ہم نے یوسف کی طرح خواب میں تارے دیکھے
 ہو ابھی اب تو ادھر کی آدھ نہین جاتی
 درد شاید دل میں میرے قید ہے
 اللہ نہ دشمن کو دکھائے سحر ایسی
 کرو نہ غم سے کہ مصل بہار جاتی ہے
 کسی کی روح کہیں بقیہ جاتی ہے
 پلا شراب کہ ساقی بہار جاتی ہے
 تو آج تک مری کا ہیکو زندگی ہوتی
 میرے مخجون مرے مخجون کی صدا آتی ہے

دانتے قسمت ہنوں نگہی اٹھانے میں ہے
 پیشکش کرنا بھی کچھ لازم ہے سہل کیلئے
 جھجھی پر چھری تیز ہے ناصب
 بڑا کریم ہے زاہد وہ بخش ہی دیکھا
 فصل گل آئی ہے یوں ہم تم لینا و گلبدن
 تیرے کو پے سے اب نہ گزین ہر گے
 بت میں نہ وفا کی بات پائی
 آئی پیری تشقہ و حوزتار توڑا پایا میر
 زاہد وہم سے پوچھو تدران کی
 غش آگیا کبھی کبھی آنکھیں بدل گئیں
 در و بلبل خدا نہ سناے
 زاہد کہے جو گزرے وہ بت کبھی نظر سے
 مجلس و عظیم آنا تو نہ ممکن تھا امیر
 ہستی و نیستی کا کھانا نہیں ہے عقدہ
 صبر آتا ہے نہ جھکو نہ اُسے آتا ہے
 سیرے باہیں پہ اس کے بولی اجل
 کب غم غنق جان سے کم ہے
 ایک کنارے بڑا ہوا ہے امیر
 دل نے کہا جو بار سے لپٹا میں وصل میں
 میں تو سب اپنے کام خدا ہی کو سوچ دوں
 سچ حرم کا مشرب میں خوب جانتا ہوں

آؤ گئیں ہو جو کی صورت کشتیاں اجاکی
 سرنگار کھا ہے میں نے تیغ قاتل کے لیے
 کبھی اس کو جا کر نصیحت نہ کی
 بسا دیکھا ہے ہم ایسے گناہگاروں کی
 جیسے کلیان کلی ہیں شاخون و سر جوڑی ہو
 ہم بھی ایسے نہیں گئے گزرے
 بے عیب خدا کی ذات پائی
 کیا اسی صورت سے جا بگا خدا کے سامنے
 بت ملے ہیں خدا کا ذکر کے
 کیا کیا شب فراق میں نوبت گزر گئی
 اسے گل کی صدا نہ سناے
 ساری خدا کی حد سے ایک ایک بال پر ہے
 ہکو تھامے ہو سے یاں دست و پوٹا ہے
 آتے ہیں کچھ اُدھر سے جاتے ہیں کچھ اُدھر سے
 دلو سمجھاتا ہوں میں دل مجھے سمجھاتا ہے
 اُسٹھے سرکار نے بلایا ہے
 غم ہے جان کا کسے غم ہے
 کچھ تمہارا غریب لیتا ہے
 اسے شوق وصل ان کوئی ارمان نہ بچا ہے
 لیکن یہ خوف ہے کہ خدا بے نیاز ہے
 لب پر خدا خدا ہے دل میں صنم صنم ہے

جانا اگر حرم کو سے منظور اسے امیر
 سورا پچھیر کے منہ یا شب و سہل امیر
 بسکرا سے وہ اس ادا سے امیر
 ہم جسکے غم میں مرتے ہیں اسکو اہی ملاک
 خواب میں تھا دھل اب اس سے جدائی ہوئی
 اسکو بھی ہجر میں نہ ہماری خبر رہی
 بیٹھے جو میرے سینہ پہ خنجر وہ کھینچ کر
 جا کر کہیں گئے حن کے بازار میں امیر
 آپ سے طبل نکلتی ہے کہیں گلزار سے
 چمن میں مری خاک اگر جاے گی
 ترے بس میں ہے بوسے گل سے نسیم
 نہ دیکھا تو نے لے لی کبھی چشم محبت سے
 نقش تربت سے ہوں آفت میں امیر
 دشتِ فرقت میں پڑی ہے چھپکے کیا شکل کڑی
 پاس یکتائی کا اس شوخ کو ایسا ہے امیر
 سمجھا میں مجھ کو ناصح لیکن ذرا سمجھ لیں
 بہو دی بار کا پستادے گی
 بیٹھے جاتے ہیں وہ ہار یا سین کو بوجھ سے
 کیا مجھی کو دیکھ کر حیرت ہوئی
 بولے وہ شب وصال مجھ سے
 ترے کو سپہ میں ہیں سب مرگت پر فرق ہوتا

تو میکدے سے راہ ہے سیدھی لگی ہوئی
 واہ کیا طالع خوابیدہ نے کر ڈٹ بدلی
 میں تو سمجھا کہ اب گری بجلی
 یہ بھی خبر نہیں ہے کہ بیمار کون ہے
 آنکھ میری کیا کھلی تھی تیر سی سوتلی
 کبخت سوت آج کہاں جا کے مر رہی
 سمجھا میں آئے ہیں مرے ارمان نکالنے
 ہم دل کو چیتے ہیں خنہ بیدار کون ہے
 بیکسی ہو کو سیلے جاتی ہے کوئی یار سے
 تو بلبل ندامت سے مر جاے گی
 جدھر جاے گی تو اُدھر جاے گی
 ہرن جا جا کے آنکھیں ملاتی ہیں مجھوں کی تربت
 مٹ چکے یہ بھی کہیں جب گڑا مٹے
 دن بہت کم کر گیا ہے اور ہے منزل کڑی
 گھر میں ہو آئینہ تو گھر کی طرف منہ نہ کرے
 وحشت کی میں بھی لوٹنا مجھ کو جنوں بھی ہے
 بے نشانی نشان بتا دے گی
 اٹھ نہیں سکی کلائی استین کے بوجھ سے
 دیکھو آئے کی کیا صورت ہوئی
 اس شوق کی انتہا بھی کچھ ہے
 کوئی ہے دو قدم پیچھے کوئی ہو دو قدم آگے

نہ سسے جو آہ نکلی وقت و دارع قاتل
 دل نہ بازار میں مہنگا ہی نہ ستا چھوٹے
 دشت و دشت میں آدمی کیسا
 ہم سیہ بخون کو سرے کی طرح
 دل جو تڑپا تو آنکھ کیوں ردی
 مکان سے سو سے لامکان لیگئی
 کوئی امیر ترا درد دل سے کیونکہ
 وصل دل کھولکر روانہ نصیب
 چڑھ کے صبر پر ہیجو مے داغ
 آنسو تو بہاتا ہوں مگر ڈر سے یہ مجھ کو
 وصل کی گل سے کوئی راہ تو سکلے صیاد
 محنتیں کس کس سے لین قاتل زد نخیرنے
 درد دل کیسے تو کہتا ہے وہ شوخ
 مشتاق بوسے زلف رسا کا داغ ہے
 چاک چاک ایسا ہوا دست جنوں ہی پیرہن
 شریک درد نہیں کوئی بڑھکے آنکھوں سے
 آستین یار نے چڑھائی ہے
 کس نگر سے تم نے دیکھا تھا امیر
 جہش ہوئی جو نوک مژدہ کو دیاں امیر
 تو وہ بت ہے کہ تجھ ساری خدا کی چاہ ہے
 آنکھ ابھی یا دین اک گل کی لگی ہے میری

بولا کہ تیرا سے تب آفرین نہ نکلی
 کھو ہی جاے کہیں کہ جھگڑا چھوٹے
 سیکڑوں کو س جو گئے نہ ملے
 تیری چتون نے لگا رکھا ہے
 بیٹھے بیٹھے اسے یہ کیا سوچھی
 یہ دشت کہان سے کہان لیگئی
 تو ایک بات کہے اور دو گھڑی روئے
 تو ملا تو کمر تری نہ ملی
 اور جو سن لے کوئی حسرا باقی
 دھو جاے نہ تن سے کہیں خاک اسکی گلی کی
 بیچ ہی ڈال مجھے ہاتھ کسی کلچین کے
 چلتے کھینچے تیرے سیرے کیے شمشیر نے
 ایک ہی تم کو کہانی یاد ہے
 تیرا بھی اسے امیر بلا کا داغ ہے
 کچھ نہیں کھلنا گریبان کون دامن کون ہے
 کہ ایک روتی ہے جب دوسری بھی روتی ہے
 وقت تقدیر آزمائی ہے
 روتے روتے آنکھوں کی لگ گئی
 اک پھانس سی بیان مری دلیں کھٹک گئی
 بندہ اللہ سے کس کس کی بڑائی چاہے
 دو گھڑی مجھ کو نسیم سحری سونے سے

کہا جب اسے منہ جلوہ دکھا دے
 پوچھنا نہ جس دل کو بازار میں کسی نے
 صنف کی کچھ کہی نہیں جاتی
 راتوں کو کہا کرتا ہے بلبل سے یہ صبا
 چھڑک کر میرے ہنوں پر ننگ قاتل یہ کہتا ہے
 لگاؤن دور سے تلوار وہ قاتل یہ کہتا ہے
 زبان شمع کہتی ہے کہ میں تجھ کو جلا دوں گی
 کیا کہتے ہو تم زبان سنبھالو
 تنہا مرے پاس شب کو آئیں
 آپ ہی جل رہے ہیں پروانے
 جب دن کو کہا اُسے کہ وہ بات نہ ہوگی
 سمجھنا نہ میں تو حضرت ناصح کی ایک بات
 چن مین نالہ بلبل سے بیدار ہیں سب
 مطلب کی بات منہ ناک آئی نہیں کبھی
 پوچھے کوئی ناک سے کہاں تیس دو کوہن
 کہتا ہے کون گرہ ساری کے گرہ ہے
 جب کہا میں نے تو کیوں مجھے کرتے ہوشید
 کرتے ہوسینہ چاک مر تیر کے لیے
 اسکی پروا کچھ نہیں تلخ یا کد ام سے
 صبر آتا ہے مرے دل کو تو آتا ہے
 عشق اب ہو خاک باقی نہ ہے

تو وہ بولا کہ یہ دولت خدا سے
 سو بار سیلے ہسم سو بار پھیر لائے
 سانس بھی اب تو لی نہیں جاتی
 ظالم تری نہ یاد تو سوسے نہیں دیتی
 ننگ سے پاٹ دوں میں آج میرا دل یہ کہتا ہے
 لپٹ جاؤن میں جوہر کے میرا دل کہتا ہے
 میں کب ملتا ہوں پروانہ سر محل یہ کہتا ہے
 یہ بھی کوئی گفت گو کا موجب ہے
 اٹھ مرا اعتبار کب سے
 شمع کی سرگزشت کون سنے
 بوسے کے ٹھہر جا بھی کیا رات نہ ہوگی
 کچھ خود ہی وہ کہا کیے خود ہی سنا کیے
 نہ آپ سوئے نہ ظالم کیوں سونے دے
 اک بات ہے کہ میرے دہن میں زبان ہے
 دواک جو تھے موز کے عاشق تو کیا کیے
 مجنوں کی خاک محل سیلے کے گرہ ہے
 مہس کے کہنے لگے نہ بھی اک کام ہے
 اللہ میرے دل سے بھی بیکان عزیز ہے
 اسے غم جاناں مجھ تیری خوشی سے کام ہے
 مرا دل اب مری آنکھوں سے ہوا آتا ہے
 اک ذرا جھانک تاک باقی ہے

بہت بقا نہ سمجھ اسے ہزار پھولوں کی
 گلی میں یار کی جب تک کہ مر جائیگی
 مجھ میں گھبرا کے جائیگی جو ہر دم
 دست ساقی سے جو میں کچھ جام لینے میں رکا
 میں رو دیا جو امیر اس کے سکرانے پر
 گیا دل تو لیکر میں منڈل لڑی ہے
 آپ ہی تم امیر کو لے گئے
 کیا اُس بہت نے قتل احمد شد
 عشق میں انجام رہے میری سب بختی کا کب
 خنجر کا ذوق شوقی شہادت کا جوش ہے
 حیرت کی جا نہیں ہے جو وہ خود فروش ہے
 جب دیکھتا ہوں یار کے بند قبا کھلے
 یہ رنگ تشہد دہانی ہے بعد مر دن بھی
 گم ہو گیا ہوں یار کو میں نامہ بھیج کر
 میرے بالین پر روتی ہے حسرت
 وہ تیر جلد کہیں آئے کب سے بیٹھے ہیں
 ترسے دینک تو لایا ہے ہمیں شوق
 اس واسطے مرنا نہیں ارجان میں ابھی تک
 ڈالی پھولوں کی اگر میرے حضور آتی ہے
 ہے میں دھل میں ہوں ہمیں گرد و شادہ اس کی
 وہ کیا جانے کس کا حال کیا ہے

کہ چاروں سے چمن میں بہار پھولوں کی
 ہزار ہم گئے گز سے میں پر نہ جائیگی
 قیس بولا پسرو مر سنہ میر ہے
 غیب سے آواز آئی یہ شب آدینہ ہے
 تو بولے اپنی سیری ہنسی ہنیں ہوتی
 ابھی عشق میں جان کھوئی پڑی ہے
 یار کی جستجو کو نکلے تھے
 یہی رقم خدا سے چاہتے تھے
 یار زلف شانہ بین سے اپنی اتنا پوچھے
 سر کی مجھے خبر ہے نہ گردش کا ہوش ہے
 جو بن کا ہے ابھار جوانی کا جوش ہے
 کہتا ہوں یوں ہی دلی گرہ یا خدا کھلے
 اُس کے ہن خاک سے کانٹے زبان نکالے
 قاصد پھر سے ادھر سے تو پاسے کہاں مجھے
 عشق بھی مر گئے نوجوانی ہے
 جگر کو تھا سے ہو سے دل کو ہم سے نکلا ہوئے
 یہاں سے مگر تھاک اب کون لیجا سے
 پیدا کا تم کو کوئی ارمان نہ رہا سے
 پتی پتی سے مجھے بوسے غزواتی ہے
 حیدر سے کی عادت مشکون سے ہنڈ ڈالی ہے
 کہ درو عشق سے نا آشنا ہے

غم بھر سے کوئی اتنا تو پوچھے
 خوبت افشک بہانے کی بری ہوتی جو
 پھر تو نے امیر اس سے کی بات
 ایسی کیا بات کھائے تھے تم امیر
 وہ دونوں تین اوصہری سے گرفت بہت تو تھا
 انسان جو چاہے کہ ہوا اسکو کبھی رنج
 آرزو غیر سے ہوے دین مجھو گالیان
 پی کے آپ دوں شمشیر سے اب تک ہی پاس
 عجب بخود ہی سرخے کچھ نہیں
 نہ رہنے نہ جانے کی ہمو خبر ہے
 نامہ بریار کے آنے کی نہیں کہتا ہے
 سارا جہان ہے گویا تصویر دن کا مرقع
 کنگے سریر اجوت دمون پر گرا
 تاجوانی ہوش تھا پیری میں غافل ہو گئے
 ہے یہی مثل کی لذت تو مجھے اسے قاتل
 یہ دل نے کچھ قناعت سے آشنائی کی
 جان پائی ہے عزم الفت میں کون سے لیے
 دم جو نکلا غم فرقت میں تو ہم یہ سمجھے
 جگر نکپھا رلاتا ہے جو دل سینے میں جلتا ہے
 بالاسے آسمان تھے ہم عرش آشیان تھے
 خاموش ہیں کد میں جو لوگ خوش بیان تھے

کلیجا مرا کیوں لے ڈالتا ہے
 دیکھ اے چشم تر اب کیسی ہنسی ہوتی ہے
 سو باتیں ابھی سنا چکا ہے
 کہ کسی طرح پھر تباہ کے
 تقدیر نہادی ہے مددیر نہادی ہے
 زہار کسی سے کوئی اُمید نہ رکھے
 کس سے بھرے ہوئے تھو وہ کس پر بٹھے
 سنہ سے باہر ترے کشتے کی زبان نکلی ہے
 کہاں سے ہم آئے کہاں جاہن گئے
 یہ کیسی اقامت یہ کیسا سفر ہے
 ایک بھی بات ٹھکانے کی نہیں کہتا ہے
 اس بزم میں کیو پر دا نہیں کسی کی
 گر پڑے آنسو مرے جلا دے
 رات بھر جاگا کیے ہم صبح ہونے سو گئے
 حشر کو بھی قری نہ یاد نہ کرنے دیگی
 کہ ہاتھ اٹھا کے دعا کی شکستہ پائی کی
 دل تر پنے کیلیے ہے آنکھ روئے کیلیے
 دل جو دھٹھا تو منانے کیلیے جان گئی
 جو ہمایہ ہے آخر کام کچھ اس سو نکلتا ہے
 کوئی نہ تھا دہان تھے اب کیا کہیں کہاں تھے
 غنچوں کو رو دہن میں بلبل کی جو زبان تھے

دیکھا خزان میں چمنیں بلبل کے آشیان کو
 کمزور پاک کے ہلکے کیل کی لے رہے ہو
 پہنچے جو ہم عدم کو اہل عرم یہ بولے
 میں نہ کہتا تھا لغوان کی مجھ سے فرمائش نہ کر
 کچھ تو میرے دردِ دل نے اُسکے دل پہ لہا کی
 دی محبت کو محبت اک پر ہی کی
 ہر روز میرے منہ پر ہنستے ہیں دوست دشمن
 مجھ کو حیرت ہے کہ دنیا کی تو فانی ہے بہار
 جو دہان جاتا ہے پھر اُسکی خبر ملتی نہیں
 بہار اُس رخ رنگین کی لوٹتا ہے خط
 ترے چاہنے والے مر جائیں گے
 منہ دیکھوں میں مقتل میں اہل کا تری ہوتے
 چھانٹا ہوں تری گلی کی خاک
 بجائے دخترِ زندہ سیکدے میں حورائے
 جب آتا ہے غش ہلکوتا ہے دھیان
 جب میں کہتا ہوں غصہ ہے بڑا کھڑا کیا ہے
 کوئی دم بے تکلف ہو کے ستون میں لگ کر بیٹھ کر

دو چار پر شکستہ دو چار استخوان تھے
 ہم بھی تو نوجوانو! آہن کبھی جوان تھے
 مدت کے بعد اُٹے اتنے دنوں کہاں تھے
 باغبان سب پھول مر جھا کر چمن میں رہ گئے
 بیٹھے بیٹھے آج اُس بیداروں نے اک آہ کی
 اللہ نے بندہ پر درسی کی
 رونے نے ہر گھڑی کے سب ابرو ڈوب دی
 نخلِ حسرت کس طرح سے اس چمن میں رہ گئے
 نامہ بر کے واسطے بھی نامہ بردار ہے
 ہم ایک عمر سے ہیں جیسے زہر کھائے ہوئے
 یہ ناکام بھی کام کر جائیں گے
 لے خنجر قاتل تجھے غیرت نہیں آتی
 دل مرا ہے یہیں لے نہ لے
 جو توبہ توڑ دوں تو آواز یا غفور آئے
 امیر ایک دن یون ہی مر جائیں گے
 ہنسکے کہتا ہے ابھی آپ نے دیکھا کیا ہے
 تو جو کچھ عرش پر ہے دیکھ لے زادہ گھر بیٹھے

امیر اتنا جو دن میں پست قسمت و جہ ہو اسکی
 بلند می بخت کے حصے کی بھی اشتہار میں آئی

بے شک



ہاتھ نہ کہل کر مرے سینے پہ جگر تمام لپ
 آج تو سر پہ اسکی فرقت میں ہلا کا سامن
 آڑا سے پرزے تو قاصد کو ناگوار ہوا
 صد شکر ہم سے آج وہ رشک فرمگلا
 وحشت میں کہاں اب کوئی ہم پایہ سے میرا
 گڑ کر زمین میں ظلم سے بچنے کا دھیان تھا
 راہ بتلا دی مردم کی خضر نزل ملک
 بعد مرنے کے لگی ہاتھ دوا بھی تو کیا
 کیف حاصل ہو لگے داغ نہ بیخواری کا
 بیدار دھتھی شوخی تھی جنہا تھی کہ ستم تھا
 جان کر دوست وہ ہوئے شاک کی
 و صہیان کیون فرقت میں باز دھا اس لہجہ بخش کا

تم نے اس وقت تو گرتا ہوا گھر غلام لپ
 آگیا قاتل تو کل ہو گا خدا کا سامن
 میں خوش ہوں اب اس سے نامہ مرا تہرا ہوا
 انگڑائی لی تو سمجھے کہ مقصد کا درگشا
 سب چل دیے ہزار دہے یا سایہ سے میرا
 دیکھا تو زیر خاک وہی آسمان تھا
 گھر سے اچھے وقت نکلا تھا کہ قاتل ملک
 مردہ تشنہ جو دریا میں بہا بھی تو کیا
 مستی عشق بڑا کام ہے ہشیاری کا
 جوتی جو وفا آپ میں جو کچھ تھا وہ کم تھا
 چاہیے شکر اس شکایت کا
 واسے قسمت دم بچنے کا سہارا بھی گیا

تم نے ہم سے بیوفائی کی تو تم کو سن لے
 لے گئے مسجد سے مجھ کو بھیجے
 کب گیا دل سے سینوں کا خیال
 برسوں کیسے میں رہے جا کے کلیسا کیسا
 ناگ بالوں میں نکلوا تے ہیں اب غیر مردہ
 بستر خواب کو دیکھو کہ رہے ٹکڑے ٹکڑے
 بار اُس گل کا مرے ہاتھ سے ٹوٹا ہوا
 احسان یہ وقت اگر یہ ہے تیرے خیال کا
 خم تو ذکر بناسے ہست ساغر شراب
 قبر کھودی تو مگر یہ مری وحشت سے ڈرا
 ہوں مشتبہ بھر میں کرتے ہیں غلط علم اپنا
 شہر بیگانہ میں ہوتا ہے سا فر کا جو حال
 میں انجن میں سینوں کی تازہ آیا ہوں
 فریب اور کسی کو یہ جا کے دے قہر
 خط وطن کو لیے جا تا ہے تو بیجا قاصد
 ہچکیاں لیتے ہیں قتل میں ترے بسمل ناز
 قاصد کو ہوا دیکھ کے شاید اُسے سودا
 پوچھو نہ مجھ سے جا کے سینوں میں لگا حال
 ساتھ طاؤس کے صحر میں کیا قیس نے وقف
 ہے دور رو سے یار میں غائب سراغ شب
 گستاخ کفہ رہے کہ محفل میں یار کی

وہ بڑا عادل ہے دیکھا انتقام آخر ہوا
 تو بہ تو بہ میں پکارا ہی کیا
 شیشے میں پر یان اُٹا ہوا ہی کیا
 غلا ڈھونڈ چکے ہم اُسے کیسا کیسا
 ہے جو منظور مرا جا کہ گریبان ہونا
 حال کیا پوچھتے ہو مجھ کی مینابی کا
 ساتھ ہی کیوں نہ مرا تار نفس اڑٹ گیا
 دریا میں ڈوبتا تھا لاکر مر گیا
 مستون پر مجتب نے ٹالا کہ مر گیا
 اپنی چادر بھی یہیں دزد کفن چھوڑ گیا
 مردہ خوفیتے ہیں خود کرتے ہیں ماتم اپنا
 ہے سینوں کے محلے میں وہ عالم اپنا
 خبر نہیں ابھی کس کا مزاج ہے کیسا
 وہ اور صلح کا پیغام ہو نہیں سکتا
 پر مر اس حال نہ یار این وطن سے کہنا
 یا کسی ہزم میں جمع ہے خوش آواز و کھا
 آیا در جانان سے مگر کچھ نہیں کہتا
 آپس کی جھین چھان میں صدا چاک ہو گیا
 اترتیرہ کو سیہ خیمہ لیلے سمجھا
 باقی ہے اب تو ماہ کے سینے میں راج شب
 خاموش صبح تک نہیں ہوتا چراغ شب

ممکن نہیں کہ بوسہ ملے مجھ کو یا جواب
 مجھ سے مسکین کے پاس رہتا ہے
 شب و صبح کی نہیں ہے یہ گویا ہر روز حشر
 اشک و امن سے یار نے پوچھے
 کس سے وصل کی خواہش ترے خیال کے بعد
 خوشی کا رنج ہے جگہ ملال کی ہے خوشی
 خبر آمد گل کیسی سنائی صباد
 ہو کو سننے سے اُنکے جو صدمہ ہو جان پر
 رو سیاہ جرمِ الفت بے قصور آیا نظر
 اے دشمن جانِ خوف تری تیغ سے کھا کر
 کر لے قبول اگر کسی مجرم کا یا عذر
 آیا غش اُسکے سامنے پروردگار شکر
 مقامِ شکر ہے ممتازِ غیر و ن ہو کیا آسنے
 شیرنگیِ عالم میں کبھی فسق نہ پایا
 کہیں مٹتے ہیں ہمارے دلِ یوس کو داغ
 حقا کہ دو جہان میں ہے ذاتِ الہ ایک
 وہی دلبر ہے جو جو دلربا ایک
 اُس در پہ سجدہ کر کے یہ دربان سے کہہ لیا
 کہا میں نے کہ تم پر حسان و دون میں
 ہو کو پروا نہیں چھو لے میں جو گلزار میں گل
 لٹ گئے ایسی جفا کا ترسے جو سے ہم

مشکل کی بات ہے دہن اُسکا ہوا جواب
 کتنا مسکین نواز ہے غم دوست
 جنتِ ہر دے دوستِ جنم ہے خوش دوست
 کچھ تو آنسو پچھے ہمارے آج
 کہ حشر تک نہیں پھر جو اس وصال کے بعد
 کہ رنج سے پس راحت خوشی ملال کے بعد
 یونہی ہم جلتے تھے اور آگ لگائی صباد
 خوش ہوں کہ میرا نام تو آیا زبان پر
 سطرِ قرآن کی طرح طلست میں نور آیا نظر
 آئی ہے اجل چشمہ حیوان میں نہا کر
 ناکردہ جرم جا کے کروں میں ہزار عذر
 پانی تو منہ پہ یار نے چھڑکا ہزار شکر
 گناہوں پر سزا دی اُن کو مجھ کو بیگناہی پر
 دیکھا تو وہی صبح وہی شام ہے ہر روز
 ہونگے مرہم سے نہ اچھے کبھی طاؤس کو داغ
 دو آنکھیں جطر کہ ہے ان میں نگاہ ایک
 ہزار دن بت ہیں عالم میں خدا ایک
 مسجدِ بیان سے دور ہے وقتِ نازنگ
 کہا یہ بھی ہے کیا دینے کے قابل
 نوکِ مرگان پر ہے یانِ تختِ جگہ دارین گل
 چار ہی روز میں کچھ اور ہو اور سے ہم

سے قصد شب غم میں کریں دل ہی سو باتیں
 دن گیا راستہ ہوئی راست گئی دن آیا
 دن نہیں رات نہیں صبح نہیں شام نہیں
 یاد سو سے مژہ یار دلا دیتی ہیں
 دیکھنے کو تھیں اسے اہل عدم آتے ہیں
 کیسیے شوخی وہ جس میں شرم گے لہزار ہوں
 مرگ بمون سے ہے ماتم اب بھی برپا دشت میں
 آیا ہے یار سامنے لازم ہے غش کروں
 رحم کرنا تو جفا کروں کا دستور نہیں
 مال کس سے کہوں کوئی اس پاس نہیں
 ہر چہ نہ بہین وصال ممکن
 امید جواب کی ہو کیا خاک
 پیکے مے ان واعظوں سے غرور ہوئی کیوں
 کھا کے تلوار جو قائل کی فغان کرتا ہوں
 بزم جانان سے میں کب جاتا ہوں
 کبھی وہ دن تھے کہ غور شہید تھا بین
 ہجوم میں ہے اس کا خیال کچھ بھی نہیں
 میں بھی اب امتحان یار کروں
 بعد مرگ آئے ہیں وہ تربت پر
 دل بھی ہے انتظار یار میں گم
 حالت سے دلکی میں اسے آگاہ کیا کروں

پھر کہتے ہیں دیوانے سو کیا بات کریں ہم
 نہ ہوئی پر نہ ہوئی گردش ایام تمام
 رگہ ہی ایک نہیں بان کا کہیں نام نہیں
 چہرے کے پھانسیں چورے دلوں مڑا دیتی ہیں
 خیر اگر تم نہیں آتے ہو تو ہم آتے ہیں
 پھاڑ لے کر سے گریب چاک لڑاؤ ہوں
 خاک اڑا آتے ہیں بگولے سر پہ کیا کیا دشت میں
 ہوش و خرد جو کچھ ہے وہ سب پیش کروں
 بان اگر دور ہو میرا سا تو کچھ دور نہیں
 شریک غم نقطہ اک دل اسے جو اس نہیں
 وہ چاہے تو ہے محال ممکن
 جب اس سے ہو سوال ممکن
 بوسے مے آتی ہو ہونٹوں سے الہی کیا کروں
 لذت زخم رقیبوں سے نہان کرتا ہوں
 روز کہتا ہوں کہ اب جاتا ہوں
 اب تو سارے سے بھی دب جاتا ہوں
 مال یہ ہے کہ اُن کو مال کچھ بھی نہیں
 چاہیے ضبط اختیار کروں
 اب کہاں جان جوش رکروں
 اب کہو کس کا انتظار کروں
 طاقت جب آہ کی بھی نہ ہو آہ کیا کروں

عادت سے مجھ کو آہ کی نازک مزاج یار
 آتا ہے یہ دل میں اسے ناصح کو دکھا دوں
 بے دیکھے رہن کو ہے انکار میں حیران
 ہیری میں ہن بون عشق کے داغ پندین
 رشتہ پر پاب مجھے صیاد نے آزاد کیا
 رہنے دیتا نہیں صیاد بھی اپنے گھر میں
 دل سے کہتا ہے تصور یار کا
 جاے میخانہ بنی ہے مسجد
 مانگے کیونکر دعاے طولِ عمر
 جانکر غیسر بلایا جو مجھے میں آیا
 سب بلاؤں سے چھڑایا جو جنون و مجک
 حیاتِ جاوداں سے اُنپہ مرنا
 کیونکہ ہوں اُن سے کہ چھوڑو شیوہ جور و ستم
 کام آیا نصف ہی کو ہے بُتِ دلخواہ میں
 سنی ایک بھی بات تم نے نہ میری
 کبھی ذکرِ دشمن کبھی ذکرِ فرقت
 لیا نام واعظ نے جب اُسکے در کا
 نکالا اُس نے اس حیلے سے کہ اپنے کو چر سے
 اس کو چرے میں کچھ رہو نہ کہے نقشِ قدیم
 آٹھ اُٹھارے جنت کے بنائے گلزار
 مردِ فاس ہوں مریے انک مسلسل ہونِ بول

سے وصل میں یہ سوچ کہ اللہ کیا کروں
 پر رشک جو مانع ہے جواب سکون کیا دوں
 اللہ کوئی بُت تو نہیں ہے کہ دکھا دوں
 گل بھولتے ہیں صبح کو جس طرح چمن میں
 مہا اُٹھ کر کسی کانٹے سے بیابان میں رہیں
 ایسی تفتِ دیر کہاں ہے کہ گلستان میں ہو
 تو تصور ہے تو میں تصور ہوں
 کبھی گھوڑے کے بھی دن پھرتے ہیں
 مٹنے کی مانگی موت بھی جیتی نہیں
 اپنے دھوکے پہ خفا ہو میں گنہگار نہیں
 لاکھ اب مجھ سے خطا ہو میں گنہگار نہیں
 مرے دشمن نصیبِ دشمنان کیوں
 ترکِ عادت سے عداوت میں کوئی دشمن نہیں
 سائے کے ہمراہ گر کر چھلگیا میں راہ میں
 سین میں نے سارے زمانے کی باتیں
 یہ سب میں مری آزمائے کی باتیں
 کہا میں نے اب میں ٹھکانے کی باتیں
 چلو جلدی کرو سامانِ دعوت کا ہم آتے ہیں
 کچھ طالبِ دیدار بچھا آئے ہیں آنکھیں
 ہے فوانِ داغوں سے گلزار مری سینے میں
 اور میں موتیوں کے ہار کہاں سے لاؤں

قاضی کے سامنے میں اگر مست ہوں تو ہوں
 کہان کوئی محرم کہوں کس سے غم
 دعا سے مرگ فرقت میں جو مانگی
 اس رشک کا بار ہو کہ کلیوں میں خلق سے
 دل مکر رہے بہت بٹھا ہے عین تیر بار
 ٹھہر ٹھہر کے ذرا لیچلو مرا تا بوست
 بعد مرگ آسودگی کیسی کہ سو سو بار ہم
 تیرے وعدے پر شاہ ہوں کیونکر
 ہوئے زاد مرید پیغمبران
 فقط دو ہاتھ سوچو ایک بین جام ایک بین شیشہ
 کر گیا قتل آخر رشک مجھ کو قتل ہونے دین
 جان دی تب ملی مجھے راحت
 اس جرم پر مجاہدے سزاوے جو مجھ کو ہجر
 فقط غرض کی ہے دنیا کہ جب نکلتی ہو جان
 غافل مری طرف سے ایسے جو دور ہے ہو
 قاتل کا جب نام زمانہ شریک ہو
 آہ کرنے پہ کیوں بگڑتے ہو
 درپے دشمنی عاشق نا کام نہ ہو
 خوشی ہو نزع میں بھی یاس سانس نہ ہو
 مہر و وفا سے غیر کا پیچھے گمان کرو
 نہیں گھیرا ہے پلوں نے چپہ چشم دلی کو

خدمت میں میفرشت کے ہر شیار تو نہیں
 کہ غم کے سوا کوئی محرم نہیں
 خلعے واسے چلائے کہ آئین
 کہنا ہوں تجھ کو میں یہ مراد لرا نہیں
 ہے یہ دھڑکا رنگ لگا ہے نہ بیکانین کہین
 کہان اُسید کہ پھر آؤں کو سے قاتل میں
 مر چکے ان خوب رویوں پر گراحت نہیں
 اپنی قسمت کو صاحبنا ہوں میں
 واہ مرشد کو مانتا ہوں میں
 کہان وہ ہاتھ ہے اب جو پڑے سانی کی گرہین
 شفاعت کے لیے کیوں لوگ اُسکا پاؤں پڑی ہیں
 موت سے کچھ میں شہر مساز نہیں
 جینا رہا میں لذت روز وصال میں
 عزیز مرد سے کو گھر سے نکال دیتے ہیں
 آنکھیں تو کھولو صاحب کس نیند سو رہے ہو
 اللہ ہے کہ فیصلہ بسمل کا ٹھیک ہو
 تم تو صاحب ہو اسے لڑتے ہو
 خوبصورت ہو خدا کے لیے بدنام نہ ہو
 کہ دیکھنے جو وہ آئے کہیں اُداس نہ ہو
 تر چھی نظر سے پہلے ذرا امتحان کرو
 لیا ہے دونوں ہاتھوں کسی میکش و ساغر کو

جان بخش لب سے فیض ہو لجاے آپ کو
 جھکنے میں سر کے دیر تیر تیغ کین ہو
 منکر گوشہ نشینانِ خرابات ہو
 ہنشینوں سے یہ ایما ہے نہ پاس آنے دو
 پہلے زلفون کو سنگھا کر مجھے بیوش کر دو
 بھرے آتے ہیں آنسو میرا حال زار دیکھو تو
 عیادت کیسی آتا بھی کبھی تہ سے نہیں کھنکھو
 سناؤں کیا انہیں نالے میں اپنے را تو نکو
 آپ تو دیکھتے چلتے ہیں وہ جو بن اپنا
 شبھر کرتے ہیں وہ جب کھنکھن دربان کو کر
 ضعف سے پاؤں کا وہ حالِ جنبش ہو حال
 ناز سے تکیو بہت حسن کی مکتائی پر
 داد ہر وار میں کرتا ہے مجھی سے وہ طلب
 یوں بھی آتا ہے کہیں کوئی کہ میرے گھر میں
 لا غری کا ہے یا احسان کہ میں اس مغل میں
 پار کے ذکر سے ناصح نے رگائی اور آگ
 دیکھے کہاں تھے ایسے حسینوں کے جگمگے
 دل منعم و مقرب کے بدل لاکر اسے پہر
 ملتا ہے مشقت سے ترازو میں دولت
 خدا کرے کہ میں تو اسے صنم سفر سے پھرے
 ضعف سے کچھ بھی چل نہیں سکتی

طوفان میں عمر نوح لے ہر جناب کو
 وہ شوخ زود رخ ہے چینِ حرمین ہو
 کہ یہی گوشہ کہیں قبلہ حاجات ہو
 حکم در بانوں کو باہر نہ اسے جانے دو
 پھر مرے سینے سے تم تیر کا پیکان کھینچو
 اٹھا ہے آج کیسا ابر دریا بار دیکھو تو
 جہان سے اٹھ گیا عاشق کہ ہے بیار دیکھو تو
 وہ دل میں خوب سمجھتے ہیں ایسی باتوں کو
 دیکھتا ہوں میں تو کہتے ہیں کہ کیا دیکھتے ہو
 بھیس بدلے ہوئے ان میں کوئی چالاک ہو
 ہاتھ وہ جن سے گریبان بھی کبھی چاک ہو
 اک ذرا آئینہ خانے میں تو چل کر دیکھو
 قدردانِ زخم کا سمجھا ہے جو قاتل محکو
 پاؤں رکھا نہیں کہتے ہو کہ گھر جانے دو
 روز جاتا ہوں خبر تک نہیں دربانوں کو
 یارب آیا تھا تسلی کو کہ تڑپا نے کو
 محشر کا روز اور الہی دراز ہو
 اسکو کبھی خوشی کبھی اسکو ملال ہو
 بے توڑے ہوئے پاؤں یہ آتا ہو کہاں
 کہ جان بابِ ترا عاشقِ خدا کے گھر سے پھرے
 آہ منہ سے نکل نہیں سکتی

یے عشق ناتوانی سے آنے لگے
 ایسا ہے کون اسکو جو میری خبر کرے
 ہیں بڑے بید رویہ بیت کسے آگے روئے
 ٹالتے ہیں روز وہ پر دل مرا مسرور ہے
 کیا مزہ اٹھیں یار میں دل پاتا ہے
 خوشی نفل کہیں اندوہ ناس میں آئے
 گلا کٹا نہ ذرا اُسکے بھی داد خواہ نے کی
 رنج میں نیند کا جھوٹا اگر آجاتا ہے
 فوج بہار باغ سے گرم شتاب ہے
 اب چالت ہے کہ واقف ہو کو حال زار ہے
 عشق سے پیری میں بھی کچھ لاگ باقی رہی
 ہے دُخ و حلال تجھے کیا تمیز ہے
 جان سمندر و دل پر دانہ دے تجھے
 دل چرایا ہے مرا پر وہ خجل کتنا ہے
 ناتوانی کی جہیہ تہمت ہے
 وہ دو پہر کو گھر سے ہمارے نکل گئے
 یہ نکلا نیتجہ جو آئے گئے
 یہ بھی اک بات ہے عداوت کی
 کچھ کام نہیں ہے انہیں فریاد رسی سے
 دل ہے پروانہ مرا پر وصل سے یابوس ہے
 یار نے آئینہ دیکھا دشمن دل دوسرے

کہ پانچون حواس اب ٹھکانے گئے
 ایک آہ ہے سودہ بھی جو پیدا اثر کرے
 خاک بھی ہونا نہیں ہے آبرو کیون کہوئے
 آج کل کب تک کرینگے کیا قیامت دوسرے
 دُستین روز اٹھاتا ہے وہیں جاتا ہے
 اجل ہی کاش پیری کے لباس میں آئے
 چھری وہ تیز تر سی شد مگر نگاہ نے کی
 پھر کوئی خواب میں ٹھوکر سے جگا جاتا ہے
 تھالے سے جو شجر ہے وہاں در کاتب ہم
 میرے دشمن کرتے ہیں میری خفاش بارسے
 کاروانِ عمر گورا آگے باقی رہی
 واعظ بہ زحمت یہ ہماری کینہ ہے
 اسے سوز عشق بہت مردانہ ہے تجھے
 فقی ہوا جاتا ہے سنہ چور کا دل کتنا ہے
 ناز اٹھانے کی اب بھی طاقت ہے
 ہم دن ڈھلاؤ گور کے سانچے میں ڈھلائے
 کہ اُس در پہ بیٹھے اٹھائے گئے
 روزہ رکھا جو ہم نے دعوت کی
 رونیکا سبب کرتے ہیں دریافتِ ہنسی سے
 شمع تو ہے چار دیواری تری فانوس ہے
 شکل کیا اب جان بچنے کی کہ قاتل دوہوے

ششیر آبدار کہ اُس کا نظارہ ہے
جاری ہے عین دین یہ رسم زمانہ ہے
میرا جگر تو کانپ گیا اُس نگاہ سے
مرض میرے افزون یہ ہوتے گئے
دیوانگان زلف کا کب کام بند ہے
دیکھے جو میری آنکھوں میں حلقہ پڑی ہوئے
کھینچیں بلکھین نگہ اُس چشم انہوں ساز سہو کلی
پردہ اکٹ کے جب وہ دیدار عام کرتے
تیز بون دل ترے کو چہ کی طرف جاتا ہے
شع کو کسی تجلی یہ نظر آتی ہے
دل اُس کا نرم کیا یہ دل نوہر کر کے
لٹک کر زلف تو کیا من سا تو نہیں چھپایا ہے
کیا تغافل ہے کہ سمجھا یا رہا نہ سمجھے
وہ ہم نازک دلوں کو اکٹھ دکھلائی تو کیا کرتے
اُس سنگ آستان سے جواں بین بلی
میرے گھر ہے قصداً نیکا تو آؤ ناز سے
وہ دروہے کہ اسکا نرا کچھ نہ پوچھیے
درازی کا اگر دونوں کی دیکھو ایک مطلب ہے
بتوں کی روشنی کوئی کیا جانتا ہے
دنیا سے کتنے اٹھ گئے ہے انجمن وہی
کچھ شرم نہیں خلق جو انکو گراں ہے

دل ٹکڑے ٹکڑے ہے تو جگر پارہ پارہ ہے
دریا کا ابراہر کا دریا خندانہ ہے
اُس سنگدل کا دل نہ پلا میری آنہ ہے
کہ عیسیٰ بھی بالین سے روتے گئے
آواز شب کی سر نہ شب ت بلند ہے
اُٹھا دینے نئی ہے کہ وہ اٹھ کھڑے تھے
کہ لیلیٰ پردہ محل اٹھا کر ناز سے نکلی
ایوٹ صبر کرتے تو ہم سلام کرنے
جس طرح تیر کوئی سو سے ہدف جاتا ہے
تھوڑی تھوڑی جو یہ محفل میں ہوئی جاتی ہے
وڑے کہیں نہ غیر کا مالہ اثر کرے
تعب کی جگہ یہ ہے کہ دو ٹھوٹھیں سیاہ ہے
سب نے جانا جاک اُس نے نہ پہچانا مجھے
وہ کان شینہ گر میں مست آجائی تو کیا کرتے
سمجھے کہ بادشاہی روسے زمین ملی
پر ذرا چپ کر پھر تفرقہ پردہ از سے
کہتا ہے دل کسی سے دوا پھر نہ پوچھیے
شب بے روز فروخت ہے قیامت روز بے شب
ہڑے بے دغا ہیں خدا جانتا ہے
اُسے بھی گل گئے بھی مگر ہے چمن وہی
سمجھے ہوئے ہیں تاب نظر انکو کہاں ہے

مجھ کو کیا کام ہے دنیا میں جو عید آئی ہے
 جو آنسو یوں زمین پر دیدہ نمناک ڈالینگے
 ہزار نالہ مرا آسمان تک پہنچے
 قدم نہیں پہ رکھو جو تم تو ہو یہ خوشی
 جو صنفِ دل کا بھی حال ہے تو عرشِ کجا
 اُن ابروؤں کو دیکھ کے حالتِ سقیم ہے
 فرقت میں زندگی یہ عنایتِ خدا کی ہے
 جیسا بھی دل جلوں کو تمہارے مات ہے
 عاشقوں میں کہیے ایسا کون ہے
 اسیلے در پر صدا دیتا ہوں میں
 ہونگے روزِ حشر اعضا تک عدد
 چھوٹی ہے قیامت شبِ بوقت ہی بڑی آ
 ہے مد نظر خونِ یکس کا کہ خا نے
 اُس نرم میں اسے شوق نہ باہرِ ادب سے
 سرے کی سلاخی نے کیا آکے جو مجھ را
 آزدہ نہ ہو لیکے جو بس نہ کیا شکر
 میرے مرنے کی خبر چھوٹی آؤ میں وہ روز
 آپ ملتے نہیں ہیں گھر میں کبھی
 نشرے نے کر دیا اندھا
 مسنونِ مادر کی ہوں کہ وہ باس سے مرے
 وصالِ یار سے ہے بے تکلفی ہے یہاں

کیا بلوں اس سے کہ معشوق یہ چھائی ہے
 کہاں سے مرے پھر ازل مصیبتِ خاک ڈالینگے
 نہیں اُمید کبھی اُسکے کان تک پہنچے
 اچھل اچھل کے زمین آسمان تک پہنچے
 نہیں امید کہ نالہ وہاں تک پہنچے
 تلوار میں دھری چھپیہ پڑیں دل دویم ہے
 آگے جو کچھ کہوں تو شکایتِ خدا کی ہے
 اگلے کو موتِ قطرہ آبِ حیات ہے
 ہم پرے ٹھہرے تو اچھا کون ہے
 بول اٹھے شاید وہ اتنا کون ہے
 جو میں بیگانے ہیں اپنا کون ہے
 اس چار پہر رات کی دہ ایک گھڑی ہے
 جو میں ترے ہاتھ ترے پاؤں پر ہی ہے
 اللہ بچائے نگہِ چشمِ غضب سے
 اُس آنکھ کی شوخی نے صدا دی کہ ادب سے
 لب بند مرے ہو گئے شیرِ نبی لب سے
 کیا مسجائی ہے غیر و نکلے جلائیے لیے
 کہتے ہیں غنائانِ خراب مجھے
 خاکِ سو مجھے رہِ صواب مجھے
 اٹھ اٹھ کے بیٹھ جاتے ہیں دامنِ کو بچے
 کہو ادب سے کہ رکھے معاف آج مجھے

ہے خدا ہی اگر پڑا جائے
 کسی قاتل سے پوچھیے تعبیر
 دیکھ کر چشم بست جی ڈوبا
 برسوں جب دوڑے شوق دیدین ہم
 بین تو کیا دل میں مصور کے چھپی جاتی ہے
 پسند آئی تہ دست جنون کی بیکاری
 ہوئے کسی کے نہ ممنون صورتِ اخگر
 ہے عید کہ زمان سہین آیا ہوں سو خوش
 نیزنگی عالم ہی کا شاک ہے تو اسے دل
 جو سیر شب چھو دکھا تا ہے تصور
 گریبان چاک دیکھے گا تو کیا کیا بگیاں ہوگا
 جب سے پیدا ہوے صیاد کو بس میں آ
 مضمون کر کہ اس کے دہن کا نکالے
 مجھ کو یہ شوق ہے کہ کہیں جلد ہو وصال
 دستِ جنون کی ہموادیت پسند ہے
 بوسہ عطا ہو مجھ کو جو ہے قصد قتل کا
 رسم بتوں سے آید وار کرم
 ہوا نہ وصل نصیب اب بھی التجاؤں سے
 خالی نہ جام سے سے ہے بخانے میں زخم
 دیتا نہیں جواب بھی مجھ کو وہ تنگ سے
 یہ دماغ انکو کہاں تھا جو تھک کر تے

خط لکھا اضطراب میں ہم نے
 گشتے دیکھے ہیں خواب میں ہم نے
 غوطے کھائے شراب میں ہم نے
 چھپ کے تب ایک نگاہ کی ٹھہری
 کیا کہوں نوک پلاک کیا تری تصویر میں ہے
 جنون میں اس لیے پہنا ہے پیر میں ہم نے
 بد نے مر کے بھی پیدا کیا کفن میں
 کانٹوں سے گلے کیوں مرے چھال نہ نہیں ملتے
 نادان ابھی نیزنگ محبت نہیں دیکھے
 ایسے تو تماشے شب و صلت نہیں دیکھے
 خداوند اکہین آسے رفوگر بار سے پہلے
 پر کھلنے بھی نہ پائے کہ قفس میں آسے
 خاک عدم کا کوئی نور ستا نکالے
 انکو یہ فکر ہے کوئی جب گڑا نکالے
 پھر کیا سمجھ کے پاؤں سے کاٹا نکالے
 مرتے ہوئے کے دل سے تنہا نکالے
 کارخانے ہیں اسکی قدرت کے
 زمین ہے سجدوں سے تنگ آسمان کا دن ہے
 خرد و بزرگ جو ہے یہاں آفتاب ہے
 مجھ کو گمان کہ بات مری لا جواب ہے
 اکاش سنکر مرے شکوہ کو تو تبسم کرتے

بیٹھ کر کون ترے کو چہ میں یا رکھتا ہے
 ادا کرتا ہوں میں زبان پر کبھی ہو کر تیرا سب
 ترے کو چہ میں جو بیٹھا ہے جسم کر
 بنی ہے چین تری زلفِ عنبرین کیلئے
 بڑا ہے داغِ سجود اور داغِ عشق میں فرق
 اب جو روئے مردم دنیائے دیکھیں گے کبھی
 دیکھ کر میری تڑپ بولے فرشتے قبر میں
 ہے بچاؤ نگ جوہر تیرے سببِ غل کا ہے
 شورِ محشر کا سناؤ کر تو اسنے یہ کہا
 عجب پُرسپ نقشہ عالم ایجا در کھتا ہے
 نہ یہ ساحل نہ یہ بازو نہ یہ آنکھیں نہ یہ ابرو
 دل بے آرزو بھی دے تو ہے لطف
 ایمان لاسے کبھی میں اُس بت کو دیکھ کر
 دے کہ میں حکم نہ وہ گھر سے نکلوانے کا
 اس واسطے ناصح کی میں سنا ہوں کہ شاید
 جان لیتے ہیں دمِ فوج یہ جلدی ای موت
 دیتے تو دل چلے ہیں اُسے سٹوئی ذوق میں
 فارسی کیسی وہ ہندی بھی نہیں پڑھ سکتے
 نامِ عرب سے جو لیتے ہیں وہ اسب
 ماصحون سنے اُسے دیکھا تو تھیں کبھی
 اکرون میں بندہ نوازی کا عشق کی کیا شکر

خاک ہوتے ہیں کوئی دم میں غبار اٹھتا ہے
 دلِ نالان اُسے سینے میں پکار اٹھتا ہے
 وہ میں ہوں اور میرا نقشِ پا ہے
 یہ میری جان مناسب نہیں چین کیلئے
 کہ جوہرِ دل کے لیے اور وہ چین کیلئے
 بلکہ آئینے میں منہ اپنا نہ دیکھیں گے کبھی
 یہ تماشا آج تک دیکھا نہ دیکھیں گے کبھی
 یہ بھی ایک نقطہ مرے نامہ اعمال کا ہے
 وہ تو آوازہ مرے پاؤں کی غلغلا کا ہے
 جو آنکھیں دیکھ لیتی ہیں اُس کو دل یاد رکھتا ہے
 فقط تیرا ساق ہے اور کیا غمشاؤ رکھتا ہے
 یوں تو سب کچھ دیا خدا نے مجھے
 کچھ بندہ میں جا کے برہمن نہیں ہوے
 بیخودی جلد مجھے آپ سے باہر کر دے
 بات اُسکی زبان سے کوئی مطلب کی نکلا ہے
 اک ذرا اور توقف کہ مزا ملتا ہے
 پر دیکھیے وہ لے کہ نہ لے لے لے لے لے لے
 سیر دیکھو مری عرضی عربی میں گزری
 غیر بھی شاید مرا ہم نام ہے
 الٹی کر سنے لگے اب اُس سے سفارش میری
 ہزار زخم دیے ہیں ہزار داغِ سبھے

ٹالنے کو مجھے جب پاؤں سے لپٹا تو کہا
 سختی نہ وہ بھی دیکھ سکی سیری نزع کی
 کیا جانے کہاں لیگی اُس بت کی تمنا
 دیت کیواسطے محشر میں کب ہوں درانگیر
 کون جانتا ہے کہ میں بے مطلب
 چھٹیڑ جو بہت میں نے کہا خیر ہے صاحب
 بتانے کے دروازے پر مدت پڑی ہیں
 سنا ہوں دعا سے عری کرتی ہے تاثیر
 چراغ رخ نے کیا صاف اکھا پر وہ فاش
 رات کو آئی ہیں یریاں خواب میں مگر نظر
 وصل میں وہ کیا کر نیگے چاک سے دستِ جوں
 گناہوں سے مجھے اب ناتوانی باز رکھتی ہے
 قطرہ زن پھرتی ہے ہر سو جو ہوا پر بدلی
 کیا کسی خوش چشم کا دیوانہ آیا باغ میں
 اک دن مرے گھر راہِ محرم میں تو آؤ
 کس کو میں اپنی تنگدلی پر کروں گواہ
 بیاختہ دل دکھا تو بولے
 مجھے جب دُور سے دیکھا وہ بولے
 قدر مرنے کی بسم سمجھتے ہیں
 اک جا رہے ہمیشہ مگر مثلِ رنگِ دبو
 افسانہ سنگ و تیشہ ہے اور

جا کسی روز ترسے سر کی قسم آئیں گے
 گھبرائے روح خانہ تن سے نکل گئی
 اب آپ میں آتا مجھے دشوار ہوا ہے
 مجھے نمود ہے منظور اپنے قاتل کی
 جان لینے کو اسل آتی ہے
 پر دے کے نہ باصر کہیں آواز نکلا جائے
 شاید کبھی کچھ کا حمدا ساز نکلا جائے
 امید کہاں پر شبِ فرقت میں سحر کی
 سیاہ خانہ لگیو میں دل چسپاں کے
 تیرہ مجھ پر لگانے گے یہی تعبیر ہے
 پرزے دامن کے اڑا میرا گریبان چھوڑے
 مے دھم دیکھ کر چاہوں تو نیست پھر نہیں سکتی
 ڈھونڈتی ہے کہ کہاں خاک ہے برباد مری
 دیکھتی ہے ہر طرف نرگس جو نکھیں پھاڑے
 اب مہندی لگانیکا بہانہ تو نہیں ہے
 محشر میں وہ دہان دکر دونوں چسپاں رہے
 کیا جانیئے آہ تھی یہ کس کی
 کوئی نادک فگن ہے یا نہیں ہے
 صدے بھیلے ہیں زندگانی کے
 ہم سے نہ وہ ملے نہ کبھی اُن سے ہم ملے
 یان صحبتِ ثنائی جو گر ہے

چہرے خط کے ہین دستِ قاصد میں
 عاشق و معشوق دونوں تیرے دیوانے ہیں یار
 شبِ زلفت تو ابد تک نہیں ہونے کی تمام
 میں ہر اک سے جو خط اپنی بیان کرنا ہوں
 دشمنوں کا شکوہ کرتے ہیں حضورِ دوستان
 تمام عمر اُسے دیکھتا رہا ہوں مگر
 آنے کی آنکھ سے لڑتی ہے جب عاشق کی آنکھ
 وعدہ وصل نے کیا ہے بخود
 پوچھو نہ اس زمانے میں الفت کا حال کچھ
 خوشاقتِ دیر میں پیشِ گل کہتی ہے حال اپنا
 مجھے دشمن سمجھتے ہو تو پھر مجھ سے ہو کیوں غافل
 برہن یا صنم کہتا ہے زاہد یا صمد یارب
 دو پیاس میں آبِ دہم شمشیر تو ہم کو
 شقائقِ صنم ہو گا نہ مجھ سے کوئی بسمل
 سینے پر مرے ماتھے ہے اس کا پے تسکین
 چمن اشکِ مجھن سے سینچا ہے شاید
 آئینہ ہوں میں شاید جو دیکھتا ہے مجھ کو
 خواب میں آئے تھے وہ غیر کے ساتھ
 تحلیف ہے پر شک کر دیا کہ ہے مناسب
 بے ادب کچھ ہم نہیں خواہشِ ہم غمش کی کیا

ایک کیا سنو جو اب لایا ہے
 دامنِ یوسف گریبانِ زلیخا چاک ہے
 تیرے عشاق کو اندیشہ فردا کس سے
 ہے یہ مطلب کہ اُسے کوئی شکر نہ کرے
 دوست جب دشمن ہو پھر کس سے شکایت کیجے
 ہنورِ حسرت دیدارِ یار باقی ہے
 چاہتی ہے چھین لے لذتِ ترے دیدار کی
 دیکھیے کیا وصال میں گزرے
 اک رسم تھی قدیم سو موقوف ہو گئی
 نہ قاصد کی ضرورت ہے نہ حاجتِ کوہِ ترکی
 کوئی غافل نہیں رہتا جہان میں اپنی دشمن سے
 زبانِ حبلی ہے جو اس میں وہ تھکوا یا کرتا ہے
 اتنی بھی دوستِ تنہیں اللہ نہیں ہے
 ہر زخم کی قاتل کی طرف آنکھ لڑی ہے
 صنم اسے دلِ بیاب کہیں وہ نہ اچھل جائے
 کہ سنبھل میں گیسو سے لیلے کی بوجھ ہے
 ہندو ہو یا مسلمان اپنا سا جانتا ہے
 کھل گئی میری آنکھ غیبِ ربوئی
 شاہوں کی طرح کچھ غمِ عالم تو نہیں ہے
 دو نگاہیں جب ملیں گی ہم نعلِ ہوتا سینے

قطعات تاریخ

منشی محمد ممتاز احمد صاحب آرزو خلع حضرت مصنف

ورق تصویر کا ہے ہر ورق ہر صفحہ آئینہ	مصناین جمع ہیں یا مہجینوں کا یہ مجمع ہے
کچھ جاتے ہیں کیوں دل رز و کیوں شش آہی ہیں	پریزیوں کی محفل یا حسینوں کا مرقع ہے

حکیم محمد عبدالکریم خان صاحب برہم فچپوری

این نفس کلام کیت دانی	کا نذر ہمہ دھرم پوجان است
برہم دل و دیدہ کن شارسش	دیوان اسیر نکستہ دان است

مولوی محی الدین حسین خان صاحب تبسم پروفیسر محبوب کالج سکندر آباد

زہے جوش طبع روان آید	مصناین کا دریا ہے اک بہ رہا
کہی میں نے تبسم تاریخ طبع	صنعاۃ عشق ہے بے بہا

حافظ جلیل حسن صاحب جلیل

سارے مصرع قد و لیر کا جواب	سارے مطلع رخ اوز کا جواب
خوب دیکھا جو صنعاۃ عشق	پایا بتخانہ آذر کا جواب

حضرت عبدالقادر مفسر القادری المدعو بہ مرشد علی الحنفی القادری البغدادی المتخلص

بالجمال والعاصی

<p>حسن طبع عشق بنیان امیر اسے ہمہ عشقت دیوان امیر</p>	<p>کرد عشق آباد دیوان راقم گفت تار بخش جمال عشق باز</p>
<p>ولہ</p>	
<p>کہ آپ سعدی شیوا بیان عہد ہوئے اسی رخسرواں زبان عہد ہوئے</p>	<p>چھپا جو آپ کا دیوان تو شاعران لکے کہا جمال یہ در شہور سال کرد و شمار</p>
<p>محمد حسام الدین صاحب حسام خاں مولوی حافظ محمد نور اللہ</p>	
<p>سمجھیں وہ انکو ہون جو دوستی ہیں یہ الفاظ پھول دوستی</p>	<p>کیسے کیسے ہن شعر معنی خیز مصرع سال بھی ہے بلخ و بہار</p>
<p>حافظ محمد علی صاحب حفیظ جو پیوری</p>	
<p>معطر زیرم ارباب سخن ہے نہیں دیوان ترو تازہ چین ہے</p>	<p>کہا ہے عطر گلہاے مضامین حفیظ اچھا کلام تاریخ کا پھول</p>
<p>مقرب الخاقان اُستاد السلطان بلبل ہند جہان اُستاد ناظم مارچنگ</p>	
<p>دبیر الدولہ فصیح الممالک نواب مرزا خان بہادر ولغ دہلوی</p>	
<p>ابتداء سے انتہا تک بے نظیر بارشِ مضمون ہے یا ابرِ طیر دلغزیب و دوستان و دلپذیر اس سے بڑھ کر کوئی کیا مارچنگ تیر</p>	<p>واہ کیا دیوان کہا ہے لاجواب شوخی الفاظ ہے یا برقی شوخ لفظ مصرع بیت سب جادو بھرے ہر تکید شعر دل میں چھو گیا</p>

<p>یہ سخن ہے لائقِ بزمِ سخن یہ کلام ایسا کلامِ اکلام محبوب جاتے جو اس کو دیکھتے فیض لیں اس سے فغانی و فغان مستند کیونکر بنوایا کلام بھاگنے کی راہ ڈھونڈیں عیب جو آج سے یہ طوطی معجزِ بیان ایسا استادِ زمانہ پھر کہان ہے یہی اسے دلغ اسکا سالِ طبع</p>	<p>یہ سخن ہے قابلِ شاہ و وزیر ہے نشانِ معنی شانِ امیر ناسخ و آتشِ تو کیا مرزا و میر داد دین اسکی ظہیر او ظہیر جو کہا گیا ہے پتھر کی لکیر اپنا اپنا کان پکڑیں حرفِ گیر بلبلِ ہندوستان کا ہر صنفِ ہند زندہ رکھ دے تو اسکو یارِ قدیر کہہ دے تو زیبِ خیالاتِ امیر</p>
<p>ولہ</p>	
<p>اس گنجِ سخن سے تاقیاست یہ داغ نے سالِ طبع لکھا</p>	<p>محروم نہونگے طالبِ فیض دیوانِ امیر صاحبِ فیض</p>
<p>محمد ضمیر حسن خان صاحبِ دل شاہِ جہاںپوری</p>	
<p>میرے استاد کا پہلا دیوان اسکی تاریخ یہ لکھ دے لے دل</p>	<p>تھا بلاغت کے چین کا گلِ تر اب فصاحت کا چھپا ہے دفتر</p>
<p>منشی امتیاز احمد خان صاحبِ راز</p>	
<p>قالبِ طبع میں آیا جو سخنِ نہ رعتق رازِ تاریخ کہی میں نے جو نکلا دیوان</p>	<p>جتنے مشتاق تھے پھر نے گو دیوان سے نخلِ آئی سے پری سبکے پرچیاں سے</p>
<p>— د —</p>	

اشعار بہت یاد گوہر شہواری لڑیان	یہ لطف لطافت کسی دیوان میں کہاں ہے
ترتیب کی تاریخ کبھی میں نے یہ تراہد	دھوئی ہوئی کیا چشمہ کبھی شہر سے زبان ہے

سید ولایت احمد صاحب شمیم خیر آبادی سب انسپکٹر سعد آباد ضلع مظفر

عشاق کی جان یہ صحنہ ہے	مستقون کی آن یہ صحنہ ہے
کہتا ہے شمیم دیکھ کر حسنِ کلام	اند کی سسائیاں یہ صحنہ ہے

مولوی محمد مظفر حسین صاحب صبا خلت اکبر مولوی یوسف علی مرحوم

اک پھول ہے گلشن میں صنم خانہ عشق
کیا سن دکھا تا ہے صبا آنکھوں کو

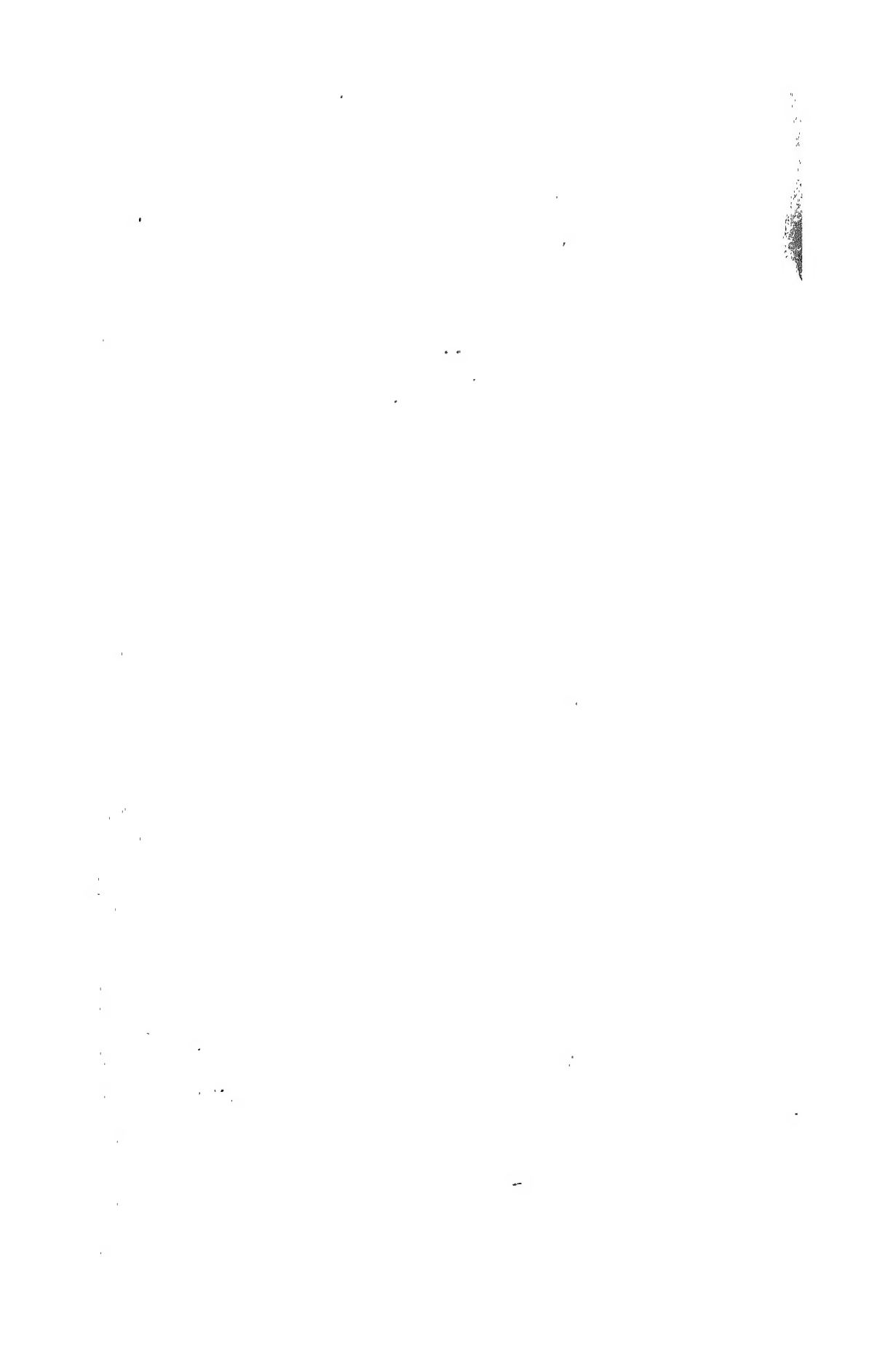
اک لعل ہے معدن میں صنم خانہ عشق
اعجاز کے دا من میں صنم خانہ عشق

مولوی محمد عبدالواسع صاحب صفا خلف مولوی یوسف علی مرحوم

<p>صفا نرنگت مصنوعون دکھا دی ہے بہار بربنگ لالہ ہے ہر شمع نرنگ مین ڈوبا</p>	<p>سخن کے باغ مین ہے تازہ گل صمنجنا ڈھلا ہے مرن کے سا پرخے مرن گل صمنجنا</p>
--	---

سید مومن حسین صاحب صفی امر و ہومی

<p> ہین سارے سخنِ خناسلِ انسان ہر ایک کے تن میں پڑی جان آئینہ ہے اس صفا سے حیران </p>	<p> مدحِ امتیہر لکھنوی کے دیوانِ دوم چھپا جو اُن کا لفظوں سے عیان رخِ معانی </p>
---	--



CALL No. { ۸۹۱۶۲۳۱ } ACC. No. ۳۵۲۶۴
 AUTHOR { ۱. ب. ص. خ }
 TITLE { ۱. سیرۃ امیرالمومنین
 ۲. قصصہ خانہ عشق }

OCT 14 1980

URDU TEXT BOOK

۸۹۱۶۲۳۱

۳۵۲۶۴

۱. سیرۃ امیرالمومنین
 ۲. قصصہ خانہ عشق

Date	No.	Date	No.



MAULANA AZAD LIBRARY ALIGARH MUSLIM UNIVERSITY

RULES:-

1. The book must be returned on the date stamped above.
2. A fine of Re. 1/- per volume per day shall be charged for text-books and 10 P. per vol. per day for general books kept over-due.

URDU TEXT BOOK